ماہنامہ
سچی اور دکھی کہانیوں کا مجموعہ
جواب عرض
فروری 2017
Pakistanipoint
Waqar
Azeem
سچا عشق نمبر
قیمت 90 روپے

خواتین اور مردوں کی دکھی اور زخمی کہانیوں کا دلفریب ماہنامہ
ماہنامہ
جواب عرض
لاہور
بانی۔ شہزادہ عالمگیر
نگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر
چیف ایگزیکٹو۔ شہزادہ التمش
جنرل منیجر۔ شہزادہ فیصل
آفس منیجر۔ ریاض احمد
فون۔0341.4178875
سرکولیشن منیجر۔ جمال الدین
فون۔0333.4302601
جلد نمبر۔42 شمارہ نمبر9
ماہ فروری 2017
قیمت /90 روپے
سچا عشق نمبر
ایک رابطہ اپنوں سے

جواب عرض ماہ فروری 2017 کے شمارے ۔ سچا عشق نمبر کی جھلکیاں

اسلامی صفحہ

خوفناک سانپ

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ اسلام ۔کا ایک شخص پر گزر ہوا جو بڑے خوفناک سانپ کا شکار کرنے کی کوشش کرر ہا تھا اس نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اس سے فرما دیجئے کہ مجھے میں بڑا قاتل زہر ہے آپ علیہ سلام نے اس کو منع کیا مگر وہ نہ مانا پھر دو بار حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا اسی جگہ سے گزر ہوا اس وقت آپ علیہ اسلام نے فرمایا اے شخص کیا تو نے سانپ کو پکڑ لیا یہ فرما کر یوں ہی سانپ کی طرف نظر کی اس نے مارے شرم کے اپنا سر اپنی دم کے نیچے چھپا لیا اور کہنے لگا اے روح اللہ علیہ اسلام ۔یہ مجھ پر اپنی قوت سے غالب نہیں آیا بلکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔کی بدولت غالب ہوا ہے ۔بسم اللہ نے میرا زہر باطل کر دیا ہے دیکھیے بسم اللہ کی کتنی فضیلت ہے جب ایک قاتل زہر سانپ پکڑا جا سکتا ہے تو پھر ہم بسم اللہ سے شیطان کو دور کیوں نہیں کرتے قارئین کرام میری آپ سے التجاہ ہے کہ خدا کے لیے اپنا ہر کام بسم اللہ سے شروع کیا کریں اور الحمد اللہ پہ ختم کیا کریں آپ تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے خدا کے لیے ایک دفعہ سچے دل سے بسم اللہ کا ورد کر کے تو دیکھو آپ لوگوں کے تمام کام اللہ کے حکم سے آپ کی مرضی کے نہ ہوں تو میں دعوہ کرتی ہوں کہ آپ نے اپنی مرضی کو دل میں جگہ دی اللہ تعالیٰ کو نہیں سارے پڑھو۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

عافیہ گوندل ۔جہلم

حدیث شریف

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے عیوب کی جستجو کرو اور نہ حسد کرو اور غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اللہ کے بندے بن کر رہو۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بندے کا اپنے گناہ کا ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اعتراف کرنا اور اس پر توبہ کرا اور پھر سچی توبہ کرنا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بندے کی میزان میں قیامت کے روز اخلاق حسنہ سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش بکنے والوں اور بیہودہ باتیں کرنے والوں کو پسند نہیں

ضیائت [illegible]

اچھی باتیں

عزت اور رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔۲۔ جب غصہ تجھ پر غلبہ پائے تو خاموشی اختیار کیا [illegible] ۔عالم [illegible] ہے جس کا اپنے علم پر عمل ہو۔۴------------------------ رائے اطہر مسعود [illegible]

سرکار کی آمد مرحبا

حضور شہنشاہ کل ﷺ بڑی شانوں بڑی رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے ۔نیابت بھی آپ ﷺ پر ختم ،رسال بھی آپ ﷺ پر ختم اور معرفت بھی آپ ﷺ پر ختم ۔آپؐ نے نہ صرف ان سب کا حق ادا فرما دیا بلکہ اوج ثریا تک پہنچا ڈالا۔

قرآن اجید و فرقان حمید جو ہماری ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے اور شریعت محمدیؐ جو دین و دنیا میں برکات کا وسیلہ ہے یہاں یہ دونوں نعمتیں ہمیں آپؐ کے نعلین پاک کے صدقہ میں ملیں اور کل قیامت کے روز حشر کے میدان میں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہ ہوگا ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا ۔حتیٰ کہ بڑے بڑے اولعزم پیغمبر بھی دم نہ مار سکیں گے ۔اس روز ہم سب کو آپؐ کے دامان شفقت ہی میں پناہ ملے گی آپؐ ہی ہم سب عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے آپؐ کا فرمان مبارک ہے کہ حشر کے روز تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت کی تمام مخلوق آپؐ کے پیچھے چلے گی آپؐ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے اور سجدہ ریز ہو جائیں گے ۔اللہ کریم اس روز بڑے غضب میں ہوں گے جونہی اللہ پاک کی نگاہ حبیبؐ پر پڑے گی اللہ کریم کا غضب لطف و کرم میں تبدیل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کو سجدہ سے اٹھائیں گے اور اپنے ساتھ تخت پر داہنے ہاتھ بٹھائیں گے یہی وہ مقام ہے جسے مقام ''محمود'' کہا جاتا ہے جو اس روز آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا ۔اللہ فرمائے گا اے میرے حبیب آپؐ جس کی شفاعت فرمائیں گے ہم اسے بخشتے جائیں گے اس طرح مخلوق آپؐ کے وسیلہ سے نجات پائے گی ۔اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو ۔حضور اکرمؐ کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ۔اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ ۔فضل الٰہی پر خوشی منانا حکم الٰہی ہے اور حضور ﷺ رب کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی ۔لہذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے ۔امام سیوطی فرماتے ہیں ! کہ ہم کو حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے ۔امام ابن جوزی فرماتے ہیں میلاد شریف کی تاثیر کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہوتی ہیں ۔میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرنا ۔حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا ۔حضورؐ کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اسی کے تابع ہیں اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں ہو یا مجلس جمع کر کے اس کو میلاد شریف کہا جائے گا ۔ڈیئر دوست ! خوشی کے اس موقع پر حضورؐ کی ذات اقدس پر زیادہ سے زیادہ درود پاک کے نذرانے پیش کریں ،روزہ رکھیں ،دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعا کریں مجھ جیسے گناہ گار کو بھی دعاؤں میں یاد رکھئے گا لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ایسی مجلس میں حرام کام کرنا سخت گناہ ہے باجے وغیرہ کے ساتھ نعت خوانی کرنا گناہ ہے بری باتوں سے مجلس پاک ہونی چاہیے اگر کسی جگہ یہ چیزیں دیکھنے کو ملیں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے لیکن میلاد شریف منانا کو بدعت کہنا نادانی ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے !

طاہر رشید ۔راولپنڈی

شکستہ حال دل اور تعلیم

تحریر: محمد عادل خاں رند بلوچ۔ 0300-6168599

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے شکستہ دل اور تعلیم رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز یئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

قارئین آج پھر میں ایک سچی کہانی (خود پر مبنی) شکستہ حال دل اور تعلیم لے کر حاضر ہوں اس سے پہلے بھی میں جواب عرض میں لکھتا رہتا ہوں جواب عرض میں لکھنا میرا جنون ہے اِس کو پڑھنا میرا شوق ہے کیونکہ یہ رسالہ دُکھی دلوں کا ترجمان ہے یہ کہانی میری ذاتی ہے اور قارئین جواب عرض کی آراء کا بڑی شدت سے انتظار کروں گا۔

ماہ اگست میرے لیے بڑی ہی اہمیت کا حامل مہینہ ہے وہ اس لیے کہ میں 8، اگست 2000ء کو پیدا ہوا اور اسی اگست 2016 کو میں نے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا میرے میٹرک پاس ہونے کی خوشی میں میرے والد صاحب نے گھر میں بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا جس میں ہمارے عزیز و اقارب اور میرے کالی دوست اور کلاس فیلو شریک ہوئے۔

میں اپنے گھر میٹرک میں پاس ہونے کی خوشی میں اپنے دوستوں کے ساتھ شریک تھا کہ مجھ کو ایک نئے نمبر سے کال آئی۔ جب میں نے یہ فون سنا تو یہ ایک لڑکی کا فون تھا جو مجھ سے یوں مخاطب ہوئی کہنے لگی۔

تم عادل خاں بات کر رہے ہو

میں نے کہا جی میں عادل خاں ہی بول رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون بول رہی ہو تو اس نے جواباً کہا۔

میں آپ کو میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں اور میں نے بھی میٹرک آپ کے ساتھ ہی پاس کیا ہے۔ آپ چونکہ ہمارے گاؤں کے نمبردار کے بیٹے ہو اس لیے آپ کے گھر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میرا نام امبر ہے اور میں چونکہ ایک غریب مزدور کی بیٹی ہوں اس لیے ہم خوشیاں نہیں منا سکتے۔ لیکن اتنا

ضرور ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کی یادوں کی
آپ کی باتوں کی محفلیں سجی ہوئی ہیں۔ اس خوشی
کے موقع پر میں آپ سے اپنے دل کی بات کرنا
اپنا فرض سمجھتی ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ میں اندر
ہی اندر سے آپ کو بہت پسند کرتی ہوں اور آپ
سے بڑی محبت رکھتی ہوں اور آپ کی بڑی ہی
دیوانی ہوں اور آپ جب صبح اپنی بائیک پر بیٹھ کر
کالج جا رہے ہوتے ہیں اور آپ جب ہمارے
گھر کے قریب سے گزرتے ہیں تو میں آپ کو
دیکھنے کے لیے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کی
ایک جھلک دیکھنے کے لیے موجود ہوتی ہوں اور
اسی طرح آپ جب کالج سے واپس آتے ہیں تو
تب بھی میں آپ کا خوبصورت مکھڑا دیکھنے کے
لیے بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہوتی
ہوں۔ مانا کہ آپ ہمارے اس پورے گاؤں میں
بہت ہی زیادہ خوبصورت لڑکے ہو اور آپ کی اس
خوبصورتی اور آپ کی مستانی آنکھوں کی وجہ سے
مجھ سمیت گاؤں کی کافی لڑکیاں آپ کی دیوانی
ہیں۔ مجھ کو چند لڑکیوں نے تو یہ بھی بتایا ہے کہ آپ
جتنے خوبصورت ہیں اتنے ہی زیادہ مغرور بھی ہیں
اور آپ کسی بھی لڑکی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا
بھی پسند نہیں کرتے۔ لیکن میری یہ بات یاد رکھنا
کہ میں ان سب لڑکیوں میں سے آپ کو زیادہ
چاہتی ہوں اور آپ کو دیکھ دیکھ کر زندہ ہوں اور
آپ مجھ کو جب نظر نہیں آتے تو میں پریشان ہو
جاتی ہوں اور تڑپنے لگ جاتی ہوں اور ایسے تڑپتی
ہوں جیسے مچھلی بغیر پانی کے۔

امبر کا یہ فون سننے کے بعد میں کافی دیر سوچوں
کی دنیا میں گم رہا وہ اس لیے کہ میں نے تو ابھی
پڑھنا ہے اور پڑھ کر اپنے والدین اور اپنے ملک کا
نام روشن کرنا ہے مجھ کو امبر کی باتوں نے ساری
رات پریشان اور بے چین کیے رکھا اور مجھ کو صحیح
طریقے سے نیند بھی نہیں آ رہی تھی کہ اب میں کیا
کروں؟

اگلے دن میں نے حسب معمول کالج جانے
کی تیاری کی اور جب میں امبر کے گھر کے قریب
سے ہو کر گزر رہا تھا کہ امبر خود دوڑتی ہوئی میرے
پاس آئی اور مجھ کو ایک لفافہ دے کر تیزی سے
اپنے گھر کی طرف چلی گئی یہ لفافہ میں نے کالج
سے چھٹی ہو جانے کے بعد کھولا جس میں خط
موجود تھا جو میں نے پڑھا۔

خط کے الفاظ یوں تحریر تھے!

دُنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر میرے پیارے عادل
خاں صاحب "ہمیشہ خوش رہو"

صدا تم بہاروں کا محور رہو
تمہیں وہ ملے جس کی ہو جستجو
نہ کوئی تمنا تشنہ رہے
رہے نہ اُدھوری کوئی آرزو

سلام محبت!

اے بادِ صبا ان سے کہنا میرے سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اس خط کو لکھنے سے قبل بھی میری آپ کے
ساتھ فون پر تھوڑی سی گفتگو ہوئی ہے اور اب
بذریعہ خط آپ سے مخاطب ہوں کہ میرا نام امبر
ہے اور میں غریب مزدور کی بیٹی ہوں اور آپ کو
بہت ہی زیادہ چاہتی ہوں اور تم وہ واحد لڑکے ہو
جو مجھ کو اس بھری دُنیا میں پسند آئے ہو میں تم کو
زندگی بھر کبھی بھی نہیں بھول سکتی ہوں۔ میں تم سے
پیار بے شمار کرتی ہوں اور جب تک سانسوں کا
بندھن قائم ہے کرتی رہوں گی۔

میرا دل بہت بے قرار ہے تیرے بن
ویران ویران میرے دل کا جہاں ہے تیرے بن
تیرے ہجر میں کیسے جی رہی ہوں کیا بتاؤں عادل
میری زندگی ادھوری ہے میری جان تیرے بن

میرا دل ہر وقت تمہارا نام لے لے کر دھڑکتا ہے
میری زبان پر خدا کے نام کے بعد صرف اور
صرف تمہارا نام ہے۔ میری آنکھوں کو تمہارے سوا
کوئی بھی چہرہ اچھا نہیں لگتا۔ میرے یہ قدم تمہیں
ملنے اور تمہارا دیدار کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ
چل کر جانے کو نہیں چاہتے ہیں۔

تمہاری محبت میں مجھ کو جتنے بھی بڑے سے بڑے
امتحان سے گزرنا پڑا میں بغیر سوچے تیار ہوں۔
میری زبان پر تو ہر وقت یہ دُعا رہتی ہے۔

تیرے دل میں عادل خاں میں تھوڑی سی جگہ
چاہتی ہوں
ہوں گے تیرے ہزاروں دیوانے میں تم کو بس تم
کو چاہتی ہوں
اگر کرے تو مجھ کو شامل اپنی زندگی میں
میں تو ہر وقت خدا سے یہ دُعا چاہتی ہوں

یہ مانا کہ تم ایک نمبر دار کے بیٹے ہو اور میں ایک
مزدور کی بیٹی ہوں جبکہ تم آسمان ہو اور میں زمین
ہوں مجھ کو تو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کا اور میرا
ملاپ بہت مشکل ہے لیکن میں اپنے دل کے
ہاتھوں بڑی مجبور ہوں اور آپ سے محبت ہو جانے
کے بعد میں تو یہ سوچتی ہوں کہ!

خدا نہیں ہے مگر دل کی کائنات یہ وہ
ہے اک عمر سے چھپایا ہوا خدا کی طرح

ڈیئر عادل خاں! میں دُنیا کی ہر چیز کو بھول سکتی
ہوں لیکن آپ کو زندگی کے کسی بھی موڑ پر کبھی بھی
نہیں بھول سکتی تم میری زندگی میں پہلے اور آخری
پیار کی حیثیت سے آئے ہو اس لیے میں آپ کو
بھولنے اور چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ تم
میرے وجود کی رگ رگ میں بس چکے ہو اس
لیے اب تم سے "جدائی" میرے لیے موت ہے

جب میں مر جاؤں گی
میری لاش کا چرچا عام ہوگا
کفن چہرے سے ہٹا کر دیکھ لینا
عادل خاں لب پہ تیرا ہی نام ہوگا

میں تم کو حاصل کرنے کے لیے دُنیا کا ہر دکھ اور ہر
غم خوشی سے برداشت کر لوں گی لیکن جب تک تم
کو اپنا بنا نہ لوں آرام سے نہیں بیٹھوں گی اور نہ ہی
اس وقت تک سکون کی نیند سوؤں گی کیونکہ اس
بھری کائنات میں صرف تم ہی مجھ کو پسند ہو اور کوئی
چہرہ مجھے پسند نہیں ہے اور نہ ہی پسند ہوگا۔

کتنی نادان ہوں میں کیا چاہتی ہوں
سیاہ اندھیروں میں روشنی چاہتی ہوں
جانتی ہوں تو میرا نہیں ہو سکتا
پھر بھی میں عادل خاں تیری وفا چاہتی ہوں

آخری ان الفاظ پر قلمبند کرتی ہوں کہ میں کل بھی
تمہاری دیوانی تھی آج بھی تمہاری دیوانی ہوں اور
مرتے وقت بھی میری زبان پر تمہارا ہی نام ہوگا۔

میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے
وہ دن آخری ہو میری زندگی کا
یہ آنکھیں اسی رات ہو جائیں اندھی
جو تیرے سوا دیکھیں سپنا کسی کا
میری دھڑکنوں میں محبت ہے تیری
میری زندگی اب امانت ہے تیری
ہمیشہ رہوں میں تیری بانہوں
نہ ٹوٹے یہ بندھن کبھی محبت کا

میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں یہ تو آنے والا وقت

ہی بتائے گا۔

فقط آپکی دیوانی آپ کی امبر

اس خط کو پڑھنے کے بعد میں کافی گہری سوچوں میں گم رہا اور اس خط کا جواب میں نے تین دن بعد دیا اور یہ خط میں نے اس کی چھوٹی بہن خوشبو کو دیا۔

پیاری امبر صاحبہ

سلام عقیدت! آپ کا لکھا ہوا محبت نامہ پڑھا تو دل بہت خوش ہوا آپ کی یاد آواری کا شکریہ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ادا کرتا ہوں۔ مجھ سے اتنا زیادہ پیار کرنے کا بہت بہت شکریہ میں مانتا ہوں کہ میں ایک نمبردار کا بیٹا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو حضرت آدمؑ اور اماں حوّا سے پیدا کیا ہے اور کسی بھی انسان میں کوئی فرق پیدا نہیں کیا ہے یہ فرق تو ہم نے اور تم نے خود رکھا ہوا ہے کہ یہاں کوئی امیر ہے یا کوئی غریب ہے ویسے بھی حقوق العباد کا ہر جگہ بار بار حکم آیا ہے کہ آپس میں محبت رکھو اور ایک دوسرے کے کام آؤ۔ کیونکہ یہی سب سے بڑی عبادت ہے آپ کوئی بھی اسلامی یا تاریخی کتاب پڑھیں اس میں بھی حقوق العباد کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بہرکیف آپ کا مجھ سے اتنی زیادہ محبت اور پیار کرنے کا بہت بہت شکریہ لیکن میں نے اس وقت اپنا پورا پورا دھیان اور ساری توجہ تعلیم پر مرکوز کی ہوئی ہے لیکن آپ کے پیار کے جذبات اور احساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے پیار کا جواب پیار میں ہی دے سکوں اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا ویسے بھی ہر انسان خوشی یا سکون کا متلاشی ہے اور اصل خوشی وہی ہے جو اچھے کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کسی کا بڑا پن اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ دوسروں کی خوشیوں کی خاطر اپنی خوشیوں کا خون کر دے۔ میں آپ کا دل نہیں توڑتا ہوں اور نہ ہی آپ کے پرخلوص پیار کو ٹھکراتا ہوں کیونکہ میں بھی ایک انسان ہوں اور انسانیت کی معراج بھی یہی ہے کہ ایک دوسرے کے کام آیا جائے۔ بہرکیف آپ کے پیار کا جواب آپکو پیار ہی کی صورت میں ملے گا لیکن اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا۔

فقط (عادل خاں بلوچ نمبردار)

9 دسمبر بروز جمعہ کو میری بائیک میرا کزن ثمر خان لے کر کہیں گیا ہوا تھا اس دن کالج میں بس پر گیا اور جب میری واپسی ہوئی تو اس بس میں ہمارے گاؤں کے ایک نزدیکی گاؤں کے لڑکے نے مجھ کو یہ کہا کہ تم بڑے ہی زیادہ خوبصورت لڑکے ہو اور مجھ کو تم بڑے اچھے لگے ہو۔ اس لڑکے کا یہ بات کرنا تھا کہ مجھ کو غصہ آ گیا اور میں نے اس کی بڑی پٹائی کی پھر یہی بس جب ہمارے گاؤں کے سٹاپ پر رکی تو گاؤں کے اور بھی لڑکے میری اس لڑائی کا سن کر اکٹھے ہو گئے اور پھر ہم نے ان کی خوب پٹائی کی اور یہ لڑائی تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی میری اس لڑائی کا سن کر امبر بھی سٹاپ پر آ گئی اور مجھ کو کافی دیر تک دیکھتی رہی پھر گھر چلی گئی اور مجھ کو شام کے وقت فون کیا اور میری خیریت دریافت کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ کی لڑائی کا سن کر مجھ کو چین نہیں آیا اسی لیے میں پاگلوں کی طرح دوڑتی دوڑتی سٹاپ پر چلی گئی تھی آپ کو صحیح حالت میں دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔ اسی بناء پر میں نے آپ کو فون کیا ہے تو جواباً میں نے امبر کو یہ کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں

ایک امن پسند لڑکا ہوں اور اس کے علاوہ میں لڑائی جھگڑوں سے کوسوں دور رہتا ہوں لیکن اس لڑکے نے بات ہی ایسی کی تھی کہ جس کو سن کر میں آگ بگولا ہو گیا تھا لیکن ارد گرد کے کافی معزز آدمیوں نے میرے گھر آ کر میرے والد صاحب سے خود معافی مانگی تھی اور یہ بات صلح پر ختم ہو گئی تھی۔ بہرکیف آپ نے میرا حال احوال پوچھا اس کا شکریہ!

25 دسمبر بروز اتوار مجھ کو کالج سے سردیوں کی چھٹیاں تھیں میں اس دن اپنے دوستوں جہانزیب خاں، نعمان کے ساتھ پاکپتن دربار حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ پر حاضری کے لیے گئے ہم سب وہاں موجود تھے کہ امبر کا فون آیا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ آپ کا یہاں آنے کا سن کر آپ کے پیچھے پاکپتن شریف آ گئی ہوں اور ہماری یہاں دربار پر ملاقات ہوئی اور میری اس سے کافی باتیں ہوئیں۔ دوران گفتگو امبر نے مجھ سے یہ کہا کہ حضرت بابا فریدؒ کی قسم کہ مجھ کو تجھ سے بڑی محبت ہے اور یہی محبت کی کشش مجھے کھینچ کر تمہارے پیچھے یہاں لے آئی اگر اب بھی تم نے میری محبت سے انکار کیا تو میں مر جاؤں گی اور میری موت کی ذمہ داری اس دنیا میں بھی اور روز محشر میں بھی تم پر عائد ہوگی۔ میرے دل کے اندر جھانک کر دیکھو تم کو صرف تم ہی تم نظر آؤں گے اور نہ ہی کوئی اور ہے اور نہ ہی کوئی اور ہوگا میں نے وہاں بھی اس کو یہ کہا کہ امبر میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ آپ کے پیار کا جواب میں پیار ہی میں دوں۔ پھر یہاں دربار پر ہم سب نے ایک ہوٹل میں دربار کا تبرک سمجھ کر کھانا کھایا تو کھانے کے دوران بھی امبر مجھ کو ہی دیکھتی رہی۔ پھر ہم سب ایک ہی وین میں بیٹھ کر گھر کو واپس آ گئے تو دوران سفر بھی اس نے 45 منٹ مجھ کو اپنی سچی محبت کا اظہار کیا اور کافی عہد و پیمان بھی کیے۔

اس رات مجھ کو صحیح طریقے سے نیند نہ آئی بلکہ میری اپنے دل سے جنگ جاری رہی کہ میں اپنے مستقبل کو سنواروں یا عشق کے میدان میں کامیابی حاصل کروں لیکن میں کوئی بھی فیصلہ نہ کر سکا بلکہ اس رات مجھ کو اپنے ایک دوست کا لکھا ہوا خط ملا جو مجھ سے یوں مخاطب تھا۔

ڈیئر عادل خان صاحب! آپ چونکہ کالج کی زندگی شاہانہ اور نوابانہ طرز پر گزار رہے ہیں کالج میں سبھی آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اساتذہ آپ کو جو پڑھائیں اس پر پوری توجہ دیجئے اس کے علاوہ اخباروں اور رسالوں میں بطور رائٹر آپ کا نام بلند ہو رہا ہے جو آہستہ آہستہ بہت ہی زیادہ بلند ہوگا۔ بہرکیف آپ کو جو بھی فون کرے اس کو خلوص کا جواب خلوص میں دینا مطلبی اور لالچی دوستوں سے دور رہنا وہ لڑکے یا وہ لوگ جو آپ کو ضدی، اکھڑ اور مغروری کہتے تھے آپ ان کی سوچوں کو خاک میں ملائیں اور ان کو ثابت کر کے دکھائیں کہ میں اب اصول پرست اچھوں کے ساتھ اچھا اور بروں سے دور رہنے والا عادل خاں ہوں۔

فقط آپکا دوست آپ کا ہمدرد شہروز خاں

اس خط کو پڑھنے کے بعد مجھ کو اپنا مستقبل سنوارنے کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی اور میں نے پھر اپنا سارا دھیان پڑھائی کی طرف لگا لیا میں پڑھائی میں مصروف تھا کہ شام 7:00 بجے مجھ کو امبر کا فون آیا جو مجھ سے یوں مخاطب ہوئی کہ عادل خاں تم نے تو مجھ سے بڑے وعدے کیے

محبت کا جرم

--تحریر۔ شیر محمد عثمانی۔ ایم اے۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں آج ایک بار ایک نئی تحریر محبت کا جرم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا۔ اگر آپ چاہئیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مومن نجانے آج تم شدت سے کیوں یاد آ رہے ہو۔ کبھی کبھی بچھڑے ہوئے بھی اس شدت سے یاد آتے ہیں کہ آدمی باوجود کوشش کے اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکتا یہ آنسو جو دل سے اٹھتے ہیں آنکھوں میں پہنچ کر ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں یہ دل کا دھواں ہے جو آنکھوں کے ذریعے سے باہر نکل رہا ہے۔

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
ہاں وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
قصہ غم ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

میرا دل جل رہا ہے میرا سینہ جل رہا ہے میں بچپن ہی سے دکھی ہوں بچپن ہی سے اداسی کا شکار ہوں میں وہ بدنصیب ہوں جسے محبت نہیں ملی میں محبت کی تلاش میں سرگرداں ہوں قصبہ قصبہ پھر رہا ہوں گاؤں گاؤں پھر رہا ہوں شہر شہر پھر رہا ہوں میں محبت کی تلاش میں نجانے کتنے ہزار میل سفر طے کر چکا ہوں میں تھک چکا ہوں تھک کر چور ہو چکا ہوں مجھ میں مزید سفر کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

پیارے مومن مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے تجھ سے روحانی پیار ہو گیا ہے میں تیرے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں مر جاؤں گا۔ جانی۔ تیرے بغیر زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ دکھ۔ مصیبت۔ پریشانی۔ آفت۔ انتظار۔ آنسو۔ سسکیاں۔ دھاڑیں۔ چیخیں۔ وغیرہ سے مرکب جو بنتا ہے وہ میری زندگی ہے۔ دوست۔ میں نے کہا دوست۔ میں تھک چکا ہوں میں اس ظالم دنیا سے ظالم دنیا نے مجھے کیا دیا ہے میں نے دنیا سے

ہیں کہ آپ لوابا ھانہ اور شاھانہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ آپ جس کے بھی ساتھ چلتے ہیں بہت مخلص ہو کر چلتے ہیں۔ آپ حسد بھی نہیں کرتے ہیں آپ گاؤں کے دوسرے لڑکوں کی طرح سارا سارا دن آوارہ بھی نہیں گھومتے ہیں بلکہ آپ آوارہ گھومنے کی بجائے پڑھائی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ آپ فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آپ سیر و سیاحت کے بہت دلدادہ ہیں۔ آپ اصول پرست اور نئے نئے کپڑے بہت شوق سے پہنتے ہیں۔ آپ کے دل میں غریبوں کی ہمدردی کا بڑا جذبہ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ جو بھی سائل دیکھتے ہیں اس کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے ہیں۔ آپ ہنس مکھ طبیعت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنا حسن دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔

علاوہ ازیں گاؤں میں نمبردار کے بیٹے ہونے کے ناطے سے بھی آپ کا ایک بڑا نام ہے آپ کی ان خوبیوں کی وجہ سے میں آپ کی دیوانی ہو گئی ہوں

یہ دُعا ہے میری رب سے تو ہردم مسکرائے
غم کا لمحہ نہ کبھی تمہاری زندگی میں آئے

تیرا ہر دن عید ہو، ہر شب شب برأت ہو
اتنی خوشیاں ملیں تجھ کو کہ تیرا دامن بھر جائے
تو زندگی میں جس سے بھی پیار کرے
رب کرے تو اسے ضرور پائے
ملے تجھے عشق میں بے قراری

عادل خان ایسا دن تیری زندگی میں کبھی بھی نہ آئے میں آپ کے حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی تعلیم مکمل ہونے تک کہیں بھی شادی نہیں کروں گی بلکہ آپ کی بن کر اور آپ کی ہی امانت کہلاؤں گی آپ سے بس اتنی سی گزارش ہے کہ اپنی اس دیوانی کو کبھی بھول نہ جانا۔

آپ کی مہربانی ہوگی۔ فقط آپکی دیوانی مہوش

یکم جنوری 2017ء بروز اتوار کو نئے سال کا آغاز ہوا تو اس دن شدید دھند تھی اور ساتھ بڑا سرد دن بھی تھا میں ابھی سویا ہوا تھا کہ مجھ کو امبر کے فون نے بیدار کیا جو مجھ کو نئے سال کی مبارکباد دے رہی تھی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس آنے والے نئے سال میں مجھ کو ہرگز ہرگز نہ بھولنا نہیں تو میں مرجاؤں گی۔ میں ابھی گھر ہی تھا کہ مجھ کو میرے کلاس فیلو احسن نے فون کیا کہ آج آپ نے ہمارے گھر فرید ٹاؤن میں 2 بجے دوپہر ضرور آنا ہے آپکو خصوصی دعوت ہے۔ میں اپنے اس دوست کے گھر حسب ٹائم موجود تھا وہاں مجھ سمیت اور بھی کلاس فیلو دوست اس دعوت میں شریک تھے۔ ہماری دعوت گرم چائے، انڈوں، مٹھائی اور گاجر کے حلوے سے ہوئی۔ دورانِ دعوت ہر لڑکا یہ کہہ رہا تھا کہ عشق کی منزل بڑی کٹھن ہے جس میں رسوائی، ناکامی اور رسوائی ہی رسوائی ہے اور جو اس کام میں لگ گیا وہ کبھی بھی تعلیم مکمل نہیں کر پائے گا۔ ایک نے تو یہ کہا کہ میں اس عشق و محبت کی وجہ سے مڈل سے آگے تعلیم مکمل نہیں کر سکا بلکہ میں آج غموں، دکھوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں

عشق نے غالب ہم کو نکما کر دیا
وگرنہ ہم تو آدمی تھے بڑے کام کے

دعوت کی اس محفل میں لڑکوں کی غمگین اور دکھ بھری باتیں سن کر میں بھی خود غمزدہ اور غمگین ہو گیا اور میں نے بھی خود یہ فیصلہ کیا کہ میں بھی اس عشق سے دور ہی رہوں تو اس میں میری بہتری اور میری عزت ہے۔ میں شام کو اپنے گھر اپنی بائیک پر بیٹھ کر ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں میں آہستہ آہستہ گھر آ رہا تھا لیکن میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ اگر میں یہ عشق کی کتاب پڑھتا رہا تو پھر میں پڑھائی نہیں کر سکوں گا بلکہ میں تو دکھوں اور غموں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ ان لڑکوں کی دکھی داستانیں ذہن میں رکھ کر میں سو گیا لیکن ساری رات میرے اپنے دل سے جنگ جاری رہی۔

2 جنوری کی صبح جب میں بیدار ہوا تو شدید دھند تھی۔ میں نے سردیوں کی چھٹیاں ختم ہو جانے کے بعد آج کالج جانا تھا میں نے کالج جانے کی تیاری کی میرے کالج جاتے جاتے یہ دھند آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی میں اس وقت اپنے والدین کی محنت کی طرف سوچ رہا تھا کہ یہ مجھ کو کتنی محنت، کتنے شوق اور کتنی خوشی سے کالج بھیجتے ہیں کہ ہمارا بیٹا بڑا ہو کر قائداعظم محمد علی جناحؒ۔ علامہ محمد اقبال۔ سر سید احمد خانؒ اور دیگر اعلیٰ نامور شخصیتوں کی طرح ہمارا اور ملک و قوم کا نام روشن کرے گا۔ لیکن ادھر ایک میں ہوں کہ میں کس غلط راستے پر چل پڑا ہوں۔

قارئین کرام! جواب عرض کی آرا کا بڑی شدت سے فون آنے کا انتظار کروں گا کہ میں کیا فیصلہ کروں؟

محمد عادل خاں رند بلوچ چک نمبر 99/9-L بھولے دی جھوک ساہیوال۔
موبائل: 0344-2420299
0300-6168599

سچا عشق

عارف شہزاد۔صادق آباد۔0302-7631772

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے سچا عشق رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

قارئین کہتے ہیں کہ وقت ہر غم کی نہایت مؤثر دوا ہے۔ عام مشاہدے میں دیکھنے میں آیا ہے کہ جس گھڑی ہمارا کوئی پیارا ہم سے جدا ہوتا ہے تو اس وقت ہماری زندگی بالکل ویران ہو جاتی ہے۔ جیسے ہمارے دل میں جینے کی خواہش ہی ختم ہو گئی ہو۔ اس وقت ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم مزید زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ کیونکہ اس دوران ہر آنے والا لمحہ ہمارے لئے ایک نئی اذیت ساتھ لے کر آتا ہے۔ لیکن پھر کچھ ہی دیر بعد وقت ہمارے زخموں پر مرہم رکھنا شروع کر دیتا ہے۔ یوں ہمارے دکھوں کی اذیت رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے۔ نجانے ہم کیوں اس حقیقت سے پہلو تہی اختیار کر لیتے ہیں کہ آسمان پر چھائے ہوئے سفید بادل بھی کسی باد نسیم کا پیغام لے کر نہیں آتے۔ بلکہ ہمیشہ کالے اور سیاہ بادلوں میں سے ہی صاف اور شفاف بارش کے پانی کی بوندوں کا زمین پر نزول ہوتا ہے۔ پھر انہی گہرے کالے بادلوں سے نکلنے والی بوندیں زمین کی پیاس بجھاتی ہیں۔ اسی طرح ہر سیاہ رات کے بعد ایک نئے دن کا سورج طلوع ہوتا ہے۔ ہر خزاں کے بعد بہار آتی ہے اور پھول ہمیشہ کانٹوں کے دامن میں ہی پائے جاتے ہیں۔ مگر جس طرح ہر خزاں کے بعد بہار یقینی ہے اسی طرح غم و آلام کی سیاہ شب کے بعد ضرور خوشیوں کی ایک نئی صبح طلوع ہوتی ہے۔ دراصل غم خوشیوں کے پیامبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ پھول تک پہنچنے کے لئے انسان کا کانٹوں سے الجھنا یقینی ہے اور خوشیوں کا راستہ غموں کی آہنگ سے ہی ہو کر جاتا ہے۔

انسان فطرتاً بہت جلد باز ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ مشکل وقت میں بہت جلد مایوس ہو جاتا ہے مگر پھر وہی وقت کا مرہم انسان کے غموں کو مندمل کر دیتا ہے۔ اگر انسان خوابوں کی دنیا میں رہنے کی بجائے غموں کو فراغ دلی سے قبول کرنا سیکھ لے تو اس کی زندگی دوبارہ مسکرا اٹھتی ہے اور وہ ہمیشہ بہار میں کھلنے والے پھولوں کی مانند ہر جانب اپنی خوشبو اور رعنائی بکھیرتا رہتا ہے۔

بھکاری ذہن تم ہی کچھ بتاؤ
دل دریوزہ گر کو بھیک کیا دوں
نہ میرے بس میں لمحے ہیں نہ رستے
میں شہر زندگی تک کیسے جاؤں
فصیل زندگی اور خندق جاں
نہ گرتی ہے نہ بھرتی ہے کروں کیا
سسکتی آرزو ، زخمی تمنا
نہ جیتی ہے ، نہ مرتی ہے کروں کیا

کیا ہے یہ زندگی۔ محض ایک مشت خاک پل پل خواب دیکھتی دکھتی رستی آنکھیں۔ اور یہ خواب کیا ہیں؟ گرد کے سوا کچھ بھی نہیں۔

وہی گرد جو سچے آئینہ لوگوں کے وجودوں پر پھیل جاتی ہے۔ انہیں بے اماں، بے وقعت کرنے کے لئے۔ جیون کو کیا کہیں؟ کوئی غبارے، بگولہ یا طوفان۔ کتنی آرزوئیں مٹ گئیں، کتنے خواب دفن ہو گئے وقت کے قبرستان میں۔ یقین اور مان کسی آوارہ روح کی طرح وجود کے ایوانوں سے سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور میں آئینہ پیکر کانچ کے ذروں کی طرح بکھر کر رہ گئی ہوں۔ کیا ساتھ رہنے والوں کے حوالے یونہی پرچھائیاں بن کر تمام عمر ہمارے سائے سے لپٹے رہتے ہیں، امر بیل کی طرح ہمارا لہو نچوڑتے ہیں۔ قطرہ، قطرہ بالآخر رگ رگ سوکھ کر جھاڑی ہو جاتی ہے اور جسم کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو جاتا ہے۔

اداسی، خزاں اور الجھا ہوا مقدر کیا ہے
میرے دامن میں، گلاب آرزو، خواب کچھ بھی تو
نہیں ہے میرے پاس۔''

وہ آزردہ سی کھڑکی کے کھلے پٹ سے لگی باہر صحن میں رم جھم برستی بارش کو دیکھنے لگی۔ کمرے کی مہیب خاموشی کسی عفریت کی طرح اسے اپنے پنجوں میں دبوچنے کو تیار بیٹھی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح اپنی تنہائی کو بے بسی کی چادر اوڑھا کر اپنے خوابوں کو تھپک رہی تھی۔ اسے بہت اچھی طرح یاد تھا جب پہلی بار اسے یاد دلایا گیا کہ اس کی ماں اس کے لئے کسی بھی طرح ایک معتبر حوالہ نہیں ہے۔ اس محروم عورت کے وجود سے لپٹی کرب انگیز حقیقتیں، اس کا ماضی، اس کا حال اور اس کا مستقبل کھا گئی تھیں اسے تو صرف اس کے ہونے کی سزا بھگتنی تھی اور کون جانے یہ کالے پانی کی سزا اس کی سانسوں پر کب تک مسلط رہنی تھی۔ کیا قصور تھا اس کا یہی نا کہ اس نے شیریں بیگم کے وجود سے زندگی انگیخت کی تھی۔ اس کے وجود کا ایک حصہ تھی اور بس اور یہ قصور جو ناکردہ تھا۔ اس کی سزا جانے کب تک اس کو ملنی تھی۔

جب تک بابا زندہ تھے وہ اور اس کی ماں حوادث زمانہ سے کوسوں دور تھے۔ لیکن ان کے اس دنیا سے رخ موڑتے ہی انہیں احساس ہو گیا کہ اماں اور سائباں درحقیقت کیا ہوتے ہیں۔ پاپا کے سایہ التفات میں دنیا کی تلخیاں، تلخیاں نہیں لگتی تھیں، دکھ، دکھ نہیں لگتے تھے اور خوشیاں، خوشیاں تو جیسے ان کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں اور اب جب نہ وہ ان کے ساتھ نہیں تھے تو اردگرد سے پتھریلے رویوں کا کرب، لہجوں کی سنگ باری اور تلخیوں کی تمازت نے اس کی روح تک کو جھلسا کر رکھ دیا تھا۔

''مجاب بیٹا تم ابھی تک سوئی نہیں۔'' امی نے کمرے میں جھانکا تو اسے کھڑکی سے لگ کر کھڑے دیکھا تو پوچھا۔

''نہیں امی نیند نہیں آرہی۔''

''ارے بیٹا! نیند نہیں آرہی تب بھی بستر میں لیٹو۔ اتنی ٹھنڈ ہے بیٹا بیمار ہو جاؤ گی۔'' امی کے لہجے میں اس کے لئے فکر و اندیشہ گھلا ہوا تھا۔

''نہیں امی! کچھ نہیں ہوتا مجھے۔ آپ کی بیٹی بہت سخت جان ہے۔'' مجاب کے لہجے کا ملال شیریں بیگم کو فوراً محسوس ہو گیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ کانچ کانچ لہجہ درد سے بوجھل کیوں ہو گیا ہے۔ اس کے وجود کے زخم ان کی ممتا دیکھ سکتی تھی لیکن ان کے اپنے ہاتھ زخمی تھے۔ وہ یہ کرچیاں چننے سے عاجز تھیں۔ ان کا دل دکھ سے بھر گیا۔ پھر انہوں نے مزید اسے کچھ نہ کہا اور بے آواز قدموں سے واپس پلٹ گئیں۔

''میری پیاری ماں! یہ تو ازل سے لکھا ہوا ہے کہ ہر ایک نے اپنے حصے کا درد خود بھوگنا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے حصے میں درد ہی درد آتے ہیں اور کوئی چند لمحے دکھ سہہ کر سکھوں کے ہنڈولے میں جھولنے لگتا ہے۔ تم اپنے حصے کا درد بھوگ رہی ہو مجھے میرے حصے کا درد بھوگنے دو کہ نہ میں تمہارے مقدر سے لڑ سکتی ہوں اور نہ تم میرا نصیب بدل سکتی ہو۔''

مجاب مضمحل انداز میں سوچنے لگی۔ رم جھم برستی بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن جو بارش اس کے دل کے اندر ہو رہی تھی وہ تو ہر موسم میں موسلا دھار ہی رہتی تھی۔ ایسی بارش کہ سیلاب آ جائے اور سارے خاروخس اور راہ میں آنے والی رکاوٹ کو ہی لے جائے۔

☆ ☆ ☆

''ماما! عون نے میری نوٹ بک پھاڑ دی۔''

وہ منہ بسورتی ہوئی شیریں بیگم کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک نظر اس کی آنسو بھری کٹورا آنکھوں کو دیکھا اور پھر عون کی طرف جواب بہت شریف اور مہذب سا دروازے میں کھڑا انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''کیوں! عون یہ کیا حرکت ہے بیٹا۔''

''چاچی! اس نے میری گیم توڑ دی میں نے اس کی نوٹ بک پھاڑ دی، حساب برابر۔'' وہ خالصتاً کاروباری لہجے میں بولا۔ انداز میں شرمندگی کا ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا۔

''لیکن بیٹا! پزل گیم ٹوٹنے پر آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن نوٹ بک پھٹ جانے پر مجاب کی ٹیچر اسے ماریں گی۔ آپ کو گیم ٹوٹنے پر غصہ تھا تو آپ مجھے آ کر بتاتے میں مجاب کی گیم آپ کو دے دیتی۔''

''نہیں ماما! میں نے جان بوجھ کر اس کی گیم نہیں توڑی۔ میرے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ لیکن اس نے میری کاپی جان بوجھ کر پھاڑی ہے تاکہ مجھے ٹیچر سے ڈانٹ پڑے۔'' وہ ہنوز اسی لہجے میں منہ بسور کر بولی۔

''پھر بیٹا! اب یہی ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو نئی نوٹ بک دلا دوں اور عون بیٹا آپ بھی خیال رکھیے گا۔ آئندہ مجاب کی اسکول کی بکس یا کاپیز کو پھاڑنے کی بجائے مجھے آ کر بتایئے گا میں خود اس سے پوچھ لوں گی۔'' شیریں بیگم اٹھ کر کمرے سے

باہر کی طرف چل دیں۔

اس وسیع وعریض گھر میں صرف دو خاندان بستے تھے۔ آفتاب خان یعنی مجاب کے تایا ابو اور ان کی بیگم خالدہ اور ان کے بچے ارمان، سعدان اور عون۔ دوسرا خاندان مہتاب خان، شیریں بیگم اور مجاب پر مشتمل تھا۔ دادا جان اور بڑی اماں یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ لیکن دونوں بھائیوں کا آپس میں پیار اتنا مثالی تھا کہ والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی انہوں نے الگ الگ اپنی دنیائیں بسانے کی بجائے ساتھ رہنے کو ترجیح دی تھی۔

تائی امی مزاج کی سخت تھیں۔ وہ شیریں بیگم کو کچھ خاص پسند بھی نہیں کرتی تھیں۔ لیکن شیریں بیگم بہت حوصلے اور ہمت سے ان کا تلخ رویہ برداشت کرتی رہی تھیں۔ شاید اس لیے کہ اس گھر کے علاوہ ان کی کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتیں۔ گھر بھر کا کام نمٹا کر فارغ وقت وہ مجاب کے ساتھ گزارتیں۔ کیونکہ خالدہ بیگم ان کے ساتھ سوائے ضروری بات کے زیادہ گفتگو نہیں کرتی تھیں۔ لیکن شیریں بیگم کو اس پر بھی کوئی گلہ نہیں تھا۔ وہ تو اس بات پر شکر گزار تھیں کہ مہتاب خان نے انہیں ایک عقوبت خانے سے نجات دلا کر چار دیواری کی عزت و محافظت دی ہے۔ ایک چھتنار درخت کی طرح ان کے جلتے سلگتے وجود پر سایہ کر دیا تھا۔ کیا ہوا جو اس گھر میں انہیں روایتی عزت داروں جیسی وقعت نہیں ملی۔ کم سے کم یہاں چبھتی ہوئی نظریں تو نہیں تھیں۔ اغراض میں لپٹے ہوئے مصنوعی محبت بھرے لہجے تو نہیں تھے۔ ہوس میں لتھڑی ہوئی مہربانیاں تو نہیں تھیں۔

یہ چار دیواروں والا اینٹ اور سیمنٹ سے بنا گھر انہیں اس جہان کا سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ لگتا تھا۔ مہتاب خان کی محبت بھری آنکھیں انہیں دنیا بھر کی آنکھوں سے زیادہ قیمتی، خوب صورت اور بے لوث لگتی تھیں۔ بعض اوقات تو خالدہ بیگم کے منہ سے نکلے ہوئے تلخ الفاظ بھی انہیں شہد کی طرح میٹھے لگتے تھے۔ انہوں نے مہتاب خان سے کبھی کوئی شکایت نہیں کی تھی اور شاید انہیں مہتاب خان سے کبھی کوئی شکایت تھی بھی نہیں۔ خدا نے محبت کرنے والے شریک حیات کے بعد مجاب کی صورت میں ان کی آغوش میں ایک خوب صورت پھول کھلا دیا تو جیسے ہر گلہ شکوہ ڈھل کر رہ گیا۔ اگر کوئی بات پہلے انہیں تکلیف دیتی بھی تھی تو اب مجاب کی ذات میں گم ہو کر انہوں نے اس طرف دھیان دینا ہی چھوڑ دیا۔

وقت گزرتا گیا کسی کا انتظار کیے بنا کیونکہ اس نے تو گزرنا ہی ہے۔ مجاب گیارہ سال کی تھی جب ایک دن مہتاب خان ہنستے مسکراتے گھر سے نکلے اور خون میں لت پت زندگی سے عاری وجود کے ساتھ گھر لوٹے۔ شیریں بیگم کی تو مانو آنکھوں بصیرت کھو گئی دنیا ہی اندھیر ہو گئی۔ ان کے خالی دامن میں تو بس مہتاب خان اور مجاب دونوں کی آسودگیاں اور سکھ تھے اور مہتاب خان نے جاتے سمے یہ بھی نہ سوچا تھا کہ ان کے بعد شیریں بیگم اپنے زخم زخم وجود کے ساتھ حوادث زمانہ کا کس طرح سامنا کر پائیں گی۔ جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن ان کے چلے جانے سے بعض اوقات مقدر میں ایسے الجھاؤ پیدا ہو جاتے ہیں کہ سلجھانے سے نہیں سلجھتے اور مجاب کو تو ان کے چلے

جانے سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کی روشن زندگی میں ملگجی شام اتر آئی ہو۔ جیسے روشنیاں بہت دور کہیں کھو گئی ہوں۔ جیسے اندھیرے اور ٹھوکریں اس کے پیروں سے گردش زمانہ کی طرح لپٹ گئے ہوں اور شیریں بیگم تو یوں لگتا تھا جیسے مسکرانا ہی بھول گئی ہوں۔ ہر پل ان کی آنکھیں متورم رہتیں۔ دن سے رات تک گھر کے کاموں میں وقت بتانے کے بعد رات کو جب وہ مجاب کو اپنی آغوش میں سمیٹ کر بستر پر لیٹتیں تو جیسے دن بھر کی تھکن اور مہتاب خان کی جدائی نمکین پانی بن جاتی جو آنکھوں کے گوشوں سے جھر جھر بہتا رہتا۔ راتیں بے خواب ہو گئیں اور دن بے کیف۔ زندگی میں بس ایک رنگ، ایک امید باقی تھی۔ مجاب کے روپ میں اور وہ بس اس کی خاطر جیئے جا رہی تھیں۔

رفتہ رفتہ سب کچھ معمول پر آ گیا۔ آفتاب خان نے دوبارہ کاروبار سنبھال لیا۔ شیریں بیگم درد دل میں چھپائے گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔ ان کے کرتا دھرتاؤں نے بہت کوشش کی کہ شیریں بیگم واپس رنگینیوں کی دنیا میں لوٹ جائیں۔ لیکن وہ مہتاب خان کا گھر چھوڑ کے ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئیں۔ مہتاب خان ان کی گود میں تو بڑی امانت ڈال کر گئے تھے کہ شیریں بیگم اپنا آپ بھول گئی تھیں۔ کیونکہ وہ مجاب کی زندگی مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا چاہتی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی خاندانی ہونے کے باوجود مسخ شدہ ماحول میں رہے۔ یہاں اس کا حق تھا۔ سو وہ یہیں رہیں۔

مجاب نے اسکول جانا شروع کر دیا۔ عون اور وہ ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ جبکہ ارمان، ارسلان دونوں بڑے ہونے کے ناتے اس سے خاصے فاصلے پر رہے۔ کچھ ان پر اپنی ماں کی مغرور طبیعت کا اثر بھی تھا۔ عون اس کا ہم عمر ہونے کے باعث ہر پل اس کے ہمراہ تھا۔ یہ اور بات کہ اس کی دوستی کا دعویٰ مجاب کو ہمیشہ جھوٹا ہی لگتا تھا۔ وہ اسے نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ کلاس روم میں بھی اور گھر میں بھی وہ بقول مجاب گندے ہاتھ لے کر اس کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ خدا جانے وہ کس قسم کی دوستی کا دعویدار تھا۔ اور اب جبکہ وقت کی دھول میں اس کا ماضی دھندلے آئینے کی طرح بے عکس ہو گیا تھا وہ کالج سے یونیورسٹی پہنچ چکی تھیں۔ عون اب بھی ویسا ہی تھا۔ وہ جب تک گھر میں موجود رہتا، مجاب کی حتی الامکان یہی کوشش رہتی کہ اس سے اس کا سامنا نہ ہو اور اگر بالفرض سامنا بھی ہو جاتا تو وہ کنی کترا کر ادھر ادھر ہونے کی کوشش کرتی۔ یہ اور بات کہ عون اس کی یہ کوشش اکثر و بیشتر ناکام بنا دیتا۔

آج تایا ابو جلدی آفس چلے گئے۔ جب وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہو کر اپنے پورشن سے نکلی تو پورچ میں عون کی پھٹیچر بائیک کے سوا کچھ نہ تھا۔ یعنی زمان اور سعدان بھی جا چکے تھے، اس کا مطلب یہ تھا کہ آج مسٹر عون کی یہ پھٹیچر اس کی طبع پر گراں گزرنے والی تھی۔ اگر سر یعقوب کا ضروری لیکچر نہ ہوتا تو وہ کسی صورت عون کے ہمراہ جانا پسند نہ کرتی۔ لیکن مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق وہ تائی امی کے پورشن کی طرف آ گئی۔ وہ شاید ابھی ابھی کچن سے برآمد ہوئی تھیں۔ دوپٹے

سے چہرے پر آیا پسینہ پونچھتے ہوئے انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

''تائی امی! عون ہے یا چلا گیا؟'' تائی امی کی گھورتی نگاہیں اسے ہمیشہ اپنے وجود میں برمے کی طرح لگتی تھیں۔ سو وہ بوکھلا گئی حالانکہ پورچ میں اس کی بائیک کھڑی دکھ کر ہی وہ ادھر آئی تھی۔

''کیوں'' انہوں نے عجیب انداز میں پوچھا

''وہ۔ وہ تایا ابو آج جلدی چلے گئے۔ گھر میں اور بھی کوئی نہیں۔ میرا آج ضروری لیکچر ہے اس لئے اگر عون مجھے اپنے ساتھ یونیورسٹی لے جاتا۔'' اس کا لہجہ کمزور اور آواز دھیمی تھی۔ اللہ جانے تائی امی کے سامنے آ کر اس کا سارہ اعتماد کہا ہوا ہو جاتا تھا۔

''بیٹھو! پوچھتی ہوں اس سے۔

'' پتا نہیں ان کا سب کے ساتھ یہی انداز تھا یا پھر اس سے بات کرتے ہوئے ان کے لہجے میں تلخی آ جاتی تھی۔ وہ بہت کم ان کے ہاں آتی تھیں۔ ان کی نظروں میں اس نے بہت بار اپنے لیے تحقیر محسوس کی تھی اور ہر بار وہ کچھ خائف سی ہو جاتی تھی۔ اب بھی وہ ایسے کھڑی تھی جیسے موقع ملتے ہی بھاگ کھڑی ہوگی۔ تین چار منٹ کے انتظار کے بعد تائی امی کے ساتھ عون کو آتے دیکھ کر اس نے یوں سکون کا سانس لیا جیسے کسی قید خانے سے رہائی کا مژدہ مل گیا ہو۔

''عون! آج تمہارا آف ہے، مجاب کو یونیورسٹی ڈراپ کر کے جتنی جلدی ہو آ جانا۔ تمہاری عابدہ خالہ بیمار ہیں، مجھے ان کے پاس لے کر جانا ہے تمہیں، ادھر ادھر زیادہ وقت ضائع نہ کرنا۔'' انہوں نے مجاب پر احسان عظیم کرتے ہوئے عون کو اجازت تو دے دی مگر ساتھ ہی تنبیہہ بھی کر دی۔ عون نے قدم آگے بڑھائے۔

''اب چلو بھی میں تمہارا شوہر تو ہوں نہیں جو انتظار میں کھڑا رہوں۔ مجھے اور بھی کئی کام ہیں۔'' اسے اپنی جگہ بت کی طرح کھڑے دیکھ کر عون نے تلخی سے کہا تو ایک لمحے کو جی چاہا کہ لعنت ڈالے لیکچر پر۔ ایسوں کا احسان لینے سے تو بہتر یہی تھا کہ بندہ اپنا نقصان کر لے۔ لیکن اب احسان لے تو لیا تھا۔ سو خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ بائیک پر بیٹھتے ہوئے بھی اس نے حتی الامکان فاصلہ رکھنے کی کوشش کی تھی۔

''ذرا احتیاط سے بیٹھنا میری بائیک سواری پہچانتی ہے۔'' وہ تفاخر سے بولا۔

''ہونہہ بائیک نہ ہوگئی، گھوڑی ہوگئی۔ سواری پہچانتی ہے۔'' اس نے جل کر دانت کچکچاتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔

''کیا بڑ بڑ کر رہی ہو؟ بائیک کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے پلٹ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ اوخدا کے واسطے سامنے دیکھ کر بائیک چلاؤ۔ میں نے یونیورسٹی جانا ہے عالم بالا نہیں۔'' وہ اونچی آواز میں بولی بائیک کی رفتار خطرناک حد تک بڑھ گئی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں ہزار قابل تحریر و ناقابل بیان گالیاں عون کو پارسل کرتے ہوئے اس کے کندھے پر مجبوراً ہاتھ رکھ دیا۔ یونیورسٹی کے گیٹ پر اترتے ہی جیسے اس نے اپنے زندہ ہونے کا یقین کرتے ہوئے عون کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو۔ جانتا ہوں میں بہت ہینڈسم ہوں۔'' اس نے معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر گویا اس کی حالت کا مزا لیا اور بائیک کو ایڑ لگا کر یہ جا وہ جا، مجاب کتنی ہی دیر اس کی بات پر دانت پیستی رہی۔

''آئندہ مجھے کچھ بھی ہو جائے میں اس لنگور کی بائیک پر نہیں بیٹھوں گی۔'' وہ مصمم ارادہ کرتی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی اور جب اسے یہ پتہ چلا کہ سر یعقوب نے لیکچر ملتوی کر دیا ہے تو مارے کوفت کے اس کا حال برا ہو گیا۔

''جانے صبح صبح کس منحوس کا چہرہ دیکھ لیا تھا۔''

''شیریں ارمان کے سسرال والوں نے آنا ہے، ذرا کچن میں میری ہیلپ کرا دو۔'' تائی امی ان کے کمرے کے دروازے میں کھڑی حکم صادر کر رہی تھیں۔ مجاب نے کتاب سے سر اٹھا کر ایک نظر تائی امی کی طرف دیکھا اور پھر ماں کی طرف۔ جن کے چہرے پر کمال اطمینان تھا۔

''اب چلیں بھابھی! میں بس ایک دو جوڑے ہیں، استری کر کے ابھی آئی۔ کس وقت آنا ہے مہمانوں نے؟'' شیریں بیگم کا لہجہ مودب اور دھیما تھا۔

''چار تو بج گئے ہیں سات بجے کا کہا ہے انہوں نے۔ آتے آتے آٹھ بج جائیں گے۔ پر سب کچھ ان کے آنے سے پہلے تیار ہونا چاہیے نا۔''

''جی! یہ تو ہے بس آپ چلیں میں آتی ہوں۔'' شیریں بیگم نے کہا تو خالدہ پلٹ گئیں۔

''امی یہ تائی امی آپ کو کیا ملازمہ سمجھتی ہیں۔ خود کیوں نہیں کرتیں اپنے کام۔ کبھی انہوں نے سیدھے منہ آپ کو یا مجھے بلایا تک نہیں اور کام ایسے کرواتی ہیں جیسے ہم ان کے نوکر ہوں۔'' اسے اپنی ماں کا تائی امی سے اس طرح دب کر رہنا اور محکوموں کی طرح سب کچھ سہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ وہ اکثر ان کے اسطرح مؤدب انداز پر چڑ جاتی تھی۔

''بری بات مجاب! وہ تمہاری تائی ہیں اور پھر ان کا یہ احسان کیا کم ہے کہ تمہارے بابا کے دنیا سے جانے کے بعد انہوں نے ہم سے سر کی چھت نہیں چھینی اور ہم عزت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ تمہاری تعلیم کا ذمہ انہوں نے لے رکھا ہے۔ کیا یہ کم ہے۔'' شیریں نرم لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

''کوئی احسان نہیں ہے ان کا ہم پر، حق ہے ہمارا یہاں اگر وہ ہماری ضرورتوں کا خیال کر رہے ہیں تو کیا ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں۔ اگر میری تعلیم کا خرچ برداشت کر رہے ہیں تو کیا مانی، سعدی اور عون تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔ میرے ابو اور تایا ابو برابر کے شئیر ہولڈرز ہیں۔ اس گھر اور کاروبار میں ہمارا برابر کا حق ہے۔ پھر احسان کا ہے کا؟ کیا ہم ان کی جیب سے خرچ کرتے ہیں۔'' شریں بیگم جانتی تھیں کہ اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے۔ لیکن اپنی فطری بزدلی کو کہاں لے جاتیں۔

''اور امی! اگر بالفرض ہم حقدار نہیں بھی ہیں تب بھی ہمیں تائی امی کا احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا بوجھ تایا ابو اٹھاتے ہیں۔ کیا آج تک انہوں نے ہم سے کڑوے لہجے میں بات کی۔ جب وہ ہمیں بوجھ نہیں سمجھتے تو یہ تائی امی کہاں کی تھانیدار ہیں۔''

''امی میرا خیال ہے کہ ان سے ڈرنے کے لئے آپ ہی کافی ہیں۔ مجھے تو کم سے کم بزدلی کا

سبق نہ دیں۔'' مجاب کے لہجے کی تلخی اس کے صبر اور برداشت کے اختتام کا پتا دے رہی تھی۔ شیریں بیگم جان گئی تھیں کہ خالدہ بیگم نے اپنے کڑوے لہجے اور زہریلے رویے سے اس کے اندر جو تلخی بھر دی ہے وہ تلخی اب زیادہ دیر تک اس کے اندر نہیں رہ سکتی۔ ان کی اپنی زندگی تو مایوسیوں سے بھری تھی ہی مجاب کب تک اس میں ان کا ساتھ دے سکتی تھی۔ وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی۔

یہ ٹھیک تھا کہ تائی امی کے سامنے مروت اور لحاظ میں وہ کچھ بول نہ پاتی تھی۔ مگر وہ اندھی نہیں تھی۔ تمام حسیات رکھتی تھی۔ دیکھتی بھی تھی اور محسوس بھی کرتی تھی کہ گھر کی ہر چیز کی مالک ہونے کے باوجود وہ آزادانہ کچھ بھی نہ کر پاتی تھی کیونکہ تائی امی کی آنکھیں کسی ایکسرے مشین کی طرح ہر پل اس کا جائزہ لیتی رہتی تھیں۔ خاص طور پر اس وقت تو جیسے ان کی ساری توجہ کا مرکز اس کی ذات ہوتی تھی جب ان کے بیٹوں میں سے کوئی گھر پر ہوتا اور مجاب ان سے کوئی بات کر رہی ہوتی۔ ایک خاص ناگواری ہوتی تھی جو ان کی آنکھوں اور ان کے چہرے سے نظر آتی تھی اور مجاب خود میں بہت عجیب محسوس کرتی تھی، اس کے لئے تائی امی کا رویہ ناقابل فہم اور بعض اوقات ناقابل برداشت بھی ہو جاتا تھا۔

شام میں مہمان آئے۔ شیریں بیگم نے خالدہ بیگم اور خانساماں کے سات مل کر بے حد اہتمام کیا تھا۔ رات گئے تک محفل جمی رہی۔ ارمان کے سسرال والے خاصے امیر اور خودنمائی کا شکار لگتے تھے۔ مجاب سارا وقت کمرے میں اسٹڈی میں مصروف رہی۔ ایک پل کو بھی اس نے باہر نکل کر کسی سے ملنا یا گفتگو کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ بلکہ شیریں بیگم کی مصروفیات پر بھی جی جان سے کڑھتی رہی۔ رات گئے جب شیریں بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو تھکاوٹ اور بے آرامی ان کے چہرے سے ہویدا تھی۔ ان کا جوڑ جوڑ دہائی دے رہا تھا۔ بستر پر بیٹھتے ہوئے ایک کراہ جیسے ان کے لبوں سے خارج ہوئی۔ مجاب نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھائیں، ان کے ہاتھ میں ایک ٹرے میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں تھیں جو وہ بستر پر ہی ایک طرف رکھ رہی تھیں۔ اسے اپنی ماں پر بیک وقت غصہ بھی آیا اور ترس بھی، دل درد سے بھر گیا تھا۔

''آؤ مجاب! کھانا کھالو۔ تمہاری تائی امی تو کہہ رہی تھیں کہ مجاب کو بلا لو مہمانوں کے ساتھ ہی کھانا کھالے۔ لیکن میں نے منع کر دیا کہ وہ پڑھ رہی ہے۔ اسے ڈسٹرب نہ ہی کریں۔ میں جانتی ہوں کہ میری بیٹی سب کے سامنے ٹھیک سے کھانا نہیں کھاسکتی۔ اب جلدی سے آجاؤ میں نے بھی کچھ نہیں کھایا۔'' شیریں بیگم نے گردن جھکائے جھکائے یہ چند الفاظ بمشکل ادا کیے۔ جانتی تھیں کہ مجاب کی آنکھیں ان کے چہرے کو کسی کتاب کی طرح پڑھ رہی ہوں گی اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ جتنی بھی کوشش کرلیں اپنے احساسات کم سے کم وہ مجاب سے نہیں چھپا سکتیں۔ ایسے میں ہمیشہ مجاب ان کا ہاتھ تھام کر انہیں اذیت بھرے احساس سے باہر نکال لیتی تھی۔ ابھی بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ انہیں کچھ بھی جتائے بغیر اس نے چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور ان کے قریب بستر پر آبیٹھی۔

''آپ نے اچھا کیا۔ فضول میں وقت ضائع ہوتا۔ اچھا ہوا نا میں نے کل کے ٹیسٹ کی

تیاری کرلی۔ آئیں کھانا کھاتے ہیں۔'' اس نے ایک نوالہ شیریں بیگم کے منہ میں ڈالتے ہوئے بشاش لہجے میں کہا۔ شیریں بیگم کا بھی جیسے رکا ہوا سانس قدرے بحال ہو گیا۔ پھر خاموشی سے کھانا کھا کر دونوں اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئیں۔ دونوں کی سوچیں الگ تھیں۔ جذبات الگ تھے۔ مگر دکھ درد ایک تھا۔ بے اماں ہونے کی اذیت۔ بے سائباں ہونے کا کرب اور بے وقعتی کا احساس دونوں کی آنکھوں میں نمی بن کر تیر رہا تھا۔

بہت سے بے کیف دنوں کے بعد یکدم ارمان کی شادی کا غلغلہ اٹھا۔ وہ جو پیپرز کے بعد شدید بوریت اور اکیلے پن کا شکار تھی دل سے خوش ہو اٹھی۔ تائی امی کو بھی ان مصروف دنوں میں شیریں بیگم اور مجاب کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ سو دل میں وہ جو بھی محسوس کرتی ہوں وقتی مصلحت کے تحت انہوں نے خوش اخلاقی کا چولا پہن لیا اور شیریں بیگم تو جیسے جی جان سے ان کی خدمت میں جت گئیں۔ گھر بھر کا کام تو ایک طرف رہا سارا سارا دن بازاروں کے چکر زیادہ تر شیریں بیگم ہی لگا رہی تھیں۔ مجاب نے بھی تائی امی کے رویے میں واضح تبدیلی محسوس کی اور قدرے سکون کا سانس لیا۔ گھر بھر میں پہلی پہلی شادی تھی۔ سو سب کا خیال تھا کہ جی بھر کر ہر ایک اپنے ارمان پورے کرے گا۔ شاندار ولیمہ کا مینیو ترتیب دیا گیا۔ بارات کا ارینج منٹ بہت وسیع و عریض اور خوبصورت ترین شادی ہال میں کیا گیا۔ البتہ مہندی کی تقریب گھر میں ہی ہونا قرار پائی تھی۔

ارمان کی ہونے والی بیوی انگلینڈ سے ایم بی اے کی ڈگری لے کر آئی تھی۔

مزاجاً کیسی تھی، کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی کے ساتھ زیادہ گھل مل کر نہیں بیٹھتی تھی۔ مجاب کی بھی صرف منگنی پر اس سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی سرسری سی اور وہ اسے خاصی مغرور لگی تھی۔ بہرحال مجاب کے لئے تو سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ ارمان بھائی کی شادی میں وہ ایک بہن والے سارے چاؤ پورے کر سکے گی۔

مہندی کا دن اپنی پوری آب و تاب اور مصروفیات کے ساتھ طلوع ہوا۔ صبح سے ہی گھر میں خاصی گہما گہمی تھی۔ تائی امی کا میکا خاصا لمبا چوڑا تھا اور تقریباً تمام مہمانان گرامی تشریف لا چکے تھے۔ سو مجاب اور شیریں بیگم کا ایک پاؤں صحن تو دوسرا کچن میں تھا۔ جبکہ خالدہ بیگم مہمانوں کو خوش آمدید کہنے اور ان کو کمپنی دینے میں مصروف تھیں۔ عون اور سعدان نے شام تک دوستوں کے ساتھ مل ملا کر لان کو اس خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کر لیا تھا کہ دیکھنے والی نگاہ ایک پل کو مبہوت ہوتی تھی۔ پہلے لڑکے والے مہندی لے کر جاتے۔ پھر رات میں ارمان کے سسرال والوں کو آنا تھا مہندی لے کر۔ مجاب مہندی وغیرہ سجانے سے فراغت پاتے ہی اپنے پورشن کی طرف بھاگی کیونکہ فنکشن شروع ہوا ہی چاہتا تھا۔ دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بہت زیادہ فیشن پرست اور میک کی دلدادہ نہیں تھی۔ اس لیے اس نے مہندی اور ریڈ کلر کنٹراسٹ کے جدید تراش خراش کے ڈریس کے ساتھ بہت ہلکی پھلکی جیولری کو ترجیح دی۔ نیچرل کلر کے میک اپ اور سادہ سی چٹیا میں وہ خاصی منفرد اور سادہ دکھائی دے رہی تھی۔

تقریباً سب ہی تیار تھے دلہن کے گھر روانگی کے لئے۔ جب اچانک شیریں بیگم کی طبیعت بگڑ گئی۔ مجاب کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ شیریں بیگم کے اکھڑے اکھڑے سانس، تیزی سے پیلی پڑتی رنگت اور پیشانی پر آنے والا پسینہ اس کی جان نکالنے کو کافی تھے۔ خالدہ بیگم اپنی جگہ پریشانی کا شکار تھیں کہ ان کے لاڈلے بیٹے کی شادی میں یہ کیا رنگ میں بھنگ پڑنے والا تھا۔ انہوں نے گھبرائی ہوئی مجاب کو تسلی کے دو حرف کہے اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ بجائے اس کے کہ فنکشن کو ملتوی کیا جاتا یا سوگواری طاری کر لی جاتی۔ تمام مہمانوں کو دلہن کے گھر روانہ کر دیا گیا۔ جبکہ صرف عون تھا جو مجاب کی مدد کیلئے گھر پر ہی ٹھہر گیا۔ وہی ڈاکٹر کو بلا کر لایا۔

شیریں بیگم کو مائنر سا ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے ان کا اچھی طرح چیک اپ کرنے کے بعد دوا تجویز کی اور رخصت ہو گیا۔ اس وقت شیریں بیگم مسکن ادویات کے زیر اثر سو رہی تھیں۔ وہ ان پر کمبل درست کرتی خاموشی سے باہر نکل آئی۔ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر اپنے گردو پیش پر ڈالی۔ خوشبوؤں، روشنیوں میں بسا یہ گھر اس وقت کسی ویران کھنڈر کی طرح لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے پھیلا لیے۔ سرخ مہندی سے سجے موم کی طرح نازک مخروطی ہاتھ لیکن جانے ان کی لکیروں میں کون سی آزمائشیں رکھ دی تھیں اس اوپر والے رحیم و کریم نے۔

''کیا دیکھ رہی ہو مجاب۔'' عون بہت دھیرے سے اس کے قریب ہی سیڑھیوں پر آن بیٹھا تھا۔ اس نے رخ موڑ کر اپنے اس پیارے سے کزن کو دیکھا جو بچپن سے اس کا دوست بھی تھا اور دشمن بھی، ہمراز بھی تھا اور وقت پڑنے پر دھوکہ بھی دے جاتا تھا۔ مگر جیسے جیسے وقت بڑھتا گیا۔ فاصلہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس کی شرارتیں جوں کی توں رہیں مگر مجاب خود میں سمٹتی چلی گئی۔

''کچھ نہیں عون! امی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ عون میرے پاس امی کے سوا کچھ بھی تو نہیں۔'' اس کی کٹور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ عون نے ان گہری آنکھوں سے نظریں چرا لیں۔ ان آنکھوں میں بہت بار اس کی وجہ سے آنسو آئے تھے۔ مگر تب اس کو کبھی احساس نہیں ہوا تھا کہ معصوم آنکھیں جب آنسوؤں سے بھرتی ہیں تو سامنے والے پر کس طرح اثر کرتی ہیں۔ اس کا مٹا مٹا کاجل اور گہری آنکھیں آج بھی ان آنکھوں میں اول روز جیسی معصومیت، بے غرضی اور ملائمیت تھی۔ اسے وہ آج بھی ویسی ہی لگی جیسے اس کی نوٹ بک پھاڑ دینے پر وہ پونیاں ہلاتی، آنسو بہاتی، منہ بسورتی ماں کی گود میں جا چھپتی تھی۔ مگر یہ نوٹ بک نہیں تھی۔ زندگی تھی اور اس کی زندگی کا واحد آسرا شیریں بیگم ہی تھیں۔

''کچھ نہیں ہوگا چاچی کو ہم سب ہیں نا! تم اکیلی تو نہیں مجاب بہتر سوچو اللہ کرم کرے گا۔ چلو اٹھو شاباش دو کپ چائے بناؤ۔ مل کر پیتے ہیں۔ ابھی مہمان بھی واپس آ جائیں گے اٹھو۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھاتے ہوئے قدرے خوشگوار لہجے میں بولا۔

''عون ڈاکٹر نے کوئی خطرے والی بات تو نہیں کی نا! میری امی ٹھیک ہو جائیں گی نا۔'' لفظ ٹوٹ رہے تھے کیونکہ جب مایوسی اندر کہیں پنجے گاڑ کر بیٹھ جائے تو دکھ اور اذیت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس نے اپنے باپ کے ہنستے مسکراتے چہرے کو ایک ہی دن میں خون میں لت پت پایا تھا۔ تقدیر کے وار انجانے اور اچانک ہوتے ہیں۔

''الٰہی امی کو کچھ نہ کرنا۔ میری امی کو مجھ سے دور نہ کرنا پلیز۔'' کچن میں چائے بنانے کے دوران بھی جیسے اس کا دم اٹکا ہوا تھا۔

''میں کبھی نہیں ہنسوں گی۔ میں خوش نہیں ہوں گی اللہ جی۔ مجھے ہنسی کا بہت خراج دینا پڑتا ہے بس ایک بار میری امی کو ٹھیک کر دے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں کبھی اور کچھ نہیں مانگوں گی۔'' نم آنکھوں کے ساتھ لب مسلسل دعاؤں میں مصروف تھے۔ عون کو چائے دے کر وہ واپس امی کے کمرے میں آ گئی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد باہر دل خوش کن آوازیں اور قہقہے بتا رہے تھے کہ مہمان واپس آ گئے۔ ڈیک پر اونچی آواز میں گانے بج رہے تھے۔ خوب رونق اور ہنگامہ تھا۔ مگر وہ سب سے الگ تھلگ ماں کا ہاتھ تھامے کمرے میں ہی بیٹھی رہی۔ رات گئے تک ہنگامہ رہا۔ کسی نے کمرے میں جھانک کر نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ عون بھی دوبارہ پوچھنے نہ آیا۔ تین یا ساڑھے تین بجے ہنگامہ ختم ہوا اور خاموشی چھا گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سب تھک ہار کر سو چکے ہیں۔ اسے اپنی کم مائیگی اور بے وقعتی کا احساس اس سے پہلے کبھی اتنا شدید نہ ہوا تھا جتنا آج ہوا۔

''کیا میں اور میری ماں اس گھر اور گھر کے مکینوں کے نزدیک اس قدر غیر اہم ہیں کہ کسی کو توفیق تک نہ ہوئی کہ پوچھ ہی لیتا۔'' دکھ نے جیسے اس کے دل کو اپنی گرفت میں دبوچ رکھا تھا۔

''اور عون! تم تو میرے دوست تھے۔ تمہیں بھی احساس نہیں کہ میں کتنی اکیلی ہوں۔ مجھے اس پل تمہاری کتنی ضرورت ہے۔'' اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں جیسے گلہ کیا تھا۔

''لیکن نہیں میں کیاں گلہ کروں کسی سے؟ کس لیے شکایت کروں۔ جو درد اپنا ہے اسے بھوگنا بھی خود ہی ہے۔ یہی دنیا کا اصول ہے۔ کون آتا ہے کسی کے دکھ میں حصہ دار بننے۔ مسکراہٹ بانٹنے کو تو سب تیار ہوتے ہیں آنسوؤں سے کون دوستی کرتا ہے۔ کوئی بھی نہیں۔'' اس نے خود کو تسلی دی اسی پل شیریں بیگم نے کچھ کسمساتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

فجر کی اذانیں ہو چکی تھیں۔ اس نے وضو کیا اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنی ماں کی صحت و سلامتی کے لئے دعائیں مانگیں اور پھر جلدی سے ان کے لئے ناشتا بنا کر لے آئی۔ تمام گھر والے اور مہمان گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے اور یقیناً ان کے اٹھتے ہی مجاب کی پکار پڑنی تھی ہر طرف۔ اس نے اپنے ہاتھ سے امی کو ناشتا کرایا۔ دوا کھلائی اور تائی امی کے پورشن کی طرف آ گئی۔

''مجاب کہاں تھیں تم میں کب سے دیکھ رہی تھی۔ مہمان اٹھنے ہی والے ہیں۔ یہ کم بخت سکینہ بھی ابھی تک نہیں آئی، سارا کام پھیلا پڑا ہے۔'' تائی امی بڑے مصروف انداز میں کچن کے دروازے تک آئیں اور بولتی ہوئی فریج کی طرف بڑھ گئیں۔

''وہ تائی امی! امی کی طبیعت ساری رات ٹھیک نہیں تھی اس لیے۔'' مجاب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ کیا تھا تائی امی اس کی ماں کا احوال پوچھ

لیتیں، اسے گلے سے لگا کر تسلی دیتیں کہ ''اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھو، ہم سب تمہارے ساتھ ہیں نا تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اس کی آنکھوں میں شکوے مچلے مگر وہ بدستور سر جھکائے آٹا گوندھنے میں مصروف رہی۔

''ارے کچھ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر نے کہا تو ہے وہ ٹھیک ہے اب۔''

اچھا ہاں ایسا کرو، ناشتے کی کچھ چیزیں بازار سے ریڈی میڈ آنی ہیں۔ یہ اس کی لسٹ میں رکھے جاتی ہوں۔ شرفو کو سمجھا دینا۔ تم بس جلدی جلدی پراٹھے بنالو۔ میں کسی کو بھجواتی ہوں تمہاری ہیلپ کے لئے۔'' وہ باہر نکل گئیں۔ اسے آج سے پہلے تائی امی اتنی کٹھور اور بے حس نہیں لگی تھیں جتنی آج!

''یہ خون کے رشتے ہیں، الٰہی تو نے کیوں اتنا خالی دامن کیا مجھے؟'' اشک تھے کہ بن بلائے مہمان کی طرح پلکوں کے دروازے دھڑ دھڑا رہے تھے۔ اس نے بے دردی سے پلکیں میچ لیں۔ اتنی دیر میں سکینہ بھی آ گئی تو کچھ بوجھ کم ہو گیا۔ اس کے ساتھ مل کر ناشتا بنانے اور سرد کرنے کے درمیان وہ بمشکل ایک بار ہی شیریں بیگم کو دیکھنے جا سکی۔ انہیں پرسکون سویا ہوا پا کے اسے کچھ سکھ ملا تھا۔ مہمان خواتین اور لڑکیاں محض فیشن زدہ اور خود نمائی کا شکار صرف باتوں میں مصروف تھیں۔ کوئی بھی اس کی مدد کے لئے کچن تک نہ آیا سوائے سکینہ کے۔ اس نے کام نمٹایا اور کمرے میں آ گئی۔ شیریں بیگم جاگ رہی تھیں۔

''مجاب! ادھر آؤ بیٹا جی میرے پاس بیٹھو۔'' شیریں بیگم نقاہت بھری آواز میں بولیں۔ مجاب دھیرے سے چلتی ہوئی ان کے بستر کے قریب آ لئی اور پھر ان کا لاغر ہاتھ تھام کر ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''میں جانتی ہوں میرا بچہ! تم بہت تھک گئی ہو گی۔ اس کم بخت بیماری کو بھی ابھی آنا تھا۔ کسی نے تمہارے ساتھ مدد کروائی یا؟''

''ہاں امی! سکینہ تھی میرے ساتھ اور آپ پریشان نہ ہوں۔ سب کام سکون سے ہو گیا ہے۔ ابھی تو لڑکیاں پارلر جا رہی ہیں تیار ہونے کے لیے۔ بارات پانچ بجے روانہ ہونی ہے۔ آپ چھوڑیں سب آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا۔ کوئی درد وغیرہ تو نہیں۔'' اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

''نہیں بیٹا! بس یہ بایاں بازو کچھ سن ہے۔ بہر حال کوئی مسئلہ نہیں تم بارات کے ساتھ جانا کل بھی میری وجہ سے تمہیں رکنا پڑ گیا۔ پیچھے کا نظام میں دیکھ لوں گی۔'' وہ جیسے مسکرا کر اسے تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

''نہیں امی! میرے لیے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ شادی رونق یہ سب جھمیلے بے معنی ہیں میری امی جانی۔ میں آپ کو اس طرح چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' مجاب کا لہجہ بھیگ گیا۔ اس نے اپنا سر شیریں بیگم کے ممتا بھرے سینے پر رکھتے ہوئے بمشکل سسکیاں روکیں۔ وہ اپنے کسی عمل سے ان کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''ارے مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ٹھیک ہوں میں اب! دیکھو تو۔'' انہوں نے انگلیوں سے اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے دھیمے سے کہا۔ اس نے سر اٹھا کر ان کے زردی مائل صبیح چہرے کو نظر بھر کر دیکھا۔

''کتنا بے غرض، بے لوث رشتہ ہے نا میری ماں! میرا اور تمہارا۔ تم مجھ سے اپنے درد چھپاتی ہو

کہ مجھے تکلیف نہ ہو اور میں اپنا درد تم سے بیان نہیں کرتی کہ ایسا نہ ہو انجانے میں تمہارے لیے دکھ کی وجہ بن جاؤں۔ یہ دنیا، یہ باقی کے رشتے بس دکھاوا ہی تو ہیں اور بھلا کیا ہے ان میں کچھ بھی تو نہیں۔''

''کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ مسکرا دیں۔ اپنی چھوٹی سی بیٹی کے من میں اٹھتے درد کے سب خار محسوس کر سکتی تھیں۔ اس کے چہرے پر چھپے اثرات میں چھپی محرومی، اذیت اور درد کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتی تھیں۔ وہ انہی کا ہی تو پرتو تھی۔ ان کی ذات کا ایک حصہ ان کے وجود سے الگ ہو جانے والا ایک ٹکڑا جو الگ ہو کر بھی جدا نہیں تھا۔

''خدایا میری بچی کے نصیب اچھے کرے۔'' انہوں نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔ پھر شیریں بیگم کے بے حد اصرار پر وہ بارات کا فنکشن اٹینڈ کرنے پر تیار ہو گئی۔ ریڈ کلر کے سمپل شیلوان کے سوٹ کے ساتھ لمبے بال پشت پہ پھیلائے بنا میک اپ کے بھی وہ سب سے منفرد اور نرالی چھب دکھا رہی تھی۔

''خیر ہے دنیا والو! اتنی رنگینی کے بیچ یہ سادگی؟

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا''

عون سامنے کوریڈور میں ہی کھڑا تھا۔ اسے کمرے سے نکلتے دیکھ کر ٹھٹک سا گیا۔ ایک گہری نظر اس پر ڈال کر وہ اپنی ازلی ڈھٹائی کے ساتھ بولا۔

''عون! تم بھول رہے ہو میری ماں بیمار ہے۔ میں آج بھی نہ جاتی اگر امی نے اصرار نہ کیا ہوتا۔ تم نے دیکھا تھا نہ کل وہ کتنی تکلیف میں تھیں۔ میں ان کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی ورنہ میرا بس چلے تو میں ایک منٹ بھی ان کے پاس سے نہ ہلوں۔'' اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر شکایتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ارے کزن دکھ سکھ زندگی کے ساتھ ہیں۔ ڈونٹ وری، شی ول بی پرفیکٹلی آل رائٹ۔'' اس کا تسلی دینے کا انداز بھی اس کی طرح لاپروا ہی تھا۔

''ہاں اللہ کرے ایسا ہی ہو____ وہ ہیں تو میں ہوں۔ میری بقا ان ہی سے ہے۔'' وہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

''اور اس گھر کی بقا تم سے ہے مجاب۔'' عون کے عنابی لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ شادی کی دھوم دھام کا اختتام اگر اس قیامت پر ہونا تھا تو کاش وہ ایک لمحہ بھی نہ مسکراتی۔ اپنی ماں سے ایک پل کو بھی الگ نہ ہوتی۔ ابھی رات ہی تو دلہن گھر میں آئی تھی۔ کتنی بے فکری، کتنا خوش کن ماحول تھا اس کے چاروں طرف۔ چمکتی مسکراتی آنکھیں، لہراتے رنگین آنچل، بے فکرے قہقہے اور ان کے بیچ اس کی مضمحل اور بیماری کے ہاتھوں ٹوٹی ہوئی ماں کے خشک لبوں کی مسکراہٹ وہ سب کے درمیان میں آ بیٹھی تھیں اور سب کو خوش دیکھ کر دل سے مسکرا رہی تھی۔ پھر پھر یہ کیا ہو گیا تھا اے خدا۔ فجر کی اذان کے ساتھ ہی ایک نامعلوم احساس کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے شیریں بیگم کی طرف دیکھا جو کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کا رخ اس کی جانب تھا۔ چہرے پر انتہائی سکون اور ایک عجیب سا سکوت نظر آ رہا تھا۔ اور پتا نہیں کیوں اس کا دل گھبرا اٹھا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر ان کے بستر کے قریب آ گئی۔

''امی امی آنکھیں کھولیں پلیز۔'' اس کی

آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔ شیریں بیگم کا بے جان وجود اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ رات کے جانے کس پہر وہ اس سے اور دنیا سے ناتا توڑ کے ہمیشہ کے لئے جا چکی تھی۔

''نہیں نہیں امی ایسا نہ کریں اللہ کے لیے امی آنکھیں کھولیں۔'' اس نے ان کے سینے پر سر رکھا۔ مگر ممتا سے لبریز دھڑکتا دل اور مہربان سینہ آج خاموش تھا۔ آج تھکے ہوئے نرم بازوؤں نے اسے خود میں نہیں سمویا تھا۔ اسی طرح بے جان پہلوؤں میں پڑے تھے۔

''امی امی نہیں۔'' وہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ تائی امی عون مانی بھائی خدا کے لئے آئیں، جلدی آئیں میری امی۔'' وہ ننگے پاؤں اپنے پورشن سے نکل کر بھاگی تھی اور سامنے سے آتے عون سے بری طرح ٹکرا گئی۔ عون نے اس کے وحشت بھرے لہجے اور خوفزدہ بھیگی آنکھوں کی طرف دیکھا، بمشکل اس کو بازوؤں کا سہارا دیا۔

''عون عون! میری امی۔'' زبان نے ساتھ نہ دیا۔ وہ اس کا کالر پکڑے روتی بلکتی اس کے بازوؤں میں ہی جھول گئی تھی۔ عون لق ودق کھڑا تھا۔

''کیا ہوا چچی کو۔'' اس نے پاس پڑی کرسی پر اسے کسی طرح بٹھایا اور جلدی سے اپنی ماں کو بلانے دوڑ پڑا۔ وہ ایک سکتے کی کیفیت میں تھی۔ جس کی کل متاع اس سے چھین لی جائے تو پھر وہ سانس لیتے ہوئے بھی زندہ نہیں رہتا۔ کیا تھا اس کے دامن میں؟ کیا بچا تھا، کچھ بھی تو نہیں یہ ظالم وقت جس نے اس سے باپ کا سایہ چھینا تو جیسے مہربان سائبان چھین کر زمانے کی دھوپ میں لا کھڑا کیا اور آج مہربان ماں کو چھین کر اس کے پاؤں تلے سے زمین بھی سرکا دی تھی۔ وہ ہوا میں معلق تھی بنا کسی سہارے کے۔ کڑی دھوپ میں جلتے وجود کے ساتھ۔

رفتہ رفتہ زندگی اپنے معمول پر آ گئی۔ خاموشی سی شیریں بیگم کا بے ضرر وجود بھلا کوئی کب تک یاد رکھ سکتا تھا۔ ایسے لوگ جو اپنے وجود کا احساس دلائے بغیر خاموشی سے اپنی زندگی جی جاتے ہیں۔ ان کی کمی کو کوئی محسوس تک نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھار کام کی زیادتی کے باعث دو محنتی ہاتھ ضرور یاد آجاتے ہیں۔ مگر اس کی تو وہ ماں تھیں۔ ماں، جس کا وجود ہی چین اور سکھ سے عبارت ہوتا ہے اور جیسے وہ جاتے ہوئے چین اور سکھ سمیٹ کر لے گئی تھیں۔

''امی امی آپ کیوں چلی گئیں مجھے چھوڑ کر؟'' رات کی تنہائی میں اپنے کمرے کے اندھیرے میں اکثر اس کے ہونٹوں پر سسکتے ہوئے شکوے مچل جاتے۔ زندگی اس کے لئے تو ویسے ہی ختم ہو چکی تھی۔ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا۔ کھلی کھڑکی سے آتی خنک ہوا نے نے اس کے وجود کو کپکپا کے رکھ دیا۔ اس نے ایک جھرجھری لی۔

فصیل زندگی اور خندق جاں
نہ گرتی ہے نہ بھرتی ہے کروں کیا
سسکتی آرزو، زخمی تمنا
نہ جیتی ہے نہ مرتی ہے کروں کیا

زخمی لبوں پر درد دو پٹیوں کی طرح جما ہوا تھا اور آنکھیں کسی ویران صحرا کی طرح خالی خالی تھیں۔ عون کو وہ کوئی بھٹکی ہوئی روح لگتی۔ جو سارا دن گھر میں بے مقصد ادھر ادھر گھومتی رہتی۔ اپنے آپ سے بے نیاز، کندھے پر جھولتا دوپٹہ اور

بکھرے بالوں کی لمبی لمبی لٹیں چہرے کے اطراف پھیلی ہوئی ہوتیں۔ کسی نے زبردستی کھانا کھلا دیا تو کھا لیا ورنہ بھوک اور پیاس سے بھی بے نیاز ہو گئی تھی وہ۔

وہ پونیاں جھلاتی منہ بسورتی وہ گول مٹول سی بچی جس کے چہرے پر والدین کی محبت اور ان کے ساتھ کی آسودگی کا اعتماد جگمگاتا تھا۔ آج اس ویران چہرے پر پھیلی محرومی اور بے حسی کی تحریر نے عجیب سا سوز پیدا کر دیا تھا۔ ہر پل نم رہنے والی پلکیں اور بنا مسکراہٹ کے اس کے لب جیسے عون کے لیے بالکل اجنبی تھے۔ وہ اس بے جان عورت میں زندگی ڈالنا چاہتا تھا۔ دوبارہ اسی طرح ہنستا کھلکھلاتا دیکھنا چاہتا تھا اسے۔ اس شام ہار سنگھار کے خاموش بزرگ درخت تلے اسے ساکت بیٹھا دیکھ کر وہ اپنے قدموں کو نہ روک پایا اور اس کے قریب چلا آیا۔

''مجاب'' بہت قریب آ کر اس نے دھیمے سے اسے پکارا۔ اس نے اپنی بھاری پلکیں اوپر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر بولی کچھ بھی نہیں۔

''ایک بات کہوں مانو گی؟'' عون اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر جمائے ہوئے قدرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔ وہ خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھے گئی۔ بولی اب بھی کچھ نہیں۔ وہ اس سے قدرے ہٹ کر اسی کی طرح گھاس پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر دونوں کے مابین خاموشی رہی۔ پتا نہیں خاموش تھی یا بزبان خاموشی کوئی گفتگو۔ عون نے بکھرے بالوں اور ویران آنکھوں کو دیکھ کر نظروں کا رخ بدل لیا۔

''اس طرح مت رہو مجاب۔'' چند الفاظ میں کیا نہیں تھا۔ محبت، فکر، بے بسی، احساس اپنائیت۔ کتنے دن بعد مجاب سے کسی نے اپنائیت سے بات کی تھی۔ مجاب خالی خالی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''میں تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتا۔'' عون گھاس کے تنکے نوچتے ہوئے سر جھکائے جھکائے بولا۔

''کیوں؟'' خاموشی ٹوٹ گئی تھی۔

''کیونکہ۔۔کیونکہ مجاب تم ___ تم میری ہو۔'' اب کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہوئے عون اس کی مزید کسی بات کا انتظار کیے بنا اٹھ کر چلا گیا۔ مجاب نے جاتے ہوئے عون کی پشت پر نظر ڈالی۔ زخمی سی مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کو چھو لیا۔

''دیوانے کا خواب محبت عون صاحب جنم جلی ہوں میں محبت کبھی مجھے راس نہیں آسکتی۔ میرا وجود محبت کے لیے نہیں بنا۔ میں نے جس کو چاہا وقت نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ جس نے مجھ سے محبت کی وہ مجھ سے اسطرح بچھڑا کہ پھر عمر بھر اس کا وجود ایک خواب بن کر رہ گیا۔

تم نے شائد غور نہیں کیا۔ سر اٹھا کر ہار سنگھار کے مہربان درخت کو دیکھا، بے شمار پرندوں کو اپنی آغوش میں چھپائے خاموش کھڑا یہ درخت اس کے درد کا راز دار بن گیا تھا۔ اس نے بکھرے بالوں کی لٹوں کو سمیٹ کر جوڑا سا بنایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجاب بی بی اپنے درد کا اشتہار بنانا تو اچھی بات نہیں۔ یہ دنیا دل میں کب جھانکتی ہے۔ مصنوعی مسکراہٹ، مصنوعی خوش دلی اپنے لیے نہیں دوسروں کے لئے خود کو جینا ہوگا۔ زندگی کچھ بھی کہے، دل پر جو بھی گزرے، کسی کو اس سے کیا

لینا دینا۔ لوگوں کے نزدیک آنسوؤں کی بھلا کیا حیثیت یہ آنسو اپنے اندر سمو لو۔'' وہ جیسے خود کو نصیحت کر رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سب نے دیکھا کہ اس کے بجھے چہرے پر زندگی کی کچھ رمق نظر آنے لگی۔ عون کی بولتی آنکھیں ہر پل اس کا حصار کیے رہتی تھیں اور وہ جیسے جان کر بھی انجان بنی رہتی۔

''تائی امی! لائیں میں سبزی بنا دوں۔'' وہ کچن کے دروازے میں کھڑی تھی۔ تائی جان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ معمول سے ہٹ کر آج وہ قدرے بہتر دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے سبزی کی باسکٹ اس کے ہاتھ میں دی اور باہر نکل گئیں۔ اس دن اس نے اپنے آپ کو گھر کے کاموں میں مصروف رکھا اور خود کو بہت بہتر محسوس کیا تھا۔ مہرین اور ارمان ہنی مون کے لیے ناردرن ٹور پر گئے ہوئے تھے۔ شام میں آفتاب خان نے اسے ٹیبل پر کھانا لگاتے دیکھا تو دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے اس کے قریب چلے آئے۔

''کیسی ہو مجاب بیٹا۔'' ان کا مشفق ہاتھ اس کے سر پر تھا۔ محبت بھرے لہجے نے اس کی پلکوں کو بھگو دیا۔

''ٹھیک ہوں تایا ابو۔'' اسے ان سے بابا کی خوشبو آئی تھی۔ مگر وہ بابا کی طرح زندہ دل نہیں تھے۔ اپنے آپ میں گم رہنے والے خاموش سے تایا ابو کا اتنا کہہ دینا ہی مجاب کے لیے بہت تھا۔

''بہت دنوں بعد تمہیں دیکھا بیٹا۔ اپنا خیال رکھا کرو۔ سب کے درمیان بیٹھا کرو۔ دل بہل جاتا ہے اس طرح۔'' اس کا سر اپنے کندھے سے لگائے وہ بہت دھیمے سے اس کو سمجھا رہے تھے۔

''تایا ابو بابا کو کیا ہو گیا۔ کیا بابا اب کبھی واپس نہیں آئیں گے تایا ابو میں نے سنا ہے جب کوئی مر جاتا ہے پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ آپ بابا سے کہو نا اس طرح نہ جائیں۔'' گیارہ سالہ بچی کا بلکنا کسی سے دیکھا نہ جاتا تھا اور آج پھر قسمت نے اس سے ایک قیمتی متاع چھین لی تھی۔ آج پھر اس کے لبوں پر سوال تھا۔ اور آفتاب خان نہ اس وقت کوئی جواب دے پائے تھے نہ ہی آج، ان کی پلکوں کے گوشے بھیگ گئے تھے۔ انہوں نے اس کا سر ہلکے سے تھپتھپایا اور کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

پھر عون کی مدد سے اسے قریب کے ہی ایک انگلش گرامر اسکول میں جاب مل گئی۔ عون نے ہی اسے مشورہ دیا تھا کہ جب تک رزلٹ نہیں آتا تب تک اپنے آپ کو مصروف رکھو۔ پھر آگے ایم فل میں ایڈمشن لے لینا۔ اسکول کا ماحول بہت خوشگوار تھا۔ ننھے منے بچوں کے ساتھ آدھا دن گزار کر جب وہ واپس آتی تو اتنی تھکی ہوئی ہوتی کہ دن کا کھانا کھا کر سو جاتی۔ پھر شام میں اٹھ کر تائی امی کے ساتھ گھر کے کام میں ہاتھ بٹاتی۔ زندگی ایک روٹین کے تحت گزر رہی تھی کہ انہی دنوں میں مہرین اور ارمان کی واپسی نے گھر میں جیسے نئی زندگی دوڑا دی۔ دعوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کبھی کبھار وہ بھی ساتھ ہو لیتی۔ لیکن زیادہ تر اس کی کوشش ہوتی کہ اسے گھر پر ہی رہنے دیا جائے۔ اسے تنہائی میں سکون ملتا تھا کیونکہ تنہا ہوتے ہی اس کی ماں اس کے قریب چلی آتی۔ اسے اپنی مہربان بانہوں میں بھر کر اس کے درد سمیٹ لیتی۔ اس کے باہر ایک

دنیا تھی اور ایک دنیا اس کے اندر تھی۔ سارا دن وہ باہر کی دنیا میں جیتی تھی اور تنہائی اور رات کے سناٹے میں اپنے اندر کی دنیا میں۔ اس دنیا میں اس کی ماں کی ممتا کا خزانہ تھا۔ باپ کی شفقت بھری بانہوں کا سہارا تھا۔ ایک سرخوشی تھی۔ ایک سکون تھا۔ کوئی دکھ نہیں تھا۔ کوئی محرومی نہیں تھی۔

''مجاب! کیا کر رہی ہو؟'' عون جہاں کہیں اسے اکیلا بیٹھے دیکھتا تو آ دھمکتا تھا۔ لیکن اس دن کے بعد آج تک اس نے دوبارہ ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ بس بولتی آنکھوں سے اسے سمجھانے اور بتانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا اور وہ نظر انداز کرتی رہتی تھی۔

''کچھ نہیں بس بچوں کے کچھ ٹیسٹ تھے وہ چیک کر رہی تھی۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑی نوٹ بکس ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بنا جواب دیا۔

''تم کہاں جا رہے تھے۔'' اس نے اسے سوٹڈ بوٹڈ دیکھا تو پوچھا۔

''بس یونہی آفس تک جانے کا پروگرام ہے۔ بابا کا اصرار ہے کہ مجھے آفس جوائن کر لینا چاہیے۔''

''تو ٹھیک ہی کہتے ہیں تایا ابو۔ آخر تمہارا ایم بی اے کس دن کام آئے گا۔''

''مجھے بے زاری ہوتی ہے۔ میں بزنس مائنڈڈ نہیں ہوں۔ میں جاب کرنا چاہتا ہوں، یا پھر اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی بنانا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسا کام جس میں creativity ہو بس دو جمع دو پانچ کا چکر نہ ہو۔''

آفتاب خان کے باقی دونوں بیٹوں کے مقابلے میں عون کا ذہن بالکل الگ تھا۔ ارمان اور سعدان کاروباری ذہن کے مالک تھے اور والد کے ساتھ بہت خوشی سے بزنس میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔ بلکہ عون اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا تھا۔

''تو کیا تایا ابو مان جائیں گے؟ وہ ناراض نہیں ہوں گے۔'' مجاب نے کہا۔

''ان کو مان لینا چاہیے۔ اس میں بھلا نارارضی کی کیا بات۔ ان کے دو بیٹے آل ریڈی ان کیساتھ ہیں۔ کاروبار کو بہت اچھی طرف لک آفٹر کر رہے ہیں۔ میرے ہونے نہ ہونے سے کچھ خاص فرق نہیں پڑے گا۔ پھر مجھے وہ کیوں نہ کرنے دیں جس میں میری خوشی اور میرا سکون ہے۔ ان کو تو میرا ساتھ دینا چاہیے۔'' عون کا لہجہ مضبوط اور پختہ عزم لیے ہوئے تھا۔

''میں تو چاہتا ہوں کہ تم بھی ایجوکیشن کمپلیٹ کر کے میرے ساتھ ہی ایڈورٹائزنگ میں آ جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھی کری ایٹو مائنڈڈ ہو۔ ہم مل کر بہت سا کام کر سکتے ہیں مجاب۔'' عون کی آنکھیں آنے والے دنوں کی خوبصورت پرچھائیوں کا سوچ کر چمک رہی تھی۔ مجاب نے آنکھیں چرا لیں۔

''ساتھ دو گی نا۔'' معنی خیز لہجہ، مسکراتے ہوئے عنابی لب۔

''ابھی سے کیسے کہوں۔ تم کام شروع کرو۔ اگر تایا ابو نے اجازت دی تو پھر میں کام کروں گی تمہارے ساتھ۔'' مجاب نے اس کے لہجہ و مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

''یعنی تمہارے ساتھ کی امید تو رکھ سکتا ہوں نا۔'' اس کی گہری آنکھیں جانے کیا اگلوانا چاہتی

تھیں۔

”وقت پر منحصر ہے اور آپ شاید کہیں جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔“ وہ نوٹ بکس اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی کہ مبادا آج اس دشمن جاں کے سامنے چہرے کا کوئی تاثر اس کے دل کا بھید نہ کھول دے۔

”کب تک؟ ایک دن تمہاری یہ اداسیاں سمیٹنے کا حق پا ہی لوں گا میں۔“ عون نے اس کی لہراتی ناگن سی چٹیا پر نگاہ ڈالتے ہوئے سوچا اور اس کی چیئر گھماتا پورچ کی طرف بڑھ گیا۔

ہر گزرنے والا پل اس کے دل میں مجاب کی حیثیت کو مستحکم کرتا جا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجاب کا حصول اس کے لئے بالکل بھی مشکل نہیں تھا۔ کوئی ظالم ساج اور رقیب والا قدیمی تصور نہیں تھا۔ گھر ہی کی تو بات تھی۔ اسے یہ بھی پتا تھا کہ آفتاب خان کو اس کے اس چناؤ پر بے حد خوشی ہونی تھی۔ اپنی بے سہارا بھتیجی کو بہو بنانے پر بھلا انہیں کیا اعتراض ہوگا۔ سو اس طرف سے وہ بالکل بے فکر تھا۔ کہتے ہیں کہ تقدیر ہمیشہ تدبیر پر ہنستی ہے اور تقدیر ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔

وقت زخم دیتا ہے تو کسی طبیب کی طرح ان زخموں کا علاج بھی کرتا ہے درد دیتا ہے تو درد کا درماں بھی بنتا ہے آنسو دیتا ہے تو آنکھوں میں خواب کی فصلیں بھی اگا دیتا ہے۔ مجاب کی زندگی کی بھی دھوپ اور چھاؤں کا ایسا ہی سنگم تھی۔ ماں باپ کا پرشفقت سایہ اس کی زندگی کے دائرے سے بہت دور ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بدلے میں ایک اور محبت نے اسے اپنے مہربان پروں میں سمیٹ کر اس کے زخمی احساس کو تھپکیاں دینی شروع کر دی تھیں۔ اس کے احساس محرومی کو عون کی بے لوث محبت نے کسی حد تک کم کر دیا تھا۔ اس کا دل مسکرانے کو چاہنے لگا تھا۔ آنکھیں خواب بننے لگی تھی۔ بارش میں بھیگنا، تتلیوں کو پکڑنا، پھولوں کو گجرے بنانا، جھولا جھولنا یہاں تک کہ بچوں کے ساتھ بچہ بن جانے کو دل چاہتا اس کا۔

”امی۔۔۔امی جانی، کاش آج آپ ہوتیں آج آپ دیکھتیں مجھے مسکرانا آ گیا ہے۔ امی سچ میں میرا دل خوش رہنے لگا ہے۔ مگر میں کس کو بتاؤں کوئی بھی تو نہیں۔ آج آپ ہوتیں تو آپ کے سینے میں منہ چھپا کر میں اپنی زندگی کی واحد خوشی آپ کو بتاتی۔“ لان کی سبز گھاس پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے اس نے جیسے خود کلامی کی۔ مرون شال اپنے گرد لپیٹے وہ سردی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ پاؤں گھاس کی نمی اور ٹھنڈ کی وجہ سے گلابی ہو گئے تھے۔

”مجاب! کیا کر رہی ہو بیمار پڑنا ہے۔“ تائی امی نے لاؤنج کے دروازے سے اسے باہر لان میں گھومتے دیکھا تو آواز دی۔

”نہیں تائی امی! بس ابھی آتی ہوں۔“ اس نے چپل پاؤں میں اڑسے اور اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔ رات سونے سے پہلے وہ کچھ وقت اپنے پورشن میں ضرور گزارتی تھی۔ اپنی امی کی پرچھائیں سے باتیں کرتی تھی۔ ان کی خوشبو اپنی سانسوں میں اتارتی تھی۔ یہاں تنہائی تھی اس کی ماں کی یادیں تھیں اور اس کے لئے سکون ہی سکون تھا۔

خالدہ بیگم نے اس کی تنہائی کے خیال سے اپنے پورشن کا ایک کمرہ اس کے لیے ٹھیک کروا دیا تھا۔ وہ جہاندید خاتون تھیں۔ اپنے بیٹے کی بڑھتی

ہوئی دلچسپی اور دلچسپی کے مرکز کو بخوبی سمجھ چکی تھیں۔ سو ہر پل اسے اپنے آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتی تھیں۔

مجاب کو آج تک ان کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ عجیب پل میں تولہ پل میں ماشہ قسم کا مزاج تھا ان کا۔ کبھی تو اسے لگتا کہ وہ اس کا بے حد احساس کرتی ہیں اور کبھی کبھی وہ یکسر اجنبی اور پتھر کی مورت کی طرح لگنے لگتیں۔ احساس و محبت سے عاری بے حس اور بے نیاز۔

مہریت خاندان سے باہر سے اس گھر میں آئی تھی۔ مگر اس کی حیثیت اور وقعت خون کے رشتوں سے کہیں زیادہ تھی۔ خالدہ بیگم کی بے حد سپورٹ حاصل تھی اس کو۔ حالانکہ وہ گھریلو معاملات میں بالکل کوری تھی۔ کوئی کام بھی نہیں کرتی تھی۔ مگر پھر بھی گھر بھر کی لاڈلی بہو تھی اور وہ جو اس گھر کا خون اس گھر کی آدھی مالک تھی اس کے ساتھ ان کا سرد رویہ گھر بھر کی سمجھ میں نہیں آتا تھا حالانکہ وہ ہر وقت ان کا ساتھ دیتی تھی۔ ان خدمت میں دن رات لگی رہتی تھی مگر خالدہ بیگم کو خدا جانے کیا بیر تھا اس سے۔ ان کا دل چاہتا تو اس سے بات کر لیتیں۔ ورنہ سارا سارا دن ماتھے کی تیوریاں چڑھائے اپنے آپ میں مگن رہتیں۔ ایسے میں مجاب کا دل تڑپ اٹھتا۔ اسے مہربان ماں کا وجود یاد آ جاتا۔ درد سے بے تاب ہو کر وہ انہیں پکارے جاتی اور جواب میں کوئی آواز نہ پا کر بلکتی، روتی اور اس کا یہ درد اس کے یہ آنسو کمرے کی چار دیواریں خاموشی سے دیکھتی رہتیں۔ مگر کوئی نہیں تھا جو تسلی دیتا۔ اس کیفیت میں عون کی محبت کا احساس بھی کہیں دور جا سوتا۔

”تم بھی کچھ نہیں کر سکتے میرے لیے۔ محبت کے سب دعوے جھوٹے ہوتے ہیں۔ محبت میں بھی سوائے درد کے دکھ کے اور کچھ بھی نہیں۔ ایک نہ ایک دن تمہاری محبت کا یہ دعویٰ بھی اپنی موت آپ مر جائے گا۔ کیونکہ میرے نامعتبر وجود کو کس کس کی نظر میں معتبر کر سکو گے تم تھک جاؤ گے عون علی خان مگر میرے وجود سے لپٹے اندھیرے کو دور نہ کر پاؤ گے۔ میری پرچھائیں سے بھی بھاگو گے تم۔ کیونکہ میں اپنے نصیب جانتی ہوں۔ جو ازل سے خالی ہاتھ، خالی دامن ہو۔ اسے بھلا کیا ملے گا۔“

گلدان میں مری ہوئی تتلی اور ایک پھول
سوچوں اگر تو اس سے زیادہ نہیں ہو میں
پچھلے دنوں سے دل کو عجب بے خیالی ہے
یہ بھی پتا نہیں کہ ہوں یا نہیں ہوں میں

”یہی میری حقیقت ہے۔ یہی میری زندگی ہے۔“ ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے عون کی شبیہہ سے کہا تھا۔

”یہ تم جو مجھے تنہا دیکھ کر چلے آتے ہو میرے دکھ بانٹنے۔ مجھ پر محبتوں کی ٹھنڈی پھوار برسانے۔ ایک دن مجھے جلتا چھوڑ جاؤ گے۔ عون! مگر میں جانتی ہوں کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہوگا تم بھی مجبور ہو جاؤ گے نا۔ یہ رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آکاس بیل کی طرح وجود کے ساتھ لپٹ جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ خون چوستے رہتے ہیں۔ جذبوں کا قتل کر کے نفرت اور خود غرضی کا زہر رگوں میں اتارتے وجود کو نیلا کر دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی مرتے دم تک ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ جانے کس جرم کا خراج وصول کرتے ہیں۔“

چند دن پہلے جو ہر سو خوشی کا ایک عالم تھا۔ ایک عجیب سا سکھ اور نرالی سی شانتی کا جو احساس تھا

وہ خالدہ بیگم کے سرد رویے سے ختم ہو گیا تھا۔ خوابوں کی دیواریں بوسیدہ ہو کر زمین بوس ہونے لگی تھیں۔ حقیقت اپنا سیاہ چہرہ لیے پھر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''ہاں میں جانتی ہوں مجھے ناکردہ گناہ کی سزا ملے گی۔ کاش کوئی تو ہو جو انصاف کرے۔ کاش کسی میں تو اتنی جرأت پیدا ہو جائے۔'' محبت بہت تلخ ہوتی ہے اور یہ تلخی تو ان رویوں کا ردعمل تھی جنہیں وہ مسلسل فیس کرتی آ رہی تھی اور اب اس کی روح بھی بجھنے لگی تھی۔ اس نے اپنے کسی رویے سے عون کی نہ تو حوصلہ افزائی کی تھی اور نہ ہی اسے کوئی آس دلائی تھی۔ مگر خود انجانے میں اس کی محبت کی جوت دل میں جگا بیٹھی تھی۔

سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی مگر جیسے ہی عون کی گاڑی کی آواز سنائی دیتی وہ اپنے کمرے میں مقید ہو جاتی اور پھر سارا وقت باہر نہ نکلتی۔ عون آج کل اپنی ایڈورٹائزنگ کمپنی اسٹیبلش کر رہا تھا سو اکثر رات دیر سے گھر آتا تھا۔ ایسے میں اگر ان کا آمنا سامنا ہوتا تو لازمی عون اسے روک کر کچھ نہ کچھ کہتا اور اگر تائی امی کی نظر اس پر پڑ جاتی تو جو کچھ وہ سوچ سکتی تھیں اسے سوچ کر ہی جھرجھری سی آ جاتی۔

وہ ان کی نظروں سے بہت خائف رہتی تھی۔ پتا نہیں کیا سوچتی تھیں وہ اس کے بارے میں۔ اسے اپنی ماں کے ساتھ خالدہ بیگم کا رویہ بہت اچھی طرح یاد تھا۔ مگر اسے یہ پتا نہیں کہ آخر شیریں بیگم سے ایسا کیا قصور سرزد ہوا تھا۔ جس کی سزا خالدہ بیگم نے آخری سانس تک انہیں دی اور ان کے مرنے کے بعد حجاب کو تختہ مشق بنا لیا۔

اس نے کمرے میں جھانکا۔ خالدہ بیگم جائے نماز تہہ کر رہی تھیں۔

''امی امی میں آ جاؤں۔'' عون نے کہا تو خالدہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔

''کمال ہے! اب ماں کے کمرے میں آنے کے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہے۔'' وہ مسکرائیں۔ عون کمرے میں آیا۔

''آپ مصروف تو نہیں تھیں امی۔ بابا کہاں ہیں؟'' عون نے کمرے میں نظر دوڑائی۔

''تمہارے بابا کی آج کسی فارن ڈیلی گیشن کے ساتھ میٹنگ ہے دیر سے آئیں گے اور میں مصروف تھی یا نہیں۔ تم سے کم اتنی مصروف ہرگز نہیں کہ اپنے بیٹے کی بات نہ سن سکوں۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس ہی بستر پر بٹھا لیا۔

''ہاں اب بولا کیا بات ہے؟'' خالدہ بیگم نے پوری توجہ اس کی طرف مبذول کی، عون نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا پھر سر جھکا لیا۔

''امی آپ کو مجھ پر کتنا بھروسا ہے۔ میرے فیصلوں کے بارے میں آپ کا کیا اندازہ ہے۔''

''خیر ہے میرا بچہ؟ آج ایسی کیا بات ہو گئی؟'' انہوں نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس کی سنجیدگی آج انہیں عجیب لگ رہی تھی۔ کیونکہ وہ تو فیصلہ سنا دیا کرتا تھا۔

''امی پلیز بتائیں نا آپ کو یقین ہے کہ میں درست فیصلہ کرتا ہوں یا نہیں۔'' عون کے لہجے میں اصرار تھا۔

''اوہو میری جان مجھے یقین ہے میرا بچہ غلط فیصلہ نہیں کرتا۔ اب اصل مسئلہ بیان کرو کیا ہو گیا۔'' خالدہ بیگم اس کے چہرے پر کشمکش و پیچ کی

کیفیت دیکھ رہی تھیں۔ مگر معاملے کی نوعیت کی انہیں ٹھیک طرح سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''امی! میں محجاب سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' عون نے سر اٹھا کر انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ انہیں کچھ کچھ اندزہ تو تھا مگر پھر بھی جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ انہوں نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

''کیا کہا عون!'' وہ جیسے اس سے مزید یقین دہانی چاہتی تھیں۔

''امی۔ میں محجاب سے محبت کرتا ہوں اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔'' عون کا لہجہ مستحکم تھا۔

''لیکن محجاب ہی کیوں۔'' اور بھی کئی خوبصورت لڑکیاں ہیں پھر محجاب ہی کیوں آخر؟'' انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح اسے یہ احساس دلائیں کہ اس کا فیصلہ سراسر غلط ہے۔

''امی! میرا خیال ہے کہ اس میں ایک اچھی بیوی، اچھی بہو بننے کی ساری خصوصیات موجود ہیں۔ وہ ایک بیٹی کی طرح آپ کا خیال رکھے گی۔ مجھے یقین ہے۔'' عون کا محجاب کے اس طرح حق میں بولنا خالدہ بیگم کو جیسے طیش ہی دلا گیا۔

''ہاں مڈل کلاس لڑکیوں کی طرح یہ خدمت کے دکھاوے کرکے اس نے تمہیں تو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے مگر مجھے نا ممکن میں ایسی چالوں میں ہرگز آنے والی نہیں۔''

''امی محجاب ایسی ہرگز نہیں ہے پلیز امی آپ تھوڑا پوزیٹو سوچیں گی تو آپ کو اس کی خوبیوں کا اندازہ ہوگا۔ کتنے مہینے ہو چکے ہیں مہرین بھابی کو گھر میں آئے۔ کیا ایک بار بھی انہوں نے ایک کپ چائے ہی بنا کر آپ کو یا بابا کو دی ہو۔ ماں کا کوئی کام کیا ہو۔ جبکہ محجاب سارا سارا دن سکینہ کے ساتھ اور آپ کے ساتھ ہاتھ بٹاتی ہے۔'' عون انہیں حقیقت دکھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خالدہ بیگم ان لوگوں میں سے تھیں جن کی آنکھوں پر خود غرضی کی ایک عینک لگی ہوئی ہے۔ جس میں سے صرف اپنی مرضی کے چہرے ہی نظر آتے ہیں۔ انسان صرف وہی دیکھتا ہے جو اس کا ذہن ٹھیک سمجھتا ہے اور ان کا ذہن محجاب کو کسی صورت صحیح نہیں سمجھتا تھا۔

''امی محجاب آپ کے سامنے بڑی ہوئی۔ تعلیم حاصل کی۔ ایک ہی گھر میں رہی۔ آپ نے اس میں کیا برائی دیکھی۔'' عون آج ہر بات واضح کرنے کی غرض سے بیٹھا تھا۔

''برائی اس کی ظاہری ذات میں نہیں اور جو برائی ہے وہ میرے لئے ناقابل قبول ہے۔ میرا ذہن اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ بس میں نے کہہ دیا کہ اس کا خیال دل سے نکال دو۔'' خالدہ بیگم ہٹ دھرمی سے بولیں۔

''نہیں امی اس طرح نہیں، آپ کو انکار کی وجہ بتانی ہوگی۔'' عون ضدی لہجے میں بولا۔ خالدہ بیگم نے اس کی گہری آنکھوں سے جھانکتی ہوئی ضد پرکھ لی تھی۔ وہ ان کا بیٹا تھا۔ ان کا خون___ دو سال ان کی چھاتی سے حیات کشید کرنے والا ان کا یہ لاڈلا بیٹا کس طرح ضد اور اشتعال کے معاملے میں ان پر گیا تھا۔ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ انہوں نے اپنے لہجے میں نرمی اور محبت سموتے ہوئے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''عون کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ اس

کے لیے میں انکار کر رہی ہوں۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ کیا میں تمہارا برا چاہوں گی۔ کیا میں تمہاری خوشی نہیں چاہوں گی عون؟ بولو جواب دو۔ میں تو ہمیشہ یہ چاہتی ہوں کہ دنیا کی سب سے اچھی چیز میرے بیٹے کے لئے ہو۔'' انہوں نے اس کی پیشانی پر آئے بال پیچھے ہٹائے۔

''ٹھیک ہے امی آپ مجھے وجہ بتا دیں۔ اگر اس میں میرے لیے یا اس گھر کی بقا کے لیے کوئی برائی ہوئی تو آج کے بعد مجاب کا نام بھی میرے ہونٹوں کے لیے اجنبی ہو جائے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔'' عون کے لہجے میں سچائی تھی۔

خالدہ بیگم نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا۔ وہ جانتی تھی کہ عون اس وقت مطمئن نہیں ہوگا جب تک بات کی اصلیت نہیں جان لے گا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ مجاب کی ماں کا تعلق کس خاندان سے تھا۔'' خالدہ بیگم نے اسے سچ بتانے کی ٹھان لی۔

''نہیں میں نہیں جانتا۔'' عون ناسمجھی کے انداز میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ آخر اس معاملے کا اس کے اس مسئلے سے کیا تعلق ہے۔

''تم نہیں جانتے۔ تمہارے دادا اور دادی امی مرتے دم تک شیریں بیگم کو قبول نہیں کر سکے۔ انہوں نے کبھی اس عورت کو پسند نہیں کیا۔ لیکن مہتاب خان کی محبت میں خاموش رہے اور مہتاب خان اس کی زلفوں کے ایسے اسیر تھے کہ ان کا دھیان کبھی اس طرف گیا ہی نہیں۔ وہ ایک عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ مہتاب خان کی خاطر بظاہر اسلام قبول کر لیا اور ہمارے گھرانے میں شامل ہوئی۔''

انہوں نے جیسے اپنی دانست میں عون کی سماعت پر بم پھوڑا تھا۔ عون کی نگاہوں میں چچی کا خاموش، عبادت گزار وجود در آیا۔ دوپٹے میں لپٹا ان کا چہرہ ہمیشہ پرسکوت ہوتا تھا۔ وقت پر نماز ادا کرنا ان کا معمول تھا۔ وہ بے شک جتنی بھی مصروف ہوتیں اذان ہوتے ہی اپنی ہر مصروفیت ترک کر کے فوراً اللہ کے حضور میں حاضری دیتی تھیں اور خالدہ بیگم کی نظر میں انہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا۔ اسے اپنی ماں کی تنگ نظری پر بے حد افسوس ہوا۔

''ہم جیسے تنگ نظر مسلمانوں نے دین کی خوب صورتی کو گرہن لگا کر رکھ دیا ہے۔ ہم لوگوں کی ان غلطیوں کو بھی معاف کرنے کے روادار نہیں ہوتے جو ان سے سرزد بھی نہیں ہوتیں، ناکردہ گناہوں کی سزا دینے والے خدائی فوجدار۔

امی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کوئی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر کبھی اس کے پچھلے مذہب کی یاد دہانی اسے نہ کرائی جائے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے تا کہ اسے اپنے ایمان لانے پر شرمندگی نہیں فخر محسوس ہو قرآن کے مطابق جب کوئی غیر مسلم ایمان لاتا ہے تو وہ بالکل ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا ایک دن کا نوزائیدہ بچہ ـــــ اور پھر میں تو چاچو کی اس نیکی کو سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم ان کی خاطر اسلام قبول کر کے ہمارے دائرے میں شامل ہوئیں۔ کتنی بڑی سعادت نصیب ہوئی ہمارے خاندان کو امی۔'' عون کے لہجے میں عقیدت گھل گئی۔

''تم جو بھی کہو مگر میں یہ پسند نہیں کرتی کہ شیریں بیگم کی بیٹی میری بہو بنے۔'' ان کی وہی ایک ہٹ تھی۔

''امی وہ صرف شیریں بیگم کی بیٹی نہیں مہتاب خان کی بیٹی بھی تو ہے۔ اگر اس کی ماں پہلے عیسائی تھی تو کیا ہوا۔ باپ تو مسلمان ہی تھا نہ۔ یہ تو کوئی دلیل نہیں اسے روکنے کی۔ عون کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔

''عون مجھ سے بحث مت کرو۔ میں نے ایک بار انکار کر دیا تو بس کر دیا۔ اب جاؤ۔ بہت دیر ہو گئی ہے جا کر سو جاؤ۔'' انہوں نے اپنی دانست میں بات ختم کر دی تھی۔

''ٹھیک ہے امی میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن بحث ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میرا ذہن آپ کی کسی دلیل سے مطمئن نہیں ہوا۔ میری ڈیمانڈ ابھی بھی وہی ہے اور وہی رہے گی۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا دروازے سے باہر نکل گیا۔ خالدہ بیگم ہلتے پردے پر نظر جمائے بیٹھی تھیں۔

''میں تمہیں کسی بھی قیمت پر ایسا نہیں کرنے دوں گی عون۔ شیریں بیگم کی بیٹی میری بہو کبھی نہیں بنے گی۔ کبھی بھی نہیں۔'' وہ خود سے ہم کلام تھیں۔

اس نے گزرتے گزرتے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔ کمرہ دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ حیرت کی زیادتی کے باعث کمرے میں در آئی۔ نیم تاریکی اور دھوئیں نے کمرے میں موجود ہر چیز کو دھندلا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے بمشکل آنکھوں کو جھپک جھپک کر اندھیرے سے مانوسیت پیدا کی۔ سامنے بیڈ پر نیم دراز وجود اب اس کے احاطہ بصارت میں آیا تھا۔

''عون'' اس نے بہت ہلکے سے پکارا۔ عون نے لہو رنگ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں۔ مگر بولا کچھ نہیں۔

''عون یہ، یہ تم۔'' دکھ کی زیادتی سے اس سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایش ٹرے کی طرف توجہ مبذول کروائی۔

''تم تم اسموکنگ۔'' شدید تاسیف نے اسے گھیر لیا تھا۔

''کیوں کیا یہ بہت مشکل کام ہے جو میں نہیں کر سکتا۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولا۔

''ہنسو مت تمہاری ہنسی تمہارے چہرے اور آنکھوں کا ساتھ نہیں دے رہی۔'' وہ کڑھ کر بولی۔

''کمال ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جو میرا چہرہ اور میری آنکھیں پڑھتا ہے۔ نئی خبر ہے! ویسے اور کیا کیا ہے میرے چہرے پر۔'' وہ جیسے اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''مذاق مت اڑاؤ سیدھی طرح بتاؤ کیا ہوا ہے۔ ورنہ میں تایا ابو کو بتا دوں گی کہ تم کتنی زیادہ اسموکنگ کرتے ہو۔ تمہیں احساس ہی نہیں کہ کتنا خون جلا دیا ہے تم نے اپنا۔'' وہ بیڈ کے قریب کھڑی چڑ کر بول رہی تھی۔

''میرا بس چلے تو خود کا جلا دوں۔ اس دنیا کو ختم کر دوں مجاب بی بی، اس کی سوچیں زہر آلود تھیں۔ کیا کروں سامنے وہ ہستی آ کھڑی ہوئی ہے کہ جس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ پھر خود کو جلا جلا کر کیوں نہ ختم کر دوں۔

''اب بول بھی چکو کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ'' وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی۔

''میرا مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا۔ مجھے ایک طرف پڑا رہنے دو۔''

''ٹھیک ہے پھر تایا ابو ہی پوچھیں گے تم سے عون۔'' وہ تیزی سے مڑی تھی مگر اگلے ہی پل اس کا ہاتھ عون کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھا۔ وہ گھبرا کر پلٹی۔ اس کی آنکھوں کا جلتا ہوا تاثر اور چہرے کے ناقابل فہم تاثرات اور پھر ہاتھ پر لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی گرفت کی سختی۔ وہ بوکھلا گئی۔

''عون۔ ہاتھ چھوڑ دو میرا۔''

''تمہیں کہا تھا نا تم میری ہو تو تم میری ہو چاہے یہ بات منوانے کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑا میں کروں گا۔ میں اس زندگی کا کیا کروں گا جس میں تم نہیں ہوگی۔'' آخری جملہ کہتے کہتے اس کا لہجہ شکستہ ہوتا چلا گیا اور اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مجاب نے ایک پل ٹھہر کر اس کو دیکھا تو پھر جیسے حواس میں آتے ہی تیزی سے اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

شام میں سب ہی لان میں موجود تھے۔ آج حسن اتفاق آفتاب خان بھی سب کے ہمراہ تھے۔ چائے کے ساتھ ساتھ گپ شپ بھی جاری تھی۔

''یہ عون کہاں ہے۔ دو دن سے آفس بھی نہیں گیا وہ۔ کل میں گیا تھا اس کی کمپنی کے آفس۔ اس کے سیکرٹری نے بتایا کہ وہ نہیں آئے۔'' سعدان نے چائے کا گھونٹ بھری ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو خالدہ بیگم نے نظریں چرا لیں۔ کسی اور کو تو نہیں لیکن انہیں بہت اچھی طرح علم تھا کہ دو دن سے عون اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلا تھا نہ ہی اس نے کھانا کھایا تھا اور وہ خود۔ اگر اس لمحے وہ اس کے سامنے اپنی ممتا کی کمزوری ظاہر کر دیتیں تو پھر ساری زندگی انہیں مجاب کے ناپسندیدہ ناقابل برداشت وجود کو سہنا پڑتا۔ سو انہوں نے اپنی ممتا کو کہیں سلا دیا تھا۔

''بچہ ہے خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دی ہوئی تھی۔

''ابھی کہاں ہے عون۔'' آفتاب خان نے خالدہ بیگم سے پوچھا۔

''شائد اپنے کمرے ہوگا۔'' انہوں نے مبہم سا جواب دیا۔

''کمال ہے وہ گھر میں ہے اور آپ نے اسے چائے پر نہیں بلایا۔ کبھی بھی تو ہم لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جاؤ مانی بلا کر لاؤ اسے۔'' آفتاب خان نے ارمان کو اسے بلانے بھیجا اور کچھ ہی دیر بعد ارمان کے پیچھے بہت خاموش قدموں سے چلتا وہ آتا دکھائی دیا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو، سیاہی مائل ہونٹ، ستے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ ہمیشہ والے عون سے یکسر مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ خالدہ بیگم کا دل مٹھی میں آ گیا۔ آفتاب خان نے بہت گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ لیکن اس کی حالت کے حوالے سے کچھ بھی بات کرنے سے احتراز کرتے ہوئے بس اتنا کہا۔

''کیا حال ہے بیٹا جی آپ نے چائے نہیں پینی تھی کیا؟''

''نہیں ابو دل نہیں چاہ رہا۔'' اس نے بہت عام سے لہجے میں کہتے ہوئے قریب پڑی کرسی سنبھال لی۔ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مجاب نے چور نظروں سے اس کے مضمحل چہرے کو دیکھا اور پھر چائے کے برتن اٹھا کر کچن کی طرف چلی گئی، عون ارد گرد کے ماحول سے بہت اکتایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد معذرت کر کے وہ دوبارہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''خالدہ آپ نے عون کو دیکھا!'' آفتاب

خان نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھی اسے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

''کیا آپ کو اس سب کے بارے میں پتا ہے جو عون اس وقت فیل کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے ہر پریشانی میں واحد ماں کا وجود ایسا ہوتا ہے جس پر بچوں کا یقین اور اعتماد ہوتا ہے۔ اس کی بکھری ہوئی حالت اس بات کی گواہ ہے کہ وہ اس وقت شدید شکست وریخت کا شکار ہے۔ ایسے میں ایک ماں ہونے کے ناتے آپ اس کے بہت قریب جا کر اس کے مسئلے کو سمجھ سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے مجھ سے زیادہ آپ پر انحصار کرے گا۔ کیا آپ میرے خیال سے اتفاق کرتی ہیں۔'' ہمیشہ کے کم گو اور کسی معاملے میں دخل نہ دینے والے آفتاب خان سے انہیں بالکل امید نہیں تھی کہ وہ کسی معاملے کی جزئیات پر اس حد تک غور بھی کر سکتے ہیں۔

''جی'' وہ سر جھکا گئیں کہ انہیں کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔ اب وہ کیا کہتیں کہ عون کی اس حالت کی کسی حد تک وہ خود ذمہ دار تھیں۔

''صرف جی سے کام نہیں چلے گا۔ اسے اپنے وجود کا احساس دلائیں۔ آپ ماں ہیں۔ یقین کریں وہ اپنا ہر درد آپ کے سامنے کھول کر رکھ دے گا۔ اسے یہ اطمینان دلا دیں کہ اس کے غم اور اس کی خوشیاں آپ کے لئے ساری دنیا سے زیادہ اہم ہیں۔'' وہ رسان سے بولے۔

''کیا آپ نے اس سے پوچھا اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔'' اب وہ ان کا محاسبہ کر رہے تھے۔

''نہیں۔'' اس بار خالدہ بیگم کچھ شرمندہ تھیں۔ ''خالدہ بیگم ہم سب اپنی اپنی دنیاؤں میں گم ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہم اپنے بچوں سے بہت بے فکر اور لاپرواہ ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے گھر بار، دولت اور سوسائٹی سب کچھ بہت ضروری سہی مگر اولاد سے زیادہ اہم تو ہرگز بھی نہیں ہیں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔'' آفتاب خان کی نظریں ان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اپنے اندر ہی اندر کٹ رہی تھیں۔ رہ رہ کر عون کا چہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ انہیں اپنی خود غرضی پر افسوس ہوا۔

ایک ماں کے لیے ایک باپ کے لیے اولاد کی خوشی سے بڑھ کر بھی کچھ ہوتا ہے۔ کیا کسی ماں کی انا اتنی اہم ہوتی ہے کہ جس پر اولاد کی خوشیاں قربان کر دی جائیں۔

''کیسی ماں تھیں وہ۔ آفتاب خان ایک باپ ہو کر اپنے بچے کا چہرہ پڑھ سکتے تھے لیکن وہ ماں ہو کر اس کے احساسات کو نہ سمجھ سکیں۔ وہ ان کا بہت پیارا سعادت مند بیٹا تھا۔ ہمیشہ تعلیم میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والا۔ پورے خاندان میں اخلاق و کردار میں ایک مثال بن کر ان کا سر فخر سے بلند کیا تھا اس نے اس نے کبھی ان کی کسی بات سے روگردانی نہیں کی تھی۔ کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جس سے ان کا سر جھکا ہو۔ انہیں کسی کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہو اور اس سب کے بدلے آج تک اس نے ان سے کیا مانگا تھا۔ زندگی اس کی اپنی ذاتی تھی مگر وہ اپنی زندگی کا فیصلہ بھی ان کی رضا اور خوشی سے کرنا چاہتا تھا اور جب سے اسے یہ پتا چلا کہ وہ اس کی خوشی میں خوش نہیں ہیں تو وہ خاموش ہو گیا تھا۔ اپنی زندگی کو خود پر حرام کر لیا تھا اس نے۔'' ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''آپ کس سوچ میں پڑ گئیں خالدہ بیگم۔'' آفتاب خان کافی دیر سے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے۔

''کچھ نہیں بس سوچ رہی تھی کہ ہم ماں باپ زندگی کی ہر خوشی اولاد کو دینا فرض سمجھتے ہیں مگر جب وہی اولاد اپنی کسی خوشی کا ہم سے مطالبہ کرتی ہے تو وہاں خودی اور انا کا پرچم بلند کر لیتے ہیں''۔ خالدہ بیگم کی آنکھوں سے ضد کی پٹی اتر چکی تھی۔ سامنے کا منظر بہت واضح تھا۔ ایک معصوم وجود سے کیا جانے والا حقارت آمیز سلوک انہیں احساس دلا رہا تھا کہ آج تک انہوں نے زیادتی کی۔ ایک بے جرم بے گناہ کو نا کردہ غلطیوں کی سزا دیتی رہیں۔ اپنے ہی خون کو اپنے ہاتھوں اذیت سے دوچار کیے رکھا انہوں نے۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔'' آفتاب خان ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر کہ ابھی وقت ہاتھ میں ہے۔ کچھ ایسا نقصان نہیں ہوا جو نا قابل تلافی ہوتا۔ خدایا تیرا لاکھ کرم ہے۔'' انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی لہجے میں گہرا تشکر اور آنکھوں میں محبت تھی۔

''آپ فکر نہ کریں۔ ہمارے بچے خدا کی مہربانیوں کے سائے میں ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔ آ کر آپ کو بتاتی ہوں سب کچھ۔'' وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آفتاب خان حیران تھے۔ ذہن ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ انہوں نے مزید وقت ضائع کرنے کی بجائے عون کے کمرے کا رخ کیا۔ کچن سے باہر آتی ہوئے مجاب پر نگاہ پڑی تو وہ بہت خلوص سے مسکرائی تھیں۔ مجاب نے حیرت سے ان کو جاتے ہوئے دیکھا کچھ نہ کچھ غیر معمولی تھا۔ اس نے سر جھٹکا اور اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ حسب معمول ادھ کھلا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو گئیں۔ بستر پر نیم دراز عون غیر متوقع طور پر انہیں دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ ادھ جلا سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے اس نے ان کی طرف دیکھا۔ ''آیئے امی آپ؟ خیریت؟ مجھے بلا لیا ہوتا۔'' اس نے بیڈ پر پاؤں سمیٹ کر ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی۔ وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ نگاہیں بکھرے ہوئے کمرے سے ہوتی ہوئی عون پر ٹک گئیں۔ ان کی آنکھیں اپنے سامنے جس عون کو دیکھ رہی تھیں وہ اس عون سے کتنا مختلف تھا۔ جس کے دم سے ان کے گھر میں رونق تھی، ہنسی تھی، کھلکھلاہٹیں تھیں۔ یہ عون تو بجھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں کی جوت تو بہت مدھم تھی۔

یہ کیا کرنے چلی تھی وہ اپنی انا اپنے زعم میں کتنا بڑا نقصان کرنے چلی تھی وہ۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنے بچے کو بکھیر دینا چاہتی تھیں۔ کیا ایک بار وقت ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر واپس آتا کبھی نہیں خدا نے انہیں کتنے بڑے پچھتاوے سے بچا لیا۔ انہوں نے اس کے بکھرے ہوئے بال کشادہ پیشانی سے پیچھے ہٹائے۔

''عون یہ کیا حال بنا رکھا ہے میرا بچہ۔'' لہجے میں ممتا کا تفکر اور آرزو کی کمی تھی۔

''کیا ہوا امی۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ ڈونٹ وری۔'' وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

''ہوں میرا بیٹا اب ماں سے جھوٹ بھی کتنی تسلی سے بول لیتا ہے۔'' خالدہ بیگم دھیمے سے مسکرائیں۔ اس نے سر جھکا لیا۔

''بیٹا جی! ماں کی نظریں ایکسرے مشین کی طرح ہوتی ہیں۔ اندر تک جھانک لیتی ہیں۔''

''تو پھر میرا درد کیوں نہیں دیکھ سکتیں آپ۔'' اس نے شکوہ بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ مگر بولا کچھ نہیں اور وہ ان کی نگاہوں کا مفہوم بہت اچھی طرح سمجھ گئی تھیں۔ جس طرح آئینے سے گرد صاف ہو جائے تو ہر منظر واضح ہو جاتا ہے اسی طرح ان کی نگاہوں سے مصنوعی تفاخر اور ضد کی گرد ہٹی تو اب انہیں اپنے بچوں کے چہرے ان کے جذبات ان کے احساسات سبھی کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

''جلدی سے اٹھ جاؤ باتھ لو شیو کرو اچھے سے ڈریس اپ ہو جاؤ مجھے میرا عون چاہیے آئی سمجھ؟ انہوں نے پیار سے اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔ وہ حیران سا ان کو جاتا دیکھ رہا تھا۔

پھر ایک ہنگامی میٹنگ بلائی گئی۔ انہوں نے آفتاب خان اور باقی سب کو سب کچھ بتا دیا۔ گھر بھر میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ باہر زندگی اپنے جوبن پر تھی مگر وہ لاتعلق روٹھا روٹھا سا اکیلا بیٹھا تھا۔ آفتاب خان کے لیے یہ فیصلہ گویا زندگی کا پیغام تھا۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ارمان اور سعدان نے بھاگم بھاگ انتظامات کیے۔ ہنگامی صورت میں جس جس کو بلایا جا سکتا تھا بلا لیا گیا۔ محض دو گھنٹے کے قلیل وقت میں تمام انتظامات ہو گئے۔ مہرین حیرت کے بحر بیکراں میں غوطے لگاتی مجاب کو پارلر لے گئی تھی۔ انتہائی نفیس سے ٹی پنک اور پرپل امتزاج کے کامدانی سوٹ میں خوبصورت سی جیولری اور میک اپ کے ساتھ وہ حیران حیران سی بالکل گڑیا لگ رہی تھی۔

اسے ابھی تک اپنے دل کے خالی کشکول میں خدا کی مہربانی کی اس دولت کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک خواب کی کیفیت میں لان میں بچھے صوفے پر بیٹھی تھی۔ خاصی چہل پہل تھی۔

''اور کوئی اس الو کو تو انوائیٹ کرے کہ آ کر اپنا نکاح اٹینڈ کرے۔'' سعدان نے باآواز بلندی کہا۔

''میں کان سے پکڑ کر لاتی ہوں مسٹر کو۔'' مہرین وہاں سے مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اور کچھ ہی دیر بعد کاٹن کے شکنوں سے بھرپور سوٹ میں بڑھی ہوئی شیو، بکھرے بالوں کے ساتھ حیران پریشان مسٹر کو مجاب کے پہلو میں لا بٹھایا۔ اسے حیرت کا جھٹکا سا لگا تھا۔ یہ سب انتظام دیکھ کر۔ اس کی نظر ایک طرف نک سک سے درست امی اور بابا پر پڑی جو اسی کو دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

''دیکھو بھئی میں دن میں کہہ کر آئی تھی جناب اپنا حلیہ درست کر لیں۔ مگر آپ نے دعوت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اب یہ آپ کی سزا ہے انہی کپڑوں میں اسی حلیے میں دولہا کے فرائض سر انجام دینے پڑیں گے۔'' خالدہ بیگم مسکرا رہی تھیں۔

''مگر آپ نے مجھے اور کچھ نہیں بتایا تھا۔ یہ فاؤل ہے۔'' اس نے روٹھے پن سے کہا۔

''دیکھو میاں نوشہ ابھی اپنی چونچ بند کر لیں۔ یوں بھی اپنی آزادی کے دن تو اختتام پذیر ہوئے۔ سعدان اس کے کان میں گھسا۔ ''اور سرپرائز بھی تو کسی چڑیا کا نام ہے۔ چل اب زیادہ نخرے مت کر ایسا نہ ہو لڑکی تجھے اسے حلیے کی وجہ سے ریجیکٹ کر دے۔'' ارمان نے بھی اس کندھا تھپک کر گویا گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

ایجاب وقبول کی رسم ادا ہوگئی تھی اور ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا عون نے اب ذرا توجہ سے اپنے پہلو میں بیٹھی حسین گڑیا کو دیکھا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ باربی کے پہلو میں Jasor بیٹھا ہے۔ "کسی من چلے نے عون پر چوٹ کی۔" میں پریا بھی نیشن سے بجتی۔" معدان نے کان کھجائے۔

"اصل میں ہم عون بھائی کے لیے لنگور کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتے نا۔" مہرین کے ایک شرارتی کزن نے بانک لگائی۔ عون جھینپ گیا۔

"میاں صاحبزادے تمہارا جب اس طرح نکاح ہوگا تب پوچھوں گا تم سے۔" اس کی نظر محجاب پر پڑی جو شرمیلی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بھلا بار بی کیا ہے اس ہر شر با چہرے کے آگے۔" عون نے آگے کو جھک کر سرگوشی کی تو محجاب خود میں سمٹتی چلی گئی۔ کتنی سرخوشی تھی۔ ہر چہرہ بے فکری سے مسکرا رہا تھا۔ خالدہ بیگم نے عون اور محجاب کے پرسکون اور خوشی سے لبریز چہروں کو دیکھا سب کے مسکراتے چہرے ان کی نگاہوں میں جھلکے اور وہ طمانیت سے مسکرادیں۔ آج شائد انہوں نے شیریں بیگم کا قرض بھی چکا دیا تھا اور اپنے ماں ہونے کا حق بھی ادا کر دیا تھا۔

لاکھوں حسین سامنے آئیں بھی تو کیا عارف
آنکھوں کو سی لیا ہے تمہیں دیکھنے کے بعد

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

جانے کیا ملا یہ نصیب
زندگی سے اب یہ کہو
کہ غم ہوا کیوں سزا
خوشی کیسے ملی

ہر آس ٹوٹ گئی
وفائیں روٹھ گئیں
نہ کوئی اپنا رہا
جو آنکھیں دیکھتی تھیں
نہ اب وہ سپنا رہا
جو آنسو پوچھتے ہیں
چھپاؤں کیسے وہ میں
بتاؤں کیسے وہ میں
زندگی سے اب یہ کہو
کہ غم ہوا کیوں سزا
یہ دوریوں کا سفر
اکیلے کیسے کروں
عجیب دکھ ہیں میرے
جلائے دھوپ مجھے
ہائے نہ سایہ ساتھ رہے
یہ آہٹوں کی صدا
جو دے رہی ہے پتہ
وہاں تو کوئی نہیں
کہ کھوگئی ہے خوشی
صنم تمہارے لیے وہ سب کیا ہم نے
جو کوئی نہ کرسکا
ہوئے بدنام بہت پھر بھی چاہا ہے تمہیں
تم کو احساس نہیں
سب میرے ساتھ تھے کل
اب کوئی پاس نہیں
زندگی راس نہیں
جانے کیا ملا یہ نصیب
زندگی سے اب یہ کہو
کہ غم ہوا کیوں سزا

قارئین! کہانی پر تعریف وتنقید کا منتظر

داغ داغ دامن

۔۔تحریر۔ رفعت محمود۔ راولپنڈی۔ 0300.5034313۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ محبت کے پھول۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے داغ داغ دامن رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی و لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

میں نے تمام کاموں سے فارغ ہوکر گھڑی پر نظر ڈالی تو ایک بجنے میں ابھی کچھ دیر باقی تی گڑیا اسکول سے ایک بجے تک آتی تھی جب تک کے لیے میں جواب عرض لے کر بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور گڑیا اندر داخل ہوئی۔

اسلام علیکم۔ امی جان اس نے کتابیں میز پر رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ وعلیکم اسلام۔ میں نے حیرت پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ کیونکہ وہ گھر میں داخل ہوکر سلام اتنے زور سے کرتی تھی کہ کوئی سو بھی رہا ہو تو اٹھ جائے گڑیا تمہارے حلق میں تو لاؤڈ سپیکر فٹ ہے مگر میں اس پر اسے کبھی نہ ٹوک سکی کیونکہ اس کے ابو کو اس کی یہ عادت بہت پسند تھی کہ یہ سب کو ایک ساتھ یہ سلام کر دیتی ہے اور گھر کے کسی کونے میں ہوں پتہ چل جاتا ہے کہ گڑیا گھر آگئی ہے۔

جی امی کوئی بات نہیں اس نے قدرے رک کر کہا لڑ کر آئی ہو کسی سہیلی سے میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں تو کیوں۔ وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی ہم تو دیکھو اپنا کس قدر سرخ ہو رہا ہے میرا یہ کہنا تھا کہ اس کا چہرہ مزید سرخ ہو گیا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ اور اس سے پوچھتی وہ شرما کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ کل وہ خاموش خاموش سی رہتی ہے ایسے لگتا ہے جیسے بیٹھے بیٹھے اسے کوئی خیال آتا ہو اور شرم سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے میں ہر بار اس سے پوچھنے کا سوچتی مگر کچھ خیال آتا کہ خود ہی بتادے گی ٹھیک ہے کئی بار مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ بتانا چاہتی ہے مگر شرم وحیا کی وجہ سے بتا نہیں پاتی۔

امی۔۔وہ۔۔وہ۔۔

ہاں۔ ہاں کہو بھی میں نے کہا۔

امی کیا ناچنا گانا اچھی بات ہے وہ رک رک کر کہہ ہی گئی گڑیا تم سے یہ کس نے کہا ہے میں نے سن سی ہو کر بولی۔

امی وہ ہم سی گئی۔

بتاؤ مجھے تم نے یہ کہاں سے سنا ہے میں نے سختی سے کہا امی ہمارے سکول میں پارٹی ہو رہی ہے نا وہ جلدی سے بولی تو ہماری مس نے کہا کہ سب اس کے لیے کچھ نہ کچھ کریں ناچنا گانے آتا ہے امی مجھے تو بہت شرم آئی مگر کچھ لڑکیوں نے ہاتھ اٹھا دیئے پھر وہ کہنے لگیں میں آپ کو کچھ گانے لکھواتی ہوں اگر کسی کے پاس سی ڈی میں گانے بھرے ہوں تو لے آئے گانے لکھوائے کہ اپنے دوستوں سے پوچھیں کہ یہ گانے کس کے پاس ہیں میں نے تو ساتھ والی لڑکی سے پوچھا کہ گانا ناچنا تو اچھی بات نہیں ہوتی تو وہ ہنس کر کہنے لگی تمہیں کچھ معلوم نہیں گڑیا اس لیے چپ رہو۔

اچھا دکھاؤ کہاں لکھے ہیں تم نے وہ گانے میں اس کی صورت کی طرف دیکھ کر بولی۔

یہ دیکھ کر وہ کاپی اٹھا لائی۔

ذرا تصویر سے تو نکل کر سامنے آ میری محبوبہ

کاش کوئی لڑکا مجھے پیار کرتا۔

یہ دعا ہے میری رب سے تجھے عاشقوں میں سب سے میرا عاشق پسند آئے۔

اف میرے خدایا میں نے سر تھام لیا یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں کیا سن رہی ہوں کیا یہ گانے اس قابل ہیں کہ فرشتوں کی طرح معصوم اور کلیوں کی طرح پاکیزہ ذہنی بچی لڑکیاں انہیں گنگنائیں گی ان پر ڈانس کریں گے مگر میری بیٹی گڑیا کیا اس سے محفوظ نہ رہ سکے گی کیا میری تربیت میری محبت ضائع ہو جائے گی۔

نہیں۔نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں اپنی گڑیا پر ان ناپاک چیزوں کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی میں اس کے دل و دماغ کو آلودہ نہیں ہونے دوں گی۔امی یہ بری بات ہے نا مجھے گڑیا کی آواز کہیں دور سے سنائی دی۔

ہاں بیٹی بری بات ہے بہت ہی بری میں نے اسے سمجھایا اور پھر میں گہری سوچوں میں کھو گئی یا اللہ میں کیا کروں کیسے بچاؤں اس کو اس گندگی سے جو چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے آج مجھے اندازہ ہوا کہ اس دور میں بچوں کی اچھی تربیت کرنا کتنا مشکل کام ہے جہاں قدم قدم پر ایسے عناصر موجود ہوں وہاں سے دامن کو بچا کر چلنا مشکل ہے۔

گڑیا میری معصوم سی بیٹی میری اور میرے شوہر اسلم کی کل کائنات ہے جو ایک مقامی اسکول میں ساتویں کلاس میں زیر تعلیم تھی میں نے اس کی تربیت بے حد محتاط ہو کر کی ہے اسے ایک اچھی لڑکی بنانے میں دن رات ایک کر دیا اچھی اور بری باتوں کا فرق بتایا گھر میں ٹی وی ہے مگر میں نے کبھی اسے بچوں پروگراموں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھنے دیا اور نہ ہی خود دیکھا برے اشتہاروں اخلاق سوز گانوں بیکار اور فضول بے مقصد فلموں سے مجھے اور اسلم کو کوئی دلچسپی نہیں میں نے کبھی کوئی ڈرامہ دیکھ لیا اور اسلم کو تو بس خبروں سے ہی دلچسپی تھی اور یہ ساری احتیاط صرف گڑیا کی وجہ سے تھی کہ وہ ناپختہ ذہن کسی بات کا غلط تاثر نہ لے لے اسکی کم عمری اور ناسمجھی اسے کوئی بری عادت نہ سکھا دے کسی بری بات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے دے ہمیشہ اسے اچھی اور بامقصد کہانیاں پڑھنے کو دیں اسکی موجودگی میں ٹیپ بھی بلند آواز میں نہیں

چلاتی تھی کہ کہیں وہ گانے ہی نہ سیکھ جائے کبھی کسی خراب رسالے کو گھر نہ آنے دیا میں کبھی کبھی جواب عرض لاتی اور چھپا کر پڑھتی تھی میں نے ہمیشہ اسے بھلائی کا سبق پڑھایا تھا نیکی کی باتیں سکھائیں کسی بری بات کی قریب تک نہ جانے دیا اور وہ میری تربیت کا اچھا اثر لے رہی تھی وہ آج کل کے گندے ماحول سے کوسوں دور تھی اور میں مطمئن تھی کہ میری تربیت میں کوئی خامی نہیں ہے مگر آج سکول میں کیا سکنڈر آئی تھی کہ میری ساری احتیاط ساری محنت ضائع ہوتی نظر آرہی تھی۔ رات کا وقت تھا میں گڑیا کو ہوم ورک کروا رہی تھی۔

امی گڑیا لکھتے لکھتے بولی۔کل ہمارے سکول میں فلم دکھائی گئی تھی۔

فلم۔۔میں بری طرح چونک کر بولی۔

اسلم نے بھی اخبار پڑھتے پڑھتے سر اٹھایا۔

گڑیا تمہارے سکول میں یہ فلمیں کب سے دکھائی جانے لگیں ہیں اسلم فکر مند لہجے میں بولے۔

ہاں دیکھو لو ذرا ان کو انکو کیا حق پہنچتا ہے اسکول کے ماحول کو پراگندہ کرنے کا اور یہ معصوم ذہن جو ابھی اچھے اور برے کی تمیز بھی نہیں رکھتے کیا اثر قبول کریں گے صدمے سے میرا برا حال تھا کل کو ملک کی باگ دوڑ بھی ان ہی کو سنبھالنا ہے ان ہی سے وطن کی تقدیر وابستہ ہے اگر انکے دماغوں میں ابھی سے یہ زہر سرایت کر گیا تو کیا یہ عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے قابل بن سکیں گے۔

امی جان کئی لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ گڑیا یکدم بول پڑی کہ ہم نے گھر میں امی ابو کو کچھ نہ بتایا کہ ہم نے فلم دیکھی۔

اف خدایا جو والدین اپنے جگر گوشوں کو اس قسم کی آلودگیوں سے اور بے راہ روی سے بچائے رکھتے ہیں اور سکول میں یہ سوچ کر بھیجتے ہیں کہ وہاں سے کچھ بن کر کچھ سیکھ کر نکلیں گے زندگی کی اعلیٰ قدروں سے آگاہی ہوگی تا کہ زیست کی مشکل راہوں کو کامیابی و کامرانی سے طے کر سکیں مگر اسکولوں میں یہ سب ہوگا تو ہمارے بچے کیا سیکھ کر نکلیں گے۔

تو بیٹی آپ نے منع کیا ہوتا نا لڑکیوں کو اسلم بولے میں نے تو روکا تھا ابو مگر وہ کہنے لگیں گھر میں تو کوئی دکھاتا نہیں سکول میں بھی نہ دیکھیں گڑیا تیزی سے بولی۔ میں نے اسلم کی طرف دیکھا اور ہم دونوں یوں خاموش ہو گئے جیسے ہم ہی مجرم ہوں۔

آج بھی جب گڑیا سکول سے آئی تو کچھ چپ چپ سی تھی میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی کہ وہ کچھ خاموش سی رہنے لگی ہے اور اسکی خاموشی سے مجھے وحشت ہوتی ہے کیونکہ اسی کے دم سے میرے اور اسلم کے گلشن میں بہار تھی وہ سارا دن پرندوں کی طرح شور مچاتی اور میں اور اسلم اسے دیکھ دیکھ کر جیا کرتے مگر اب مجھے لگتا تھا کہ جیسے میرا گلشن ایک دم خزاؤں کی زد میں آگیا ہو کھانا کھاتے وقت بھی وہ خاموش خاموش سی تھی۔

گڑیا میں نے اس سے پوچھنے کی ٹھان لی۔

جی امی جان کیا بات ہے وہ چونک کر بولی۔

تمہارے چہرہ کیوں سرخ ہو رہا ہے میں نے اس سے پوچھا۔کچھ نہیں امی جان اس نے ہنستے ہوئے سر جھکا لیا۔

بھئی بات کیا ہے کیا مجھے نہیں بتاؤ گی میں نے دھیرے سے کہا۔امی جان مجھے شرم آتی ہے وہ اپنا فراک موڑتے ہوئے بولی۔

کس بات کی شرم آتی ہے ٹھیک طرح سے بتاؤ آج سکول میں کیا ہوا میں نے ذرا ڈانٹ کر کہا۔

امی وہ ہماری اردو کی مس ہے نا وہ عجیب عجیب سے باتیں کرتی ہیں وہ آہستہ سے بولی

عجیب عجیب کا کیا مطلب ہے میں چونکی۔

امی وہ ایسی ایسی باتیں کرتی ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے۔

بھئی وہ تم جیسی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں سے کیا باتیں کر سکتی ہیں باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہوں گی اور تم بس الٹا سیدھا مطلب نکال لیتی ہو میں نے ہنس کر کہا۔

نہیں امی آپ کو نہیں معلوم جب ان کا پیریڈ ہوتا ہے نا تو لڑکیاں کہتی ہیں آج پڑھائی نہیں ہوگی باتیں کریں گے اور وہ مان جاتی ہیں۔

امی ایک دن لڑکیوں نے ان سے کہا۔

مس آج آپ ہمیں گانا سنائیں۔

کیا۔۔میں حیرانی سے بولی لڑکیوں کی اتنی جرات اور کیا امی لڑکیاں مس سے بہت بے تکلف ہیں انہوں نے خود ہی لڑکیوں کی ڈھیل دے رکھی ہے اور وہ تو لڑکیوں سے گانے بھی سنتی ہیں اور آج لڑکیوں نے ان سے فرمائش بھی کر دیا اور انہوں نے سنا بھی دیا پھر آج فلموں پر باتیں کرنے لگیں کہ وہ فلم بڑی ہی زبردست تی میں تو بہت زیادہ فلمیں دیکھتی ہوں مگر یہ سب کلاس میں کہنے کی کیا ضرورت تھی مجھے غصہ آگیا۔

امی ساری لڑکیاں ایسی باتوں میں دلچسپی لیتی ہیں ایک روز مس کہنے لگی کہ اسکول کی طرف سے تمہیں ایک فلم دکھائی جائے گی وہی فلم جس کا تم نے ذکر کیا تھا لڑکیوں نے مختلف فلموں کے نام لیے امی جان مجھے تو نہیں معلوم اس نام میں کیا برائی تھی۔

اف خدایا میں تو اسے فلموں کے ذکر تک سے بچایا تھا یہ کیسا اسکول تھا پھر انہوں نے ایک لڑکی سے کہا کہ تم نے یہ گانا سنا ہے مجھے تو بہت ہی پسند ہے اکیلی بازار نہ جایا کرو نظر لگ جائے گی وہ یہ کہہ کر شرمندہ شرمندہ سی ہو کر چپ ہو گئی جیسے خود ہی مجرم ہو تو پھر اس لڑکی نے گانا سنا دیا میں نے ڈوبتے لہجے میں پوچھا۔

امی جان میں آنکھیں بند کر کے سنتی رہی تھی اور پھر اس کی آواز کی سب ہی تعریف کرنے لگے تھے۔کتنی بری بات ہے میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔امی جان وہ تو شروع ہی سے عجیب ہیں لڑکیاں ان سے شعروں کے مطلب پوچھتی ہیں تو وہ محبت کے بارے میں مطلب بتاتی ہیں۔

مجھے دکھ کے بجائے اس کی باتوں پر ہنسی آگئی کیسے بے شرم مطلب بتاتی ہیں۔

پتا نہیں امی مجھے تو اس کے مطلب سمجھ میں نہیں آتے مگر لڑکیاں منہ میں دوپٹہ ڈال کر ہنستی ہیں اور پھر مس ہنسنے لگتی ہیں۔

ہو سکتا ہے گڑیا وہ درست مطلب بتاتی ہوں مگر تمہاری سمجھ میں نہ آتے ہوں میں نے دوبتے لہجے میں پوچھا۔

نہیں امی جان ایسی بات نہیں ہے ایک دن انہوں نے ہمیں پکنک پر مضمون لکھنے کو دیا میں نے تو یہی لکھا کہ وہاں پر کھیلے کودے چیزیں کھائیں خوب سیر کی لیکن ایک لڑکی نے لکھا کہ وہاں ہم نے گانے گائے لڑکوں نے ہمیں چھیڑا ہماری تعریفیں کیں اور پتہ نہیں مس کیا کیا مجھے تو بہت غصہ آیا مجھے تو ایسی باتیں لکھنی نہیں آتی۔

میں حیران سی ہو کر اس کی باتیں سن رہی تھی اس کا ایک ایک لفظ میرے احساس پر تازیانہ بن کر لگ رہا تھا پھر امی ایک روز مس کلاس میں رسالہ لے کر آئیں کہنے لگی۔

آج میرا موڈ پڑھانے کا نہیں آپ لوگ آپس میں باتیں کریں میں یہ رسالہ پڑھوں گی جب وہ پڑھ چکی تو لڑکیوں نے ان سے رسالہ مانگا انہوں نے دے دیا اس کے ٹائٹل پر ایک بڑی سی تصویر تھی اور اندر بھی خراب خراب تصویریں تھیں میں نے تو ایک ہی دیکھی۔

گڑیا یہ تم کیا کہہ رہی ہو ہوش میں تو ہو مجھے غصہ سا آ گیا۔

اف خدایا میں نے تو کبھی ایسا رسالہ گھر میں نہ آنے دیا تھا۔ امی جان یقین کریں وہ سہم کو بولی یہ سب ہوا ہے آپ نے تو مجھے ہمیشہ سچ ہی بولنا سکھایا ہے ایک بار کلاس میں مس نے کہا کہ۔ اگر میں لڑکا ہوتی تو سب لڑکیوں سے الگ الگ پیار کے بارے میں پوچھتی اور تم نے کیا کہا میں نے اس سے پوچھا۔

امی جان میں نے مس سے کہا کہ اگر میں لڑکا ہوتی تو فوج میں جاتی جہاد میں شریک ہوتی ملک و قوم کی خدمت کرتی ایک لڑکی نے کہا اگر میں لڑکا ہوتی تو اردو والی مس سے شادی کر لیتی۔ واہٹ کیا تمہاری مس نے اسے کلاس سے باہر نہ نکالا میں نے پوچھا نہیں بلکہ مس ہنسنے لگیں پھر وہ کہنے لگیں بہت اچھی زندگی گزرتی ہماری پھر لڑکیوں نے پوچھا اگر آپ لڑکا ہوتی تو کیا کرتیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس لڑکی سے عشق کرتی اور پھر ایک روز اسے بھگا کر لے جاتی۔

اف مجھے ایسے لگا جیسے برف کی سیل کسی نے میرے سر پر رکھ دی ہو میرا دماغ چکرا گیا جہاں کے استاد ایسے ہوں وہاں شاگرد کیا بن کر نکلیں گے۔ اور امی جان مس کہہ رہی تھیں کہ تم پارٹی میں ایسے کپڑے پہن آنا جیسے اشتہاروں میں لڑکیاں پہنتی ہیں مگر میں نے تو وہ اشتہار نہیں دیکھا ہے مگر لڑکیاں کان پکڑ رہی تھیں کہ وہ تو بڑا خراب لباس ہے ہمارے گھر والے لے کر نہیں دیں گے مس کہہ رہی تھی میری شادی ہونے والی ہے آپ سب آئیے گا میری شادی میں پھر میں بھی آپ کی شادی میں آؤں گی آج کل پارٹی کے لیے ڈانس کی ریسرسل ہو رہی ہے نا لڑکیاں ناچتی ہیں تو نام لے کر کہتی ہیں کہ تم تو انڈیا کی اداکارہ کو بھی مات کر دیا ہے لڑکیوں کا ڈانس دیکھ کر تو مجھے اتنی شرم آئی کہ جیسے ایک ساتھ کئی جوتے کسی نے میرے سر پر مارے دیئے ہوں۔ سامنے بیٹھی ہوئی گڑیا کی شکل دھندلا سی گئی آنکھوں کے سامنے کالے کالے دھبے سے ناچنے لگے۔

بس کرو گڑیا خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ ۔ ۔ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا یہ میری وہ بیٹی باتیں کر رہی تھی جسے میں نے گانوں اور فلموں کے سائے سے بھی بچایا جسے میں نے کسی بری بات کے قریب بھی جانے نہ دیا جس کے کان میں میں نے کوئی غلط بات پڑنے نہ دی اس کی موجودگی میں میں اور اسلم کوئی غلط بات نہیں کرتے کہ کہیں اس کا چھوٹا سا بچہ ذہن کسی غلط خیال کو نہ اپنا لے اور یہی گڑیا میری فرشتوں سی معصوم سی بیٹی جب گھر کے چار دیواری سے نکل کر ایک دوسری چار دیواری میں جاتی ہے جسے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے اور ایسی باتیں سنتی ہے دیکھتی ہے جس کا کم از کم میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔

گڑیا میری جان میں نے اپنے سینے سے لگا لیا میں" تجھے کہاں لے جاؤں جہاں پر تجھ پر ا ساھناؤں نے معاشرے کا سایہ بھی نہ پڑے جہاں میں تجھے ٹی وی کیبل اور فلم کے مہلک اثرات سے محفوظ رکھ سکوں جہاں گندے رسالے اور اشتہار تیرے ذہن کو خراب نہ کر سکیں جہاں قدم قدم پر بہکارنے والے لوگ نہ ہوں جہاں پر اردو والی مس جیسے لوگوں کی پہنچ نہ ہو جہاں میں تیری تربیت فاطمہ جناں جیسی کر سکوں ملالہ یوسف زئی جیسی سوچ پیدا کر سکوں تا کہ ملک کا ہر بچہ تجھ پر فخر کرے مگر نہیں نہیں آج کل تو گلی گلی کوچوں میں انگلش میڈیم اسکول کھلے ہوئے ہیں جو بچوں کو گانے اور پارٹیوں میں ڈانس کی تربیت دے رہے ہیں کیا ہماری نئی نسل کل کو خراب نہیں ہو گی ان کا ناپختہ معصوم ذہن خراب نہیں ہونگے آج ہر دوسرے اسکول کالج میں ڈانس گانے کی پکی تربیت دی جا رہی ہے میری ان سے گزارش ہے کہ خدارا انہیں ایسی لعنت سے دور رکھیں جو انہیں گمراہ ہونے سے بچا سکے ورنہ آنے والا وقت بڑا نازک ہو گا جو تباہی اور بربادی لے کر آئے گا۔

رفعت محمود

فنا کے بعد مجھ کو ستا رہا ہے کولی
نقشہ میری قبر کا مٹا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
اداس میرے جنازے سے جا رہا ہے کوئی
خدائی سوتی ہے آنسو بہا رہا ہے کوئی
فرشتوں عرش سے گلاب کے پھول برساؤ
میری قبر کو دلہن بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلیستان

غزل

تو یہ بھی لکھنا
اداسیوں، مایوسیوں، بے وفاؤں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا
کہ چاند، ستارے، سیارے دل و دماغ، چاہت
الفت، آنکھیں اپنے پرائے جو کہتے تھے ہم آپ کے
سب بدل گئے وہ لمحے جو تیری راہوں میں تیرے
آنے
کے منتظر تھے وہ تھک کر نا امید ہو کر سایوں میں ڈھل
گئے
ہیں! وہ تیری یادیں تیری باتیں خیال وصورت
تصورات تیرے
وہ رنج و غم انداز تیرے دلائل تیرے، وہ تیری
دیدنی
تیری آنکھیں سوال تیرے
وہ تم سے میرے تمام ناطے رشتے بکھر گئے ہیں اجڑ
گئے ہیں
ڈھل گئے ہیں تڑپ گئے ہیں اداسیوں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا لرزتے ہونٹوں پر لڑکھڑاتی دعا کے
سورج پگھل گئے ہیں

زاھد اقبال، سحر سھندری

تیرے پیار کی دھوپ ہو تیرے پیار کے سائے ہوں
یہی موسم مجھے چاہیئے سب فضاؤں کے بدلے
فقط زندگی پیار سے خلوص سے نہیں چلتی
جانے کیا کیا کرنا پڑے زمانے کی رضاؤں کے بدلے
بے رخی کرو گے تو میری بات یاد رکھنا
جان چلی جائے گی تیری وفاؤں کے بدلے
تیرے خیال کی قید اور نگاہوں کی یہ زنجیریں
یہ سزا اچھی لگے گی مجھ کو سب سزاؤں کے بدلے

زاھد اقبال، سحر سمندری

سالِ نو کردار کے آئینے میں

۔۔تحریر۔محمد خاں انجم دیپالپور۔اوکاڑہ۔0347.6373135۔

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔محبت کے پھول۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے شکستہ دل اور تعلیم رکھا ہے۔یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

سوچتا ہوں میری ذات
میں تفاد کیا ہے
آج ان سطور
میں اتحاد کیا ہے
انجم آج پھر سال نو
کا آئینہ دیکھ رہا ہوں
میرے ظاہر و باطن سے
میری ایک جنگ سی ہے
کہ آخر میرے کردار کا
میرے نفس سے جہاد کیا ہے

شدید سردی اور دھند عروج پر تھی ہر سال کی طرح دسمبر 2015 بھی برف برسا رہا تھا آج اکتیس دسمبر کا سورج غروب ہو چکا تھا میں کام سے لوٹ رہا تھا موبائل پر بار بار میسج ٹون بن رہی تھی جو ایس ایم ایس اوپن کرتا۔ایڈوانس

Happy new year

کے الفاظ ہر نمبر سے نمایاں ہو رہے تھے میں اس عجیب سی فارمیلٹی کو بہت سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا اسی اضطراب میں کھانا بھی کچھ خاص نہیں کھایا چہل قدمی کے لیے گھر سے تھوڑا دور ایک چوک تک آ گیا بڑا ہی عجیب سا منظر دیکھ رہا تھا محلے کے چند منچلے سے نوجوان اپنی اپنی بائیک کے سلنسر اوپن کروا رہے تھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے نیو ائیر نائٹ منانی ہے کچھ منچلے جنس پارلر کا رخ کر کے فشل تھریڈنگ کراونے میں مصروف تھے گوایا کہا ایک عید کا سماں تھا روایت عادت یا عارضی سی خوشی تھی وقت کا ضائع تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسلی خطہ ارض پاکستان کے یہ باسی آخر کون سی روشن پر گامزن ہر کر لطف اندوز ہونے کا پلان کر رہے تھے۔
کیا یہ جنوری ہمارا تھا جس کو ہم ویلکم کہہ رہے تھے اگر ہمارا تھا تو محرم الحرام اسلامی سال کا

پہلا ماہ اس کا ہے ضمیر اور دماغ کی جنگ جاری تھی کیا کبھی ہم نے یکم محرم الحرام کو بھی پاس صاف ہو کر خود نور رابط ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز کیا کہ اے پرودگار تمہارا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں ایک اور اسلامی سال کی سعادت نصیب ہوئی آج ہم مضربی کلچر کا بول بالا تو بڑے اہتمام کے ساتھ کرنے کی تیاری میں مگن تھے لیکن افسوس اے اشرف المخلوقات تم اپنے رب کو پہچاننے سے انکاری ہو رہے ہو ہم جدید ہو ہو گئے ہیں کمپیوٹر بن گئے ہمارے بچے اسی کمپیوٹر کا ماؤیں بن گئے۔
یکم جنوری کی طرح ہماری تعتیل سنڈے کو برقرار رہ گئی جمعتہ المبارک کو ہمارے بزنس اوپن ہوتے ہیں مساجد میں گنتی کی تعداد ہوتی ہے ہفتہ گزرے یا سال ہمیں کچھ خبر نہیں ہوتی جس سے بھی پوچھیں آج کیا تاریخ ہے فورا بتا دیتا ہے انگریزی وہ گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے شاید یہ تاریخ ہوگی یا وہ ہوگی وارے انسان تمہیں کیا خبر ہماری تہذیب کیا ہے وقت کی بے رحم لہریں اور سنگلارخ ساعتیں آج کے جدت پسند انسان کو ایک کھلونا سا بنا رہی ہیں تہذیب کی تذلیل اصولوں کے جنازے ضعیف نازک کے تقدس لقمہ حرام کی پرورش حقوق العباد کی پامالی ظلم کی انتہا یہ سب کچھ ہماری فیور [illegible] ہوئی ہیں جس انسان کے وجود سے سینہ کائنات روشن ہوتا ہے اس انسان کو یکم محرم الحرام کا کچھ پتہ نہیں نئے سال کا اہتمام بڑے زور شور سے جاری ہے کیا کبھی ہم اکتیس دسمبر کی شام کو اپنے آپ کا احتساب کیا ہے کیا گزشتہ سال میں ہمارا سب سے قیمتی گہنا کیا تھا۔
کیا ہم نے چادر اور چاردیواری کا تقدس برقرار رکھا ہے کیا ہم نے جھوٹ ترک کیا یہ ہمارے موبائل فون جو آج ہر فرنڈز کے نمبر پر نئے سال کے ایس ایم ایس سینڈ کرتے نہیں تھک رہے ہم نے سال گزشتہ میں اس موبائل فون پر کتنے لوگوں کو ہرٹ کیا کتنے دل توڑے کتنے نمبرز پر فلرٹ کیا کیا ہمارے ادراک میں ہے کیا ہمارے وہم و گمان میں ہے کہ نہ جانے اکثریت صنف نازک ارمانوں کا خون ہو کر بننے والی لحد کی ہے اے جدت کے نام پر لوٹنے والو کبھی تم نے سوا اے نیو ائیر نائٹ کے نام پر غل غبارڑہ کرنے والو کبھی اپنے باطن کا احتساب بھی کیا کرو۔اے انسان آج تو دو ہزار سترہ کا سورج دیکھنے والا ہے یا دیکھ چکا ہے تو کیا سمجھتا ہے تمہاری عقل کے دائرے تمہارے شعور کی وسعتیں دو ہزار سترہ کو تمہارے لیے مسرتوں کا سال بنا دیں گی۔
نہیں کبھی نہیں اے نادان بشر کبھی رات کی تنہائی میں بچ موبائل کو سکھ کا سانس بھی لینے دیا کر یہ تمہاری جدت یہ تمہارا واٹس اپ یہ تمہارا ٹویر یہ تمہاری ایمو یہ تمہاری فیس بک دوزخ کا وہ سامان ہے جو تجھے آج نیو ائیر نائٹ منانے پر اکسا رہا ہے فلرٹ کرنے پر مجبور کر رہا ہے جھوٹ کو تمہاری رگوں میں اتار رہا ہے کبھی رکھ بھی دیا کر اپنا بچ موبائل کبھی احتساب ضمیر کر کبھی احتساب سال گزشتہ بھی کر کے تم نے دو ہزار سولہ میں کیا پایا کیا کھویا پایا کھ بھی نہیں ہے یہ حقیقت ہے تم نے ظلم کے پہاڑ ہی توڑے ہیں نا انصافی بر بریت اور انسانیت کے ساتھ دل سوز مذاق ہی کیے ہیں کبھی اپنی نادانیوں پر رب کے حضور آب دیدہ بھی ہو کر ہیپی نیو ائیر چھوڑ اپنے سال گزشتہ کے گناہوں گناہوں کی معافی بھی مانگ کے دیکھ اس سال نو کے اپنے کردار کا آئینہ بھی دیکھا کہ تم نے اتنی عمر

پانی ہر سال نیو ائیر نائٹ منائی لیکن تم کو ملا کیا جدت مغربی تہذیب جس کے نشے میں چور تم ہر روز ایک نیو لو کرتے ہو پیار کو تماشا بنا رکھا ہے صنف ناز کے جذبات سے چوبیس گھنٹے کھیلتے ہو محبتوں اور شادیوں کا کاروبار قرار دیا جا رہا ہے کچھ خیال کر اے نادان بشر تم اس خط پاک کو بھی بدنام کرنے سے باز نہیں آتے انٹرنیشنل سطح پر ہم ینگ جنریشن کی ان حرکات دسکنات کی وجہ سے ہم نمبروں پر ہمیں جدت نیٹ میں نہیں ہے آپ کی سوچ میں ہے کیا ہم قائداعظم کو ایک نیا پاکستان دے رہے ہیں جس میں فلرٹ انتہا کی بلندی کو چھو رہا ہے ادھر ایک لڑکی سے فرینڈ شپ ہوئی نہیں ادھر جھٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا لیکن یہ خط ارض پاکستان جو ہم نے کروڑوں قربانیوں سے حاصل کیا ہے کہ ایک آزاد اور مہذب معاشرے قیام عمل میں لایا جا سکے حقوق العباد کا تقدس پامال ہونے سے بچایا جا سکے افسوس صد افسوس آہ ہم کوئی ایک فرض بھی ایسا نہیں نبھا رہے جس سے انسانیت شرمسار نہ ہو رہی ہو بالغ مرد و زن پر نکاح کا فرض ایک لازمی پہلو ضرور ہے جس کے بنا انسانی زندگی کا تصور ادھورا ہے دور حاضر دیکھ لیں روز بروز ہر گزرتے ہوئے سال میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکا لڑکی اس فریضہ شادی کے توسط سے والدین سے نالاں نظر آتے ہیں ماڈرن ازم سوسائٹی اور فضول جدت کی تہذیب نے آج کی ینگ جنریشن کی سوچ کو صرف اپنی ذات تک محدود کر دیا ہے بات سکول و کالج کی ہو یونیورسٹی کی ہو نیو ائیر نائٹ منانے کی ہو یا پسند کی شادی کی ہو موقف یہی ہے کہ زندگی میری ہے میں جانوں یا میرا کام بے شک ہمارا پیارا مذہب اسلام بالغ مرد و زن کو اپنی پسند ناپسند کا اختیار دیتا ہے لیکن جو عمر ہمارے والدین کی ہے جو سوچ ہمارے بڑوں کی ہے وہ ہماری کبھی نہیں ہو سکتی وہ ہمارے لیے بہتر سوچتے ہیں لیکن مجال ہے ہم ان کی سن لیں نیور ہم پر ادھر محبت کا بھوت سوار ہوا نہیں اور ادھر ہم نے کورٹ میرج کی نہیں پھر وسائل ہم سے روٹھ جاتے ہیں اور مسائل ہی مسائل باقی رہ جاتے ہیں رزلٹ ایک دو سال میں ڈیوڈس تک آ جاتا ہے یاد رکھئے جو رتے برق رفتاری سے پروان چڑھتے ہیں وہ اسی سے بھی تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں گزشتہ چند برسوں میں شرع طلاق کا گراف بہت حد تک اپ ہوا ہے جو کسی بھی مہذب معاشرے میں ایک گالی کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے برا ہمارا نہیں چاہیے وہ نیو ائیر نائٹ ہو چاہے وہ سال گزشتہ میں اپنے آپ کا نہ ہونے والا احتساب ہو چاہے وہ طلاق ما معامہ ہو برا ہمارے والدین کا ہوتا ہے جن کی عزت پر انگلی اٹھتی ہے برا ہے تو صنف نازک کا ہے س کا ایسا قدم اٹھانے پر کبھی زندہ جلا یا دیا جاتا ہے کبھی تشدد کر کے در بدر کر دیا جاتا ہے کبھی گولی سے اڑا دیا جاتا ہے یہ وہ باتیں ہیں جن سے ہمارے ضمیر جاگتے ہیں لیکن افسوس ہے اپنی نادانیوں پر ندامت پھر بھی نہیں ہے آنکھ نم ہے دل گریہ زار ہے یہ سب کچھ ہمارا روز مرہ کا معمول بن چکا ہے جو سال گزشتہ میں بھی ہوا اور شاید سال نو میں بھی ہوتا رہے گا اپنے ضمیر سے پوچھو پھر کہ ہمیں سال نو میں ہر سال اکتیس دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی شب کو اپنا احتساب کرنا ہے یا نیو ائیر پیپی ہونا ہے صرف سوچنے کی ضرورت ہے لیکن کون سوچے گا کب سوچے گا معلوم نہیں ہے۔

میں نیو ائیر نائٹ کے خلاف نہیں لیکن باخدا سال گزشتہ کا احتساب از حد ضروری ہے ایک مزدور سارا دن اپنا پسینہ بہا کے مزدوری کرے گا تب شام کو اسے مزدوری ملے گی اگر ہم سارا دن چارپائی پر سوئے رہیں گے اور کہیں کہ شام کو کوئی آ کر ہمیں سونے کی مزدوری دے جائے تو یہ جھوٹ ہوگا ہم نے سال گزشتہ میں کیا مزدوری کی جس کی اجرت ہم نیو ائیر نائٹ وصول کرنے کی تیاری میں مگن ہیں ہمیں سوچنا چاہئے ان محبتوں کے حوالے سے ان رشتوں کے بارے میں ہم سب کو مل کر سوچنا ہے آپ کو اور اپنے ضمیر کو آگہی دنیا صرف ہم اہل قلم کا فرض نہیں ہے آپ بھی سوچنے فرض فرض ہوتا ہے چاہت وفا انسانیت حقیقت تصوف انصاف جذبات عظمت قیاس اخلاق جائز حاجات جیت مات شک و ثبات عشق رشک وقت عقیدت انداز بیان محو بیاں دکھ سکھ انمول اصول دھوکہ فریب ثبوت الزام شجر سایہ زندگی موت یہ سب کچھ ہر لمحے انسان کے ساتھ ہے ہر چیز کا راز یہ نظر الگ الگ ہے محبت اور وفا ہر زاویہ نگاہ میں پوشیدہ ہے عقل پہنچاتی ہے پیار دماغ فیصلے کرتا ہے مانتا ہوں لیکن دماغ کا ریموٹ ہمارے بس میں ہے بات جب بھی محبت میں مات ہونے کی آئی ہمیشہ انسان نے جذبات فیصلے کیے فضولیات سوچ کا ضائع بزدلانہ حرکات نے ہمیشہ زندگیاں چھینی اے انسان سوچ نیو ائیر نائٹ ہو یا پیار کی نائٹ ہو اپنے ضمیر سے جھگڑا ہو یا اپنی سوچ سے فائٹ ہو ہارتا وہی ہے جس کو آگہی نہیں ہوتی انسان شعور کا اونٹ کسی کروٹ بیٹھے گا مانا محبت دل سے ہوتی ہے لیکن دل اسی جسم کا حصہ دماغ بھی اسی شریر کا جز ہے۔ صنف نازک کی محبت ہی تو زندگی کا حاصل ہے محبت کر و لیکن اپنے آپ کو وفا کے زاویہ نگاہ سے پرکھنے کے بعد عورت کبھی بے وفا نہیں ہوتی محبت کبھی دل سے جدا نہیں ہوتی لیکن افسوس ہماری جدت نے ہمیں مار دیا ہم نے جزباتی پن کو وفا سمجھ لیا غلط فیصلوں کو پیار کے امر ہونے کا نام دے دیا محبت تو ایثار رہے پیار تو ہوش ہے جوش نہیں اگر آج ہمیں ہماری چاہت نہیں ملتی تو ہم غلط راستوں کو اپنا لیتے ہیں دکھ محبت پناہ گاہ ضبط برداشت عقل سے حاصل ہوتی ہے بات نیو ائیر نائٹ کی ہو بات سال نو یا سال گزشتہ کے احتساب کی ہو بات منزل کی ہو یا مسافت کی ہو بات کھونے کی ہو یا کچھ پانے کی عقل شعور لازمی پہلو ہے ہر رشتے کا ہر انسان عمل کا محبت میں کروں یا آپ عورت شامل حال ہو گی اور عورت دنیا کی مظلوم اور مجبور ترین مخلوق خدا ہے اسے بندہ بشر اپنے آپ کے اندر ایک قوت پیدا کر کے قابلیت پیدا کرے اگر تجھے تیرا پیار نہیں ملا تو سگریٹ مت پی نشہ مت کر میکدے مت جا اپنی جوانی مت برباد کر آ ن میں تجھے بتاؤں سکون سگریٹ شراب چرس آوارہ گردی میکشی میں نہیں ہے عشق تو انجوائے فلرٹ نہیں محبت کر عشق کر اسگر ناکامی ہو تو ایک گھر ایسا بھی ہے جس کے دروازے ہم پر آخری سانس تک کھلے ہیں آ میں بتاؤں محبت کا حاصل دکھ کا توڑ سکون کی تلاش اپنے ضمیر کو صاف کر دیکھ عشق کی منزل چھوڑ دنیا محبت کا روگ تیرا محبوب پرایا ہو گیا یا ہو جائے گا آ میں تجھے بتاؤں تیرا اصل محبوب جو تجھے تمہاری کامیابیوں کا راستہ بتائے گا پھر سب کچھ تیرا پھر ہر منزل تیری پھر کیسا روگ کیا دکھ پھر تو مانگتا جا تیرا محبوب تجھے دیتا جائے گا وہ

منزل ہر پل تجھے بلا رہی ہے مت کر خودکشی ایک محبوب کے بچھڑنے رپ چھوڑ جنس پرستی اپنا مقام پہچان اگر تم نے اپنا یہ مقام پہچان لیا تو کبھی تو یکم جنوری سال نو نہیں منائے گا بلکہ یکم محرم الحرام کو پاک صاف ہو کر رب کے حضور اپنی زندگی کا ایک اور سال وصول کرنے جائے گا چھوڑ خودغرضیاں آ وہ روشن راہ دیکھ جو تمہاری منزل ہے اے نادان بندہ بشر اب تو چھوڑ ٹچ موبائل اس نے تم کو دنیاوی محبت پر لگا دیا ہے آج تجھے تیرا محبوب چھوڑ گیا ارے پاگل انسان عورت تو ازل سے ابد تک مجبور ہے تم کس کو دوش دیتے ہو کس کو بے وفا لکھتے ہو اگر عورت سے وفا کرے تو والدین کی رسوائی اگر اپنے فرائض نبھائے تو تم اسے ہو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی عورت تو تمہاری نسل کی کھیتی ہے اس کو رسوا مت کر وخود سے گزرنا پڑے تو سمجھ تو اپنے اصل امتحان میں کامیاب ہونے والا ہے محبت کو عشق کا رنگ دے حقیقی عشق جس کو کبھی موت نہیں آتی جس کو کبھی مات نہیں ہوتی جو روشنی جو نور ہے اسی میں ہی تو سب سرور ہے میں چیلنج کرتا ہوں محبت کے بچھڑنے پر جسم کو سزا دے رہا ہو سگریٹ شراب چاقو چھریوں سے ایسا انسان حبیب پروردگار میں آئے رات کی تنہائی میں سائیڈ سونگ بند کر دے پچھلی رات کو اٹھے ایک نظر آسماں کو دیکھے اس آماں والے سے خوف زدہ ہو کر اپنی آنکھ نم کرے باوضو ہو کر اس مسلہ عشق پر بیٹھ جائے اصل عشق کی منازل دکھائے گا اس پروردگار کی بارگاہ میں گریہ زار ہو جائے تہجد کی نماز ادا کرے اگر جسم کانپ جائے ایک آنسو بھی خوف خدا میں گر جائے تو ہر منزل آسان ہر دکھ دور دنیا کو نیند کی آغوش میں چھوڑ اپنے رب کا قرب حاصل کر سکون تیری رگ رگ میں اتر جائے گا عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تجھے ہر منزل میں ساتھ لے کر خدا تک پہنچاتا جائے گا محبت کا روگ پیار کا والا جب اس عشق ڈھلے گا تو جنت کی حوریں تیری منتظر ہوں گی تو کیسے کہتا ہے۔

اے بندہ خدا کہ مجھے دنیا محبت میں ناکامی ہوئی تو میں خودکشی کر لوں گا محبت کی بنیاد تو بندے کو سکھاتی ہے منزل ہے تو کیسے کہتا ہے محبت جھوٹ ہے پیار دل کا روگ ہے اب بتا اے نادان بشر تجھے خدا کا قرب حاصل کرنے میں اسی عورت کا ہاتھ ملا جس کو تو نے بے وفا کہا اس عورت سے تم کو پیار ہوا تو یاد خدا سے رجوع ہوا اور جب بندہ اپنے رب کا ہو جاتا ہے تو کسی نیو ائیر نائٹ منانے کی ضرورت پیش نہیں آ گی پھر ٹچ موبائل انسان کی ضرورت تو ہو سکتی ہے پر عادت نہیں بات بہت طویل ہو گئی ہے جواب عرض کے صفحات پر اور لوگوں کا بھی حق ہے قلم کی سعتیں عدالت چاہتی ہیں میں جانتا ہوں چند لوگوں کو میری باتیں نشتر لگتیں گی لیکن وقتی طور پر جب وہ میری اس ادنیٰ سی تحریر کو تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں گے تو حقیقت لگیں گی پیار محبت وفا بے وفائی دل کا روگ محبوب سے جدائی یہ سب باتیں تو ساری زندگی ہم نے لکھی ہیں اور لکھتے رہیں گے لیکن ایک چھوٹا سا پیغام دیا ہے اپنے پڑھنے والوں کو کچھ نہ کچھ شعور انسان کا درس ہم اہل قلم کا ہی تو فرض ہے اس تحریر کو قلم نے بہت وسعت دینا چاہی لیکن مختصر کر دیا یہی سوچ کر کہ جواب عرض پر سب کا برابر کا حق ہے رائٹرز حضرات سے التماس کرتا ہوں کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ مختلف بھی لکھا کریں انسانی سوچ پر بات کرنا ماحول اور معاشرے پر وقت کی مناسبت سے قارئین کو آگہی دینا اس دور میں کسی بھی جہاد سے کم نہیں ہے۔

آؤ آج ہم سب ہم آواز ہو کر عہد کریں کہ محبتیں بھی کریں وفائیں بھی کریں ٹچ موبائل بھی یوز کریں اپنے آئیڈیل بھی تلاش کریں پوری دنیا کی انفارمیشن ہر انسان کا مجموعی اور بنیادی حق ہے لیکن خدارا اس جدید ٹیکنالوجی کے توسط سے برائی فلرٹ جھوٹ ہر لمحے نیو ائیر لو ہر نمبر سے فرینڈ شپ جو ایک حقیقی جذبے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا ایسا مت کریں رشتے ضرور بنائیں لیکن ان کو نبھانا سیکھیں ہمارے ہر رشتے کے ساتھ صنف نازک کا ساتھ لازمی پہلو ہے ان کے جذبات سے مت کھیلیں یکم جنوری کو بھی نیو ائیر منائیں اکتیس دسمبر کی شب کو بھی مبارکباد دیں لیکن اصولوں کی جنگ بھی ہمیں لڑنی چاہئے جس کے اندر سال گزشتہ اور سال نو کا احتساب از حد ضروری ہے اپنے روم میں لگا آئینہ تو ہر کوئی ہر پل دیکھتا ہے مزہ تو تب ہے اگر ہم سال نو میں اپنے کردار کا آئینہ بھی دیکھنے کا عہد کریں بہت ساری باتیں رہ گئیں چلو بشرط زندگی آئندہ کے سال نو میں سہی جواب عرض کے کسی بھی قاری کو میری اس تحریر نے اگر کوئی دکھ دیا ہو تو ایڈوانس معذرت چاہوں گا اپنی قیمتی آراہ سے جواب عرض کی روٹین سے قدرے مختلف میری اس تحریر پر مجھے ضرور نوازیئے گا اللہ نگہبان

محمد خاں انجم پاکپتن روڈ افضل

میرے بچھڑ جانے سے نہیں پڑے گا فرق اس کو
آج میں نے مر کے خواب میں آزمایا ہے
ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

نہیں کیے ہم نے غریبوں کی چوکھٹ پہ سجدے
جس چیز کی ضرورت ہے ہم خدا سے مانگ لیتے ہیں
سجدہ صابر بوریوالہ

میری زندگی میں کوئی اس طرح پیار کرنے والا لکھ دے اے رب
کہ میں بارش میں بھی رہوں تو وہ میرے آنسو کو پہچان لے
رضوان مشتاق نکال کلر سیداں

اک اس کی مسکان سے ہی تو دنیا میں رونق ہے
وہ ناراض ہو تو زمانہ بڑا ویران لگتا ہے
ضیاقت علی کوٹلی

محبت کی شطرنج میں وہ بڑا چالباز نکلا شاہ کی
اس نے دل کو مہرہ بنا کر ہم سے دنیا ہی چھین لی
میر ارمان سنگم فیصل آباد

یہ قید بھی سکھا دیتی ہے آداب محبت اے دوست
پنجرے میں تو پرندے بھی شرارت نہیں کرتے
بشارت علی ٹوبہ ٹیک سنگھ

روز آجاتے ہو سیران کے حالات پوچھنے
کسی روز کیوں نہیں کہتے کہ آجاؤ آزد ہو تم
احسن عباس ٹوبہ ٹیک سنگھ

بات بات پہ دیتے ہو پرندوں کی مثال
صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہمارا شہر چھوڑ دو
بشارت ٹوبہ ٹیک سنگھ

ہم زمانے میں بدنام فقط اس وجہ سے ہوئے احسن
کہ موسموں کی طرح ہمیں بدلنا نہیں آتا
احسن جی ٹوبہ ٹیک سنگھ

میری منزل میرے راستے میں رکاوٹ بن کے
میرے دشمن نہیں میرے اپنے یار بیٹھے ہیں
شہزاد سلطان کیف

یادیں

--تحریر۔ نداعلی عباس۔ سوہاوہ گجرخان--

السلام علیکم۔ یادیں۔ سٹوری لے کر آپ کی بزم میں ایک بار پھر قدم رکھا ہے مجھے امید ہے کہ آپ ہماری خواہشوں کو ضرور پورا کریں گے میں نے باقی تمام کہانیوں کی نسبت اس پر بہت محنت کی ہے مجھے امید ہے کہ میری کہانی قارئین کے دلوں پر نقش چھوڑے گی۔ یہ ایک ایسی دکھی داستان ہے جس نے اپنی جان دے کر اپنی محبت کو امر کر دیا اور ایک دوسرے سے کیے ہوئے وعدے پورے کر دکھائے محبت ہو تو ایسی ہو وہ اس محبت کی یادیں اپنے ماں باپ کے لیے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ہو گئے۔ ایک دکھی کہانی۔ ضرور پڑھئے اور اپنی رائے دیجئے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

تم وقار احمد کے کیا لگتی ہو جو اتنے دنوں بعد آن لائن ہوئی تھی فیس بک پہ انجان نمبر سے میسج دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔

تم کون ہو اور میرے پاپا کو کیسے جانتے ہو۔ جھٹ سے میسج لکھ کے بھیجا۔

اوہ تو تم میرے والد کا تعارف مبارک ہے وقار احمد نام ہے پھر کیسی ہو۔ ریپلائے یوں آیا جیسے اگلا اسی جواب کا منتظر تھا پڑھ کے وہ تپ اٹھی

اوہ خیر تو ہے میں تمہیں جانتی نہیں ہوں کیسے بتاؤں کہ میری خیریت پوچھ رہے ہو غصے میں لکھ کے بھیجا۔

تو کیا ہوا اگر تم نہیں جانتی تو میں تو جانتا ہوں نہ۔ واپس میسج آیا جسے وہ پڑھ کر سوچ میں پڑ گئی تھی کون ہو سکتا ہے جو مجھے جانتا ہے اور پاپا کو بھی۔ ماما۔ نہا۔ صدف۔ رباب۔ تنزیلہ۔ سمیرا۔ کون ہو سکتی ہے وہ کالج فیلو فرینڈ کو ذہن میں لاتے سوچنے لگی۔ تم ماہا ہو۔ میسج بھیجا نہیں۔ جواب آیا صدف ہو۔ پھر بھیجا۔ نہیں۔ رباب ہو۔ نو۔ کیونکہ نہا بدتمیز ہی مجھے رانگ نمبرز سے تنگ کرتی رہتی تھی نہیں جی میں نہا نہیں ہوں۔

او کے پھر تنزیلہ ہو گی۔ نہیں یار۔ ٹھیک ہے پھر سمیرا ہو گی۔ ہے ناں۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

اف پھر کون ہو وہ الجھی ہوئی یہ سب تمہاری دوستیں ہو گی سارہ وقار احمد میں لڑکی نہیں ہوں یار جواب آیا۔

تو پھر کون ہو تم غصے سے ٹائپ کیا۔

انسان ہوں یار۔ سمائل والا میسج آیا۔

انسان کا نام بھی ہوتا ہے ناں۔ سارا کا دل چاہا کہ اس کا سر پھوڑ دے وہ ٹھنڈی آہیں بھرتی میسج سینڈ کرنے لگی او کے تم بھی مجھے اور پاپا کو کیسے جانتے ہو یہ بتا دو۔

اگر نہ بتاؤں تو جواب آیا۔ تو تم جانتے ہیں

میں کیا کر سکتی ہوں سارا نے غصے سے لکھا۔

او کے تم کیا کر سکتی ہو یہ بھی بتا دو۔ چڑاتا ہوا سمائل کارٹون سمیت ٹیکسٹ آیا،

کچھ نہیں کر سکتی دفع ہو جاؤ تم بھاڑ میں۔ غصے سے لکھا اور سینڈ کر دیا موڈ ایک دم آف ہو گیا تھا ارے جنگلی بلی ناراض تو مت ہو بتاتا ہوں بتاتا ہوں۔ واپس ریپلائے آیا وہ کافی دیر اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی مگر جواب نہ آیا آخر قسم توڑ کر دوبارہ میسج کیا۔ اب بتا بھی دو مجھے تم میرے پاپا کو کیسے جانتے۔

وہ فرائزی سمپل سی بات ہے تم نے اپنی آئی ڈی سارا وقار احمد کے نام سے بنائی ہے تو سامنے والا صاف سمجھ جائے گا کہ تم سارا ہو اور وقار احمد یا تو تمہارے فادر ہیں یا ہسبنڈ تو میں نے بھی پوچھ لیا وقار احمد تمہارے کیا لگتے ہیں تم نے خود ہی لکھا میرے پاپا کو کیسے جانتے ہو تو میں سمجھ گیا وقار احمد تمہارے پاپا کا نام ہے تسلی سے بھرپور جواب آیا تو وہ تو پہلے پڑھ کے یہ سوچتی رہی کہ وہ اتنی پاگل کیسے ہو سکتی ہے اس نے یہ بات خود کیوں نہ ... اب کہاں گئی محترمہ۔ کافی دیر بعد اس کا جواب آیا وہ چپ رہی میری ایک بات مانوں گی پھر ٹیکسٹ آیا۔ کون سی بات۔ سارا نے لکھا۔

مجھ سے دوستی کرو گی۔ جواب آیا۔ او ہیلو منہ دھو کے رکھو کبھی شکل دیکھی ہے اپنی آئینے میں۔ خفگی سے سینڈ کیا۔ ہاں نہ صبح روز دیکھتا ہوں آئینہ بھی شرما جاتا ہے۔ جواب آیا۔ شرماتا نہیں جاتا ڈر جاتا ہو گا۔ جلدی جلدی ٹائپ کیا۔ جب لڑکیاں عجیب عجیب طریقے سے میک اپ کے پیسٹ کرتی ہیں تب آئینہ ڈرتا ہے میڈم وہ بھی لڑکیوں سے لڑکوں سے تو شرماتا ہے جواب آیا۔

او ہو محترم کو بڑی خوش فہمی ہے اپنے بارے میں۔ چڑ کے جواب لکھا۔ بس کبھی غرور نہیں کیا ویسے تم نے جواب نہیں دیا میری بات کا۔ میں اجنبیوں سے دوستی نہیں کرتی خاص کر لڑکوں سے او تو لڑکی سمجھ کر ہی کر لو سوچ کے بتاؤں گی سوچنے میں وقت لگاؤ گی تو میرے جیسا اچھا دوست کھو دو گی اچھا دوست کیوں اچھی تو دوست کہو کیوں میں لڑکا ہوں اچھا دوست ہوا نہ۔ تم نے خود کہا تھا کہ تم لڑکی سمجھ کر ہی کر لو تو اچھی دوست ہوئی ناں۔

تکرار ایک دفعہ پھر شروع ہو گئی اور پھر آنے والے دنوں میں سارا وقار احمد اور وہی اجنبی یعنی تاشی عرف تاثیر ضیاء ایک پاکیزہ رشتے دوسرے جیسے رشتے میں بند چکے تھے اور وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ یہ رشتہ انہیں اتنے مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد انہیں کتنا قریب لے آئے گا۔

وقار احمد اپنے والد کی اکلوتی اولاد تھے ایک چھوٹے سے شہر میں پلے بڑھے وہی جوان ہوئے پڑھائی کے معاملے میں کافی تیز تھے دوستوں کی دیکھا دیکھی میں انہیں بھی شوق چڑھا بیرون ملک پڑھائی کے لیے جانے کا تو دوستو کے ساتھ صلاح مشورہ کر کے بعد گھر بات کی تو سمجھو گھر میں بھونچال آ گیا والدہ تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی ایک ہی بیٹا ہے وہ بھی باہر چلا گیا تو وہ کیا کرے گی پڑوس کی خالہ آنٹی کا بیٹا دبئی گیا تھا نوکری کے لیے نوکری کرنے کے بجائے وہاں ایک میم سے شادی ضرور رچالی اور آج کتنے سال گزر گئے واپس کا کوئی چانس نہیں نہ تھا سو وقار احمد کی والدہ نے بھی انکار کر دیا وقار احمد ہر ممکن کوشش کی ماں کو منانے کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی آخر والد

صاحب نے بیوی کو بڑی مشکل سے سمجھایا جوان اولاد ہے لہذہ جو کرو سوچ سمجھ کر کرو سو والدہ محترم مان تو گئیں مگر ساتھ ایک کڑی شرط بھی رکھ دی اگر وقار کو باہر جانا ہے تو میری پسند سے شادی کر کے جائے ورنہ باہر کا تو نام بھی مت لے۔ وہ جانتی تھی کہ ایک دفع شادی کے نام کی ڈوری پاؤں میں پڑے تو اچھے سے اچھوں کو واپس آنے پر مجبور کر دیتی ہے پہلے تو وقار احمد نہ مانے پھر کچھ سوچ کر مان گئے آخر انکار پڑھائی کا جیون پورا ہو رہا تھا شادی تو کرنی تھی تو پھر اب کرنے میں کیا حرج ہے سو وقار احمد کے مانتے ہی والدہ محترمہ اپنی بھیجتی بیاہ کر لے آئیں شادی کے دو ماہ بعد ہی وقار احمد لندن چلے گئے اپنی پڑھائی مکمل کرنے۔

خیر دن مہینوں سالوں میں بدلتے چلے گئے وقار احمد اور عالیہ بیگم وقار احمد کی بیوی کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی جس کا نام انہوں نے بڑے شوق سے ثمن وقار رکھا بچی کی ولادت پہ ایک ماہ کے لیے پاکستان آئے پھر چلے گئے انہی دنوں وقار احمد کی دوستی اپنی کلاس فیلو زارا سے ہوئی اور یہ دوستی کب محبت میں بدل گئی دونوں کو ہی پتا نہ چلا زارا وہی لندن کی پلی بڑھی مسلمان لڑکی تھی زارا بھی اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ والدین میں ڈائیورس ماں نے بھی دوسری شادی کر لی تھی اور باپ نے بھی دونوں زارا کو رکھنے کو تیار نہ تھے سوا سے وہی ایک ہاسٹل میں داخل کروا دیا گیا۔

خیر بات ہو رہی تھی زارا وقار کی زرا جانتی تھی وقار احمد شادی شدہ ہے پہلے تو دونوں نے ایک دوسرے کو بھولنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وقار احمد نے گھر والوں سے چھپا کے زارا سے شادی کر لی دن یونہی گزر رہے تھے دونوں بے حد خوش تھے یہ ان دونوں کی بات ہے جب زارا اور اس کے ننھے مہمان کی آمد تھی ڈاکٹر نے زارا کا ہر طرح کا خیال رکھنے کو کہا انہی دنوں پاکستان سے وقار احمد کے والد کے مرنے کی خبر آئی وہ کافی شاک تھے پاکستان بھیج دیا وقار احمد زارا کو کچھ دوستوں کے حوالے کر کے واپس پاکستان آ گیا ثمن تب پانچ سال کی تھی کفن دفن سوئم چالیسواں وغیرہ کرواتے کرواتے وقار احمد کو دو ماہ پاکستان رہنا پڑا اور برابر زارا کی خبر رکھی جس دن وہ لندن واپس آئے زارا ہاسپٹل میں تھی جہاں اس نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا تھا جس کا نام انہوں نے مل کر سارا رکھا تھا وہ ہو بہو اپنی ماں کی کاپی تھی گوری چٹی نیلی کانچ سی آنکھیں جو کبھی کبھی گرے کلر کا شیڈ دیتی تھیں۔

خیر وقار احمد کی پڑھائی مکمل ہوتے ہی انہیں وہی ایک اچھی کمپنی میں جاب مل گئی سارا چھ ماہ کی تھی جب ایک دن گروسری کا سامان لینے کے لیے زارا مارکیٹ جانے کو نکلی ہونا ہی تھا جو خدا کو منظور تھا واپسی پر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے جانے کب پاؤں غلط جگہ پڑا اور سامنے سے آتی ہوئی گاڑی سے گاڑی بری طرح ٹکرا گئی خیر زارا کو ہسپتال میں لے جایا گیا تھا وقار احمد کو اطلاع دی گئی مگر تب تک شاید ٹائم پورا ہو چکا تھا۔

وہ آئی سی یو کے باہر کھڑے تھے جب ڈاکٹر نے انہیں زارا کے پاس جانے کو کہا تھا وہ جب اندر آئے زارا کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں اس نے صرف وقار احمد کا ہاتھ پکڑ کے اتنا ہی کہا کہ سارا کا خیال رکھنا پھر وہی زارا اتنے قسمے وعدے کرنے کے باوجود انہیں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی وہ کافی عرصہ

زارا کا سوگ مناتے رہے۔ وہ بھول گئے کے ان
کی کوئی بچی بھی ہے وہ خود کو جاب میں اتنا
مصروف رکھتے سب کو بھول گئے تھے سارا کو آیا
کے حوالے کردیا تھا ہوش تو انہیں تب آیا جب سارا
کافی بیمار ہوگئی ہاسپٹل داخل کرنا پڑی تب انہیں
زارا سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا وہ شدت سے رو پڑے
ایک بار پھر سارا ٹھیک ہو جائے میں اسے کبھی خود
سے الگ نہیں کروں گا بس ایک بار وہ خدا سے دعا
مانگ رہا تھا شاید قبولیت کی گھڑی تھی سارا کے
ٹھیک ہوتے ہی وہ سب چھوڑ چھاڑ کر پاکستان
لوٹ آئے عالیہ بیگم اور ماں انہیں بچی کے ہمراہ
دیکھ کر حیران رہ گئی وہ دس ماہ کی بچی کو اپنی ماں کی
گود میں رکھ کے بری طرح رو پڑا عالیہ بیگم اور
اماں ان سے کچھ بھی نہ پوچھ سکیں ان کی حالت ہی
کچھ ایسی تھی انہوں نے خود سب کچھ انہیں بتا دیا
تھا اور اماں سے التجاء کی تھی کہ اس کی معصوم بیٹی کو
وہ خود سنبھالیں عالیہ بیگم نے وقار احمد کو کچھ کہا تو
نہیں تھا مگر انہیں سارا سے شدید نفرت ہوئی تھی
آخر وہ ان کی سوکن کی بیٹی تھی ثمن بھی ماں کی دیکھا
دیکھی سارا سے بے وجہ الجھتی رہتی تھی۔

دس سال کی عمر میں سارا کی دادی کا انتقال
ہوگیا سارا سے ایک بار پھر ماں کی آغوش چھن گئی
تھی وقار احمد اپنی دونوں بیٹیوں کو اور بیوی کو لے
کر لاہور چلے آئے وہیں اپنا کاروبار دوبارہ
اسٹارٹ کیا جو آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا ثمن
پڑھائی میں کافی کام چور تھی سو ایف اے بھی
بمشکل سے کیا آئے دن عالیہ بیگم کے ساتھ نت
نئی پارٹیوں میں جاتی عجیب عجیب لڑکوں سے
دوستیاں کرتی البتہ سارا کافی معصوم سی تھی ایک بار
اسے بچپن میں یاد تھا پاپا نے اسے کہا تھا تمہاری ماما
کو شوق تھا تم ڈاکٹر بنو اور وہی سوچ اس کے ذہن
میں تھی وہ اب میڈیکل کے تیسرے سال میں تھی
اسے ثمن کی طرح نہ تو پارٹیوں میں جانے کا شوق
تھا نہ ہی دوستیوں کا اسے جس چیز کا شوق تھا وہ تو
بس یہ پاپا کے فلاں ٹائم آنا ہے فلاں ٹائم ناشتہ کرنا
ہے اور اتنے بجے ڈنر کرنا ہے اسٹڈی میں تو بس
جب بیٹھ کے پڑھ رہے ہوں تو اتنی دفعہ پاپا چائے
پئیں گے بس اسے یہ ہی شوق تھا اور وقار احمد اسے
دیکھ دیکھ کر جیتے تھے انہیں اس میں زارا نظر آتی تھی
ویسی آنکھیں ویسے ہی کمر تک آتے بال ویسا ہے
معصوم حسن جو دیکھنے والوں کو پہلی نظر میں ہی بھا
جائے ویسے ہی نرم جو طبیعت غصہ آئے تو بھڑکنے
کے بجائے خود کو کنٹرول رکھنا یا کمرے میں بند ہو
جاتا وہ ہو بہو زارا صدیقی جیسی تھی۔

مگر ثمن وقار احمد اس سے برعکس تھی بولڈ منہ
پھٹ فیشن ایبل غصہ کرتے یہ بالکل نہ دیکھتی اگلا
بندہ اس سے ایج میں کتنا بڑا ہے چاہے وہ ماں
ہو یا باپ منہ توڑ جواب دینے میں فخر محسوس کرتی
تھی خوبصورت تو وہ بھی تھی مگر بے باکی کوٹ کوٹ
کر بھری تھی اسی وجہ سے اسے ایک دفعہ طلاق بھی
ہو چکی تھی جیسے وہ سراسر سارا کے ذمہ دار ٹھہراتی
حالانکہ اس میں سارا کی کوئی غلطی بھی نہ تھی غلطی کی
ذمہ دار وہ خود تھی کم از کم شادی کے بعد وہ خود کو
سدھار لیتی تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔

شاہنواز سے شادی اس نے بینک بیلنس
دیکھ کر کی تھی سب ٹھیک تھا مگر شاہنواز کو اس کے
طور طریقے پسند نہ تھے سارا دن گھر سے باہر رہنا
رات گئے واپس آنا صبح دیر تک سوتے رہنا۔

شاہنواز مہینے میں ہی اس سے تنگ آ گیا تھا
بات بات پر سارا کی مثالیں دیتا کہ وہ تمہاری بہن

ہے اور وہ سارا کے نام سنتے ہی بیٹھے سے اکھڑ
جاتی تھی وہ میری بہن نہیں ہے سوتیلی بہن ہے
چھوٹی بات پہ جھگڑے ہونے لگے اور بات طلاق
تک پہنچ گئی شاہنواز ایک اچھا لڑکا تھا مذہبی
گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اس نے شادی بچانے
کی بہت کوشش کی ثمن کو بہت سمجھایا مگر وہ کمپرومائز
کرنے کو تیار نہ تھی سو چھ ماہ بعد ہی طلاق لے کر
گھر پہنچ گئی گھر پہنچتے ہی اس کی وہی پہلی روٹین
شروع امیر ترین لڑکوں کو پھنسانا رات دیر تک گھر
سے باہر رہنا اسے خراب کرنے میں زیادہ تر ہاتھ
عالیہ بیگم کا تھا۔

وقار احمد ان دونوں کی وجہ سے کافی پریشان
تھا اگر کچھ کہنے کا سمجھانے کی کوشش کرتے تو وہ
ہتھے سے اکھڑ جاتی بات بات پہ زارا کے طعنے
دیتی ثمن کا کبھی موڈ ٹھیک ہو تو بات کرلی ورنہ اسے
اپنی اوقات یاد دلاتی رہتی وہ بے چاری اپنا سامنہ
لے کر رہ جاتی ہاں یہ اس کی اچھی عادت تھی کہ اس
نے کبھی بھی وقار احمد کو کچھ نہیں بتایا تھا ہمیشہ یوں
پوز کرتی جیسے وہ دونوں اس سے بہت پیار کرتی ہو
اس کا بہت خیال رکھتی ہوں اور وقار احمد یہ سوچتے
رہ جاتے کہ یہ ان کی بیٹی ہے یا کوئی فرشتہ ہے جو
کبھی بھی اپنی ماں بہن کی باتوں پر اف تک نہیں
کرتی۔

وقار احمد کی طبیعت کافی ناساز تھی ڈاکٹر نے
انہیں صبح وشام واک کرنے کا کہا تھا سارہ روز صبح
شام انہیں اپنے ساتھ واک کرنے لے جاتی ان
کے لیے پرہیزی کھانا بنواتی ان کی ڈائٹ کا خیال
رکھتی عالیہ بیگم اور ثمن کو تو جیسے کوئی پرواہ [illegible] تھی
[illegible] بھی دنوں میں سے ایک خوبصورت شام سارہ
کالج سے آتے ہی بجائے تھکن اتارنے کے
پینٹنگ کرنے بیٹھ گئی تھی اسے پینٹنگ کرنے کا
بہت شوق تھا وہ اکثر اوقات فارغ وقت میں
پینٹنگ کرنے بیٹھ جاتی پچھلے کچھ دنوں سے اسے
شوق ہوا تھا کہ وہ فیملی پینٹنگ بنائے اسی لیے وہ
اپنی اور وقار احمد عالیہ بیگم ثمن کی ایک فیملی فوٹو بنا
رہی تھی جو تھوڑی سے رہ گئی تھی جو آج اسے پوری
کرنی تھی سو کالج سے آتے ہی وہ کمرے میں گھس
گئی جب پکچر مکمل ہوئی ٹائم دیکھا تو شام کے چھ
بج رہے تھے اسے یاد آیا اس وقت پاپا کے واک کا
ٹائم ہوتا ہے سو وہ پکچر اٹھائے پاپا کو دکھانے کے
لیے گئی سامنے سے آتی ہوئی ملالہ سے پاپا کا پوچھا
اس نے بتایا کہ وہ آج واک کے لیے نہیں گئے
ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں سو پاپا کی کلاس لینے
وہی چلی آئی۔

پاپا آج میں آپ کو بالکل بھی نہیں چھوڑنے
والی آپ خود سے بالکل لاپرواہ ہو گئے ہیں آپ کو
پتہ ہے آپ کی واک کا ٹائم ہو چلا ہے اور آپ
کتنے مزے سے بیٹھے ہیں دو دن سے میں نے کیا
جانا چھوڑ دیا آپ نے بھی دھیان نہیں دیا ناں
چلیں اٹھیں اب میں بالکل بھی کوئی بہانہ نہیں
سنوں گی۔

مجھے تھکن ہو رہی ہے کل چلیں گے اور جو
اپنے دھیان میں پکچر تھامے بولتی ہوئی ڈرائنگ
روم میں سے آئی پاپا کو کسی اجنبی کے ساتھ بیٹھے
دیکھ کر اس کی زبان کو بریک لگا تھا۔

ایسے بیٹھے اجنبی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
رینگی تھی جیسے اس نے بڑی مہارت سے چھپالیا
اور پاپا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے وہ ایک دم بوکھلا
گئی تھی اور بوکھلاہٹ میں بے ڈھنگا سا سلام بھی

نہ منہ سے نکلا تھا۔

اوہ سوری میں سمجھی پاپا اکیلے ہی ہیں۔

اسلام علیکم پاپا کے دیکھتے ہی جھٹ سے ساتھ سلام جھاڑا اور مقابل دلکشی سے مسکرایا۔

پاپا نے اشارے سے اسے پاس بلایا وہ پکچر سامنے والے صوفے پر رکھی پاپا کے پاس جا بیٹھی ندامت تو ہوئی کہ بغیر دیکھے بغیر پوچھے وہ آتے ساتھ شروع ہو گئی تھی یہ اجنبی بھی کیا سوچے کا کتنا بولتی ہے یہ۔ سارا بیٹے یہ میرے بہت اچھے بچپن کے دوست کا بیٹا تاثیر ضیاء ہے اور تاشی بیٹا یہ میری پیاری سی لاڈلی بیٹی سارہ ہے۔

وقار کے تعارف کروانے پر وہ جھٹکا کھا کے سیدھی ہوئی تھی یہ تاشی عرف تاثیر ضیاء وہی ہے جس سے فیس بک پر تین ماہ پہلے دوستی ہوئی تھی اور اب گھر پر پاپا کے سامنے پاپا کے دوست کے بیٹے کے روپ میں اس نے ڈرتے ہوئے تاشی کی جانب دیکھا تھا اور تاشی نے شرٹ سے بائیں آنکھ اسے ماری سارہ نے بوکھلا کے پاپا کو دیکھا تھا کہیں انہوں نے تاشی کو ایسی حرکت کرتے دیکھ تو نہیں لیا مگر پاپا اسی کو دیکھ رہے تھے اب کچھ کہنا تو بنتا تھا۔

اچھا آپ ہیں وہ تاشی۔ پاپا آپ کا بہت ذکر کرتے ہیں کیوں پاپا بوکھلاہٹ سے ہی منہ سے نکلا اور پاپا نے سارہ کو یوں دیکھا کہ میں کب تم سے ذکر کرتا رہا ہوں۔ اک گھبراہٹ میں سیدھی ہوئی۔ نہیں میرا مطلب ہے آپ سے مل کے خوشی ہوئی پاپا اور تاشی کا قہقہہ مشترکہ تھا۔ بچاری کا قصور کیا تھا کبھی تاشی جیسے لڑکوں سے کم ہی واسطہ پڑے۔

وہ ان لڑکوں سے ہمیشہ ہی فری ہو جاتی تھی اور وہ ہمیشہ لڑکے دیکھ کر گھبرا جاتی تھی پاپا اور تاشی کتنی دیر باتیں کرتے رہے تھے وہ خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہی تھی جب پاپا کا موبائل بجا تھا وہ نمبر دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سارا بیٹا تم تاشی کو کمپنی دو میں ذرا فون سن کر آتا ہوں پاپا کہہ کر یہ جا وہ جا اور سارہ صاحبہ کو تو مارے گھبراہٹ کے پسینے چھوٹ گئے تھے تاشی دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا تھا فیس بک پہ نہ سارہ نے اسے دیکھا تھا نہ تاشی نے سارا کو آمنے سامنے آج پہلی دفعہ تھے گھبراہٹ تو بنتی تھی کیسی ہو تھوڑی دیر بعد تاشی نے خاموشی توڑی تھی۔

ٹھیک ہوں ہاتھ مسلتے سر جھکائے سارا نے جواب دیا۔

میرا حال نہیں پوچھو گی۔ شرارت سے چھیڑا تھا۔

کیوں آپ کو کیا ہوا ہے۔ ویسے ہی جواب دیا ہو تو کچھ نہیں مگر لگتا ہے اب ضرور کچھ ہو گا شرارت بھرے انداز میں جواب دیا سارہ نے نظریں جھکائیں دوبارہ کمرے میں خاموشی چھا گئی میں اس سارہ کو مس کر رہا ہوں۔

اس نے نظریں اٹھا کے دیکھا تھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا جو میرے کان کھاتی ہے پٹر پٹر بولتی ہے تھوڑی دیر بعد وہ بولا بھی تو کیا۔

آپ پہلے مجھے جانتے تھے ناں اسی لیے مجھ سے دوستی کی ناں۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ہاں میں جانتا تھا ویسے ہی تمہیں تنگ کر رہا تھا جب پہلی بار میں نے تمہیں بچپن میں دیکھا تھا تم شاید سال کی ہو گی۔ وقار انکل ثمن اور عالیہ آنٹی آتے جاتے رہتے تھے ہمارے گھر پھر ہم باہر چلے گئے وہ اسے تفصیل بتا رہا تھا وہ خاموشی سے سنتی رہی

کچھ بات کرو ناں یار وہ دوبارہ سے گویا ہوا۔

وہ چپ رہی ثمن آنٹی عالیہ کہاں ہیں۔ وہ پھر بولا۔

وہ کسی پارٹی میں گئی ہیں رات تک لوٹ آئیں گی۔ تم کیوں نہیں گئی وہ بولا۔

مجھے شوق نہیں ہے کہیں آنے جانے کا میں گھر میں پاپا کے ساتھ زیادہ کمفرٹیبل محسوس کرتی ہوں۔ تاشی اسے بغور دیکھتا رہا انیس سال کی کوئی بہت زیادہ عمر نہیں ہوتی مگر وہ باتوں سے کافی بڑی عمر کی لگتی تھی بڑی بی والی باتیں کرتی تھی۔

وقار احمد کے واپس آنے تک دونوں باتوں میں محو ہو چکے تھے ذرا بھی نہ لگتا تھا وہ آج پہلی دفعہ ملے ہوں۔

عالیہ بیگم اور ثمن رات دس بجے جب واپس آئیں تو تب محفل سہی طور پر جم چکی تھی ڈرائنگ روم سے باتوں کی قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں انہوں نے اندر جانے کی بجائے ملازمہ سے پوچھا تھا تو اس نے بتایا کہ وقار احمد کے کوئی دوست کا بیٹا ہے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ سنو سارہ کہاں ہے ثمن نے ملازمہ کو روک کر پوچھا تھا وہ بھی صاحب کے ساتھ اندر ہی ہے۔

ٹھیک ہے تم جاؤ ثمن نے اسے بھیجا دیکھو ذرا کیا باپ ہیں بیٹی کو جوان لڑکے کے ساتھ بٹھا کر ملکھیرے اڑا رہا ہے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے عالیہ بیگم نے ثمن کے کان میں کہا تھا نظریں سامنے سارہ پر پڑیں تھی جو قریبی صوفے پر بیٹھے لڑکے کی بات پر ہنس رہی تھی۔ تاشی نے مسکراتے ہوئے سارہ کو دیکھا تھا ہنستے ہوئے اس کی تھوڑی کے نیچے پڑنے والے ڈمپل اسے اور بھی زیادہ خوبصورت بنا رہے تھے اس نے ایک دم نظریں چرائی تھی نظر سامنے دروازے پر کھڑی ثمن اور عالیہ بیگم پر پڑی تھیں وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا وہ دیکھ کر آگے بڑھ آئی۔

اسلام علیکم آنٹی کیسی ہیں آپ۔

الحمد اللہ۔ بیٹا تم کیسے ہو۔ جی میں بالکل ٹھیک ہوں اور یقیناً آپ ثمن ہیں وہ عالیہ بیگم سے بات کر کے پیچھے کھڑی ثمن سے مخاطب ہوا۔

ثمن نے سر اثبات میں ہلا دیا اسلام علیکم کیسی ہے آپ وہ مودب انداز میں بولا۔

او ہیلو۔ کیسے ہو۔ وہ سلام کا جواب دینے کے بجائے سلام کے لیے ہاتھ تاشی کی طرف بڑھا کے انگلش میں بولی اور وہ اس کے انداز میں دنگ رہ گیا۔ وعلیکم اسلام۔ اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں وہ ہونٹ بھینچ کر بولا ثمن کا بڑھایا ہوا ہاتھ بالکل نظر انداز کر دیا جسے شرمندہ ہوتے ثمن نے پیچھے کر لیا تھا۔

عالیہ تاشی ہے ضیاء کا بیٹا وہی ضیا۔ جو میرا بچپن کا دوست تمہیں یاد ہو ہم اس کے گھر ایک دو بار گئے تھے۔

وقار احمد عالیہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

او اچھا تاشی بیٹا میں نے تمہیں پہچانا ہی نہیں ماشاء اللہ کتنے بڑے ہو گئے ہو۔ عالیہ خوشدلی سے بولی تو وہ مسکرا دیا بیٹا امی ابو کیسے ہیں اور بہنوں کا کیا حال ہے وہ بولیں۔ اللہ کا شکر ہے آنٹی سب ٹھیک ہیں ابو کی تو تین سال پہلے ڈیتھ ہو گئی تھی اور بڑی دونوں کی شادیاں ہو چکی ہیں چھوٹی پڑھتی ہے وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔

اوہ سن کر افسوس ہوا ویسے تم یہاں کس کے پاس ٹھہرے ہوئے ہو۔ امی اور بہن بھی ساتھ ہیں وہ دوبارہ بولی۔

نہیں آنٹی امی اور فرح تو کراچی میں ہیں میں بزنس کی وجہ سے ہی یہاں آیا ہوں اپنا فلیٹ ہے وہی رہتا ہوں وہ ایک نظر سارہ پہ ڈال کے عالیہ اور نیلم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

اچھا اچھا تو بیٹا چکر لگا لیا کرو تمہارا اپنا ہی گھر ہے وہ بولیں۔ جی آنٹی اب تو آنا جانا لگا رہے گا وہ بولا۔ اور پھر اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا وہ ہر دوسرے دن وقار منزل پر پہنچ جاتا پہلے سارہ اور وقار احمد اکیلے ہوتے اب انہیں تاشی نے بھی جوائن کر لیا اور یہ بات بھلا ثمن کو کب گوارہ تھی کہ وہ بھی ہر دوسرے دن گھر پر دکھائی دینے لگی تاشی کو اپنی طرف متوجہ کرتی جب بھی وہ سارہ کے ساتھ بیٹھا ہوتا اور وہ درمیان میں پہنچ جاتی زچ کر کے سارہ کو اٹھا دیتی اور اگر کوئی گیم چل رہی ہوتی تو سارہ کو ہٹا کے خود اس کی جگہ لے لیتی تاشی یہ سب دیکھتے ہوئے بھی اگنور کر دیتا۔

مل جائے جو چند دنوں کی بادشاہی مجھے
تو اس شہر میں تیری تصویر کے سکے چلا دوں
فیس بک پہ وہ اب کم کم دکھائی دیتی تھی تاشی

ہر روز گھر جو آ موجود ہوتا تھا ہاں رات سونے سے پہلے وہ اسے کال پہ یا میسج پر بہت تنگ کرتا تھا اور وہ بغیر غصہ کیے چپ چاپ اس کی باتیں سنتی رہتی یا ہنستی رہتی اس رات بھی کافی دیر بات کرنے کے بعد بھی وہ بے ضد تھا کہ سارہ تھوڑی دیر اور بات کرے مگر سارہ نے اس کی بات نہ سنی اور بند کر دیا رات ڈھائی بجے وہ بے خبر سو رہی تھی جب اس کا موبائل بجا تھا ایک تو وہ بمشکل لیٹ سوئی تھی اب بھی سکرین پہ تاشی کا نمبر جگمگا رہا تھا وہ ڈر کے اٹھ بیٹھی خدا جانے کیا مسئلہ ہو اس کے ساتھ رہتا بھی تو اکیلا تھا اس نے کال یس کر کے موبائل کان کے ساتھ لگایا تھا۔

ہیلو اس کے ہیلو کرنے کی دیر تھی آگے سے تاشی کی گھبرائی ہوئی آواز آئی تھی سارہ بہت بڑی پرابلم ہو گئی ہے وہ گھبرا کے بستر سے اٹھی اور کیا ہوا تاشی آپ ٹھیک تو ہیں وہ گھبرا کے بولی۔

نہیں سارہ میں ٹھیک نہیں ہوں وہ بے بسی سے بولا۔

کیا ہوا ہے آپ کو آپ ٹھیک سے بتائیں مجھے ٹینشن ہو رہی ہے مجھے نیند نہیں آ رہی سارہ۔

یہ پرابلم ہوئی ہے اب بتاؤ میں کیا کروں وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

بہت بدتمیز ہو تم تاشی میری جان نکال دی تھی وہ آپ سے تم پہ آتے ہوئے بولی تو وہ ہنس دیا تم گہری نیند میں تھی کیا۔ وہ بولا۔

ہاں ناں اور تم نے مجھے جگا دیا میں نے سمجھا پتا نہیں کیا ہو گیا ہے دوبارہ بیڈ پہ دراز ہوتے بولی تم ڈسٹرب ہو گئی ہو سوری۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے جگا تو دیا ہے سوری کہنے سے نیند واپس تھوڑی آ جائے گی کیا۔

وہ اسے ڈانٹتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا اچھا چھوڑو فون کیوں کیا وہ تھوڑی دیر بعد بولی نیند نہیں آ رہی تھی بتایا نہ۔ دوسری طرف وہ لجاجت بھرے انداز میں بولا۔ دوست ہو ناں اب چپ مت ہو بات کرو مذاق کر رہی تھی تم بھی نہ چھوٹی سی بات پہ منہ بنا لیتے ہو وہ اسے خاموش ہوتا دیکھ کر بولی تو جلدی سے بولی دوسری وہ خوش ہو گیا تھا اور پھر نہ ختم ہونے والی باتیں اسٹارٹ ہو گئی تھی جسے نیند سے بند ہوتی آنکھوں سے سنتی رہی دوسرے لفظوں میں وہ اپنے دوست کو کھونا نہیں چاہتی تھی

کیوں ہوتا ہے یہ اعتبار کی دہلیزوں پر اکثر
بہت اپنے جو ہوتے ہیں وہ اپنے کیوں نہیں رہتے

وہ کالج سے لوٹی تھی جب اسے عالیہ بیگم کا پیغام ملازمہ نے دیا تھا کہ وہ اسے بلا رہی ہیں وہ حیران ہوئی آج عالیہ بیگم گھر پہ کیسے ہیں کپڑے چینج کیے منہ ہاتھ دھو کے وہ لاؤنج میں آئی عالیہ بیگم صوفے پر دراز ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

مما آپ نے مجھے بلایا۔ وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ہاں مجھے تم سے کام تھا کھانا کھا لیا تم نے۔ وہ اسے دیکھ کے سیدھے ہوتے ہوئے بولی۔ نہیں مما ابھی نہیں کھایا آپ بتائیں کیا کام ہے۔ وہ حیران ہوتے ہوئے بولی عالیہ بیگم کو یقیناً کوئی خاص کام ہے اسی لیے لہجے میں مٹھاس گھلی ہے۔ وہ سوچنے لگی۔ ہاں وہ مجھے یہ کہنا تھا کہ تمہاری تاشی سے بات ہوتی رہتی ہے کیا۔ وہ اب اصل بات پہ آئی۔

جی مما کبھی کبھار کیوں خیریت تو ہے وہ بولی ہاں مجھے یہ پتا کرنا ہے کہ تمہارے اور تاشی میں کوئی اور چکر تو نہیں ہے۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولیں تو وہ چونک گئی۔

کیا مطلب ہے آپ کا مما۔ ہم اچھے دوست ہیں وہ صاف گوئی سے بولی۔

سوچ لو ایک بار پھر نہ کہنا مجھے بتایا نہیں۔ وہ چڑتے ہوئے بولی مما آپ کہنا کیا چاہتی ہیں ہم دوست ہیں بس اب ثمن آپی کے اتنے دوست ہیں تو میں بھی تو کہوں کی ثمن آپی کے ان کے ساتھ چکر ہیں وہ صاف گوئی سے بولی تو وہ غصے سے چلا اٹھی۔ زبان سنبھال کے بات کرو لڑکی اپنی اوقات میں رہ کر میری ثمن تک پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے بھی۔

عالیہ بیگم غصے سے بولی تو وہ چپ رہی اس کے پاس جواب بہت تھے مگر وہ اسے زبان درازی پسند نہ تھی سو چپ رہی دیکھو میری بات سکون سے سنو تم کہتی ہو تاشی تمہارا صرف دوست ہے او کے میں نے مان لیا تم ایک کام کرو تاشی سے بات کرو ثمن سے شادی کی آخر اسے شادی کہیں نہ کہیں تو کرنی ہے ناں پھر میری ثمن سے کیوں نہیں۔ عالیہ بیگم اصلی بات پہ آتے بولی تو وہ حیرات سے منہ کھولے عالیہ بیگم کو دیکھنے لگی مما ثمن اور تاشی یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا سکتہ ٹوٹا تو وہ بولی کیوں نہیں ہو سکتا سیدھا وہ کہو تم خود اس کے ساتھ گل چھرے اڑانا چاہتی ہو نہ جانے ثمن کہاں سے آ گئی تھی بدتمیزی سے بولی تو وہ غصے سے چلا اٹھی۔ آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں آپی۔ اگر یہ الزام ہے تو مما کی بات مانوں اور تاشی سے میرے ساتھ شادی کی بات کرو ثمن سکون سے بولی۔ ثمن آپی مما میں یہ سب کیسے کروں آپ جانتی ہیں ثمن آپی طلاق شدہ ہے اور تاشی کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی وہ بے بسی سے بولی۔

بکواس بند کرو میری طلاق تمہاری وجہ سے ہوئی تھی یہ تو تم مولانی بنی پھرتی ہو نہ پتا ہے مجھے سب اور یاد رکھو اگر تم نے تاشی سے بات نہ کی تو دیکھنا میں تم دونوں کو بدنام کر کے رکھ دوں گی اور ہاں ایک بات یاد رکھنا زیادہ تاشی سے فرینک ہونے کی کوشش مت کرو وہ صرف میرا ہے سمجھی تم وہ نخوت سے کہتی وہاں سے چل دی اور وہ واپس اپنے کمرے میں آ کے شدت سے رو دی۔

تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب

ے

کوئی بھی لفظ لکھتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ثمن نے کہا تھا مجھے تم سے نفرت ہے تم سے ریلیٹڈ ہر چیز سے نفرت ہے ہراس چیز سے نفرت ہے جسے تم چھوتی ہو پہنتی ہو مجھے ہراس شخص سے نفرت ہے جو تمہارے آگے پیچھے گھومتا ہے ایک چیز تاشی ہے جسے میں نفرت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ خوبصورت ہینڈسم ہے اور سب سے بڑھ کر پیسے والا ہے اور اپنا کاروبار ہے اپنا بزنس ہے اپنا گھر ہے اور مجھے کیا چاہئے۔

اور سارہ سارہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ تاشی کوئی چیز نہیں ہے ایک جیتا جاگتا انسان ہے جو سینے میں دل رکھتا ہے اور خواہشات بھی۔

عادتیں میری دنیا والوں سے مختلف ہے

دوست

کم دوستی رکھتی ہوں مگر لاجواب رکھتی ہوں

اس نے اگلی دوراتیں روتے گزاردی تھیں اسے سمجھ نہ آرہا تھا وہ کیا وہ اپنا دوست کھودے یا اپنی بہن کھودے ان دونوں میں اس نے تاشی کی کوئی کال نہ اٹھائی تھی نہ میسج کا ریپلائے کیا تھا وہ جانتی تھی وہ پریشان ہے اس کے جواب نہ دینے پر مگر وہ خود مجبور تھی ملازمہ نے بتایا تھا تاشی گھر بھی آیا تھا مگر وہ جان بوجھ کے کمرے سے باہر نہ نکلی آخر رو رو کر اس نے فیصلہ تاشی کے ہاتھ سونپا۔

اس دن آفس کا کام بھی بہت تھا وہ ساری رات آفس میں کام میں مگن رہا رات کے تیسرے پہر جا کے اس کی آنکھ لگی پچھلے دو دنوں سے فلو و بخار ہو رہا تھا موسم چینج ہو رہا تھا شاید اسی وجہ سے رات کا تیسرا پہر تھا جب اس کے نمبر پر سارہ کی کال آگئی تھی وہ بے چین ہوا اٹھا اتنے دنوں سے سارہ اسے اگنور کررہی تھی اس نے کال اٹھائی آگے سے اسے سارہ کی سسکی کی آواز آئی وہ چونک اٹھا تھا۔

ہیلو سارہ۔ کیسی ہو۔ تم رو رہی ہو۔ کیا ہوا ہے۔ اتنے دن کہاں تھی۔ وہ ایک ساتھ وہ ایک ساتھ ہی اتنے سوال کر بیٹھا آگے سے وہ چپ رہی سارہ اس نے محبت سے پکارا تھا تم بول کیوں نہیں رہی ہو تاشی۔ اس کی رونے کے ساتھ آواز آئی سارہ کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو سب ٹھیک تو ہے ناں۔ وہ جواب دیئے بنا روتی رہی ساری تم بولتی کیوں نہیں ہو۔ میں آرہا ہوں سارہ تم ٹھیک تو ہوناں۔

میں ٹھیک ہوں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی مجھے تم سے بات کرنی ہے تاشی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔

بولو یار سن رہا ہوں پہلے تم رونا تو بند کرو ناں وہ بے چارگی سے بولا تاشی کیا ہم صبح مل سکتے ہیں۔ ہاں ٹھیک ہے میں تمہارے گھر آجاؤں گا۔

نہیں نہیں گھر پر نہیں گھر سے باہر۔ وہ بولی تو تاشی چونکا گھر سے باہر تو وہ کبھی نہیں ملے تھے حالانکہ کتنی دفعہ اس نے سارا کو باہر بلایا تھا وہ مگر نہ مانی تو وہ خود اسے باہر آنے کو کیوں کہہ رہی تھی سب خیریت ہے ناں سارا وہ بولا ہاں خیریت ہے تم پھر تم مل رہے ہو نا تاشی۔ وہ پوچھ رہی تھی اوکے ٹھیک ہے کہاں ملنا ہے اس نے پوچھا۔ ہمارے گھر سے پندرہ منٹ کی واک پر جو پارک ہے کل پورے چار بجے شام کو آجانا میں انتظار کروں گی وہ جلدی سے بولی۔

ارے سنوں تو بات سنو یار اس سے پہلے وہ فون بند کرتی وہ بولا ہاں بولو تم رو کیوں رہی تھی وہ بولی کل ملو گے تو بتادوں گی سارہ ٹینشن میں رہوں گا بتادو پلیز کہاں نا کل بتاؤں گی ابھی میں بند کر رہی ہوں اوکے بائے۔

وہ فون بند کرتے بولی تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گیا۔

رات سارہ کے رونے پہ وہ کافی ڈسٹرب ہوگیا تھا طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ آفس بھی لیٹ گیا تھا اسے شام کے چار بجے کا انتظار تھا اور ٹائم تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا ساڑھے تین بجے وہ آفس سے اٹھ آیا تھا گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے ورکشاف میں تھی سو وہ دوست کی بائیک لیے ٹائم سے پہلے ہی پارک پہنچ گیا تھا اللہ اللہ کر کے چار بجے سارہ پارک میں داخل ہوئی تھی وہ اسے دیکھتے ہی اس طرف آیا۔

کتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں کہاں رہ گئی تھی تم۔ وہ اسے بنا سلام دعا کیے بولا تو وہ پہلے اسے پھر گھڑی کو دیکھتے بولی آئی تھینگ میں پورے ٹائم پہ آئی ہوں وہ اپنی جلد بازی پہ شرمندہ ہوا سوری شاید میں ہی جلدی آگیا تھا۔ آؤ وہاں بیٹھتے ہیں وہ بینچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا وہ دونوں چل دیئے۔

سارہ کیا بات ہے پریشان دکھائی دے رہی ہو کافی دیر دونوں کے درمیان خاموشی رہی تو وہ بولا۔ ہاں مجھے تم سے بات کرنی ہے مگر سمجھ نہیں آرہی کیسے کہوں وہ افسردہ سی بولی۔ ہم دوست ہیں سارہ کوئی بھی بات تم مجھ سے بھلا جھجک کہہ سکتی ہو۔

تم برا تو نہیں مانوں گے نرمی سے بولا وہ کچھ دیر اسے بنا جھجکے دیکھتی رہی دیکھتی رہی یہاں تک کے آنکھ سے آنسو نکل آئے ہولے ہولے مما اور ثمن سے ہونے والی تمام گفتگو الزاموں سمیت تاشی کو سنادی وہ سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھتا رہا۔

تاشی آئی سو ئیر میں نے مما کو ثمن آپکو بہت سمجھایا مگر وہ دونوں ہی نہیں مان رہی الٹا وہ دونوں مجھے بلیک میل کر رہی ہیں وہ کہتی ہیں وہ میرے ساتھ تمہیں بھی بدنام کر کے رکھ دیں گے میں اپنی بدنامی سہہ سکتی ہوں مگر میری وجہ سے تم خواہ مخواہ بدنام ہو رہے ہو میں جانتی ہوں ثمن آپی کو تم سے نہیں تمہارے پیسے سے پیار ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کل کو کسی اور پیسے والے کے پیچھے تمہیں بھی چھوڑ سکتی ہے میں خود اپنے ہاتھوں سے جان بوجھ تے کیسے تمہاری زندگی برباد کروں اور سب سے بڑی بات ثمن آپی طلاق شدہ ہیں میں کیسے کروں یہ سب تم مجھے بتاؤ میں کیا کروں وہ رو رہی تھی اور شدت سے رو رہی تھی مگر وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا وہ اسے صرف روتے دیکھ رہا تھا وہ تو خود آج اسے اپنے دل کی کیفیت بتانے آیا تھا کے وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے ہے اسے بتانے آیا تھا وہ اس کے خوابوں میں تو کیا اس کے خیالوں میں اس کی سوچ میں بھی رہنے لگی ہے وہ اسے بتانے آیا تھا کہ اسے اب تمہیں سوچنا اچھا لگنے لگا ہے وہ یہ سب اسے بتانے آیا تھا مگر وہ نہیں بتا سکا تھا وہ ہکا بکا سارہ کی سن رہا تھا۔

تم تاشی تم میری ایک بات مانوں گے پلیز تم ایک کام کرو تم۔ تم واپس چلے جاؤ تاشی میں مما کو کہوں گی تم واپس چلے گئے ہو۔ یا میں مما سے

کہوں گی تمہاری کسی اور سے منگنی ہو چکی ہے تمہاری کسی چچازاد یا کوئی تایازاد سے کسی سے بھی میں جھوٹ بول دوں گی مگر میں تمہاری زندگی برباد نہیں کروں گی پلیز تاشی پلیز وہ انجانے میں ہی سہی مگر اس کا ہاتھ پکڑے رو رہی تھی اور وہ اسے ہاتھ تو کیا اس کی رگ رگ میں بسی بے بسی کو محسوس کر کے بے بس ہو رہا تھا۔

وقار انکل کو پتا ہے یہ سب وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔نہیں اس نے نفی میں سر ہلایا وہ چپ کر گیا تاشی وہ کافی دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔

سارہ مجھے صرف ایک بات کا جواب دو مجھے صرف تم بتاؤ تم کیا چاہتی ہو وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

میں تمہیں برباد نہیں ہوتا دیکھ سکتی وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

تم اگر کہو تو میں ثمن سے شادی کرنے کو تیار ہوں وہ جب بے چارگی بھرے انداز میں بولا

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے تیزی سے بولی

میں تمہیں بدنام ہوتے بھی نہیں دیکھ سکتا وہ دوبدو جواب دیتے بولا

وہ تمہارا مسئلہ ہے

سارہ یہ بات اب اچھی طرح ذہن نشین کر لو اپنی وے تم ٹینشن مت لو اب جو کرنا ہے مجھے کرنا ہے میں وقار انکل سے بات کروں گا۔جو فیصلہ کرنا ہے انہیں کرنا ہے۔

نہیں تم پاپا سے بات نہیں کرو گے مما کو پتا چل گیا تو وہ مجھے جان سے مار دیں گی وہ جلدی سے بولی۔

میں نے کہا ناں تم پریشان مت ہو میں سارا مسئلہ خود دیکھ لوں گا تمہارا نام بھی نہیں آئے گا۔

سچ وہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

ہاں یار سچ کہہ رہا ہوں اب چلیں وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔مغرب کی اذان ہو رہی تھی اسے سردی محسوس ہونے لگی موسم بھی چینج ہو رہا تھا آؤ میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں وہ بولا۔

مگر میں نے کبھی بائیک پر سفر نہیں کیا وہ بولی

کوئی بات نہیں آج کر لو۔وہ اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا تو وہ ڈرتے ڈرتے پیچھے بیٹھ گئی ابھی وہ آدھے رستے ہی چلا تھا کہ تاشی کا موبائل بجنے لگا وہ سن کے بھی ان سنی کرنے لگا بار بار بجنے پہ اسے سارہ نے ٹوکا۔

اٹھا بھی لو کیا پتا ضروری کال ہو۔

چھوڑو رہنے دو۔وہ اونچی آواز میں بولا۔وہ ان سنی کر کے اس کی جیکٹ کی پاکٹیں چیک کرنے لگی ایک پاکٹ سے موبائل نکالا کامران کالنگ لکھا ہوا تھا اس نے تاشی کو بتایا اور بس کا بٹن دبا کے تاشی کے کان سے لگا دیا کامران شاید تاشی کا دوست تھا وہ اسے شاید ڈنر پر بلانا چاہتا تھا تاشی کہا تھا اس کی طبیعت خراب ہے لہذہ آج ڈنر کینسل کر دیا جائے وہ سن کے حیران ہوئی کال بند ہوتے ہی اس نے تاشی کو بائیک روکنے کو کہا تھا اس نے بائیک روک دی۔اب کیا ہوا وہ بولا۔

تمہاری طبیعت کو کیا ہوا ہے۔وہ بولی۔

کچھ نہیں یار فلو محسوس ہو رہا تھا۔دوست سے جھوٹ بول دیا۔وہ کہتے ہوئے دوبارہ بائیک اسٹارٹ کرنے لگا اور وہ اس کے ماتھے کو چھوتے ہی چیخ اٹھی۔

اف اتنا تیز بخار ہو رہا ہے تم کہہ رہے ہو ہلکا سا فلو ہوا ہے تم نے میڈیسن لی۔

اوکم ان سارہ یہ بخار ہم مردوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

چلو بیٹھو۔نہیں تم ایسا کرو بائیک ہاسپٹل کی طرف موڑ لو۔وہ بولی۔

کیا ہو گیا ہے سارہ بچی مت بنو گھر جا کے دوائی کھا لوں گا وہ دوبارہ بولا۔

تم ہاسپٹل چل رہے ہو یا نہیں وہ اسے دیکھتی رہی۔

چلو میری ماں چلو بیٹھو چلتا ہوں۔اس نے کہا تو وہ مسکراتے بیٹھ گئی۔پھر ہاسپٹل سے چیک اپ کروا کے دوائی وغیرہ لے کر تاشی کو اس کے فلیٹ پر لے آئی کال کر کے خان بابا جو اسکے ڈرائیور تھے کو بلوا لیا تاشی کو آرام کرنے کا کہہ کر وہ خود کچن میں آئی اتنے دیر میں خان بابا آئے وہ تاشی کے لیے کھچڑی اور سوپ بنا چکی تھی اپنے ہاتھوں سے اسے کھلا کر میڈیسن دے کر اسے پھر آرام کرنے کی ہدایت کر کے وہ خان بابا کے ساتھ گھر چلی گئی۔گھر آ کر اسے پتا چلا پاپا اسٹڈی میں تھے اور عالیہ بیگم اور ثمن پارٹی میں تھی اس نے شکر ادا کیا اور دونوں گھر نہیں تھی پاپا کھانا کھا چکے تھے انہیں دودھ کا گلاس پکڑا کے اپنے روم میں چلی آئی تب ہی ملازمہ نے بتایا کہ اس کا فون ہے وہ حیران ہوئی لاؤنج میں آئی تاشی کا فون تھا وہ حیران ہوئی ابھی تو تمہارے پاس سے آئی ہوں اب کیا ہوا۔

وہ تمہارا موبائل میرے پاس رہ گیا ہے۔

کوئی بات نہیں میں صبح آؤں گی لے لوں گی کال آ رہی تھی شاید تمہاری کسی دوست ہے تم موبائل آف کر دو اور سو جاؤ۔وہ بولی

کیا یار تھوڑی دیر بات کر لو۔وہ نیند سے بھری آواز میں بولا شاید گولیوں نے اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔

سوری تم آرام کرو صبح ہاسپٹل راؤنڈ پر جانا ہے اور تم جاتے ہو میں ایک منٹ بھی لیٹ ہوئی تو ست کرنے سخت ہیں چپ چاپ سو جاؤ سمجھ آئی میں صبح آؤں گی اوکے بائے۔وہ اس کی سنے بغیر کال کاٹ کر اپنے روم میں چلی گئی اور واقعی اگلے دن صبح سات بجے وہ اس کے کمرے میں تھی آتے ہی اس نے اوپر سے کمبل کھینچ کر اتارا اور وہ اس افتاد پہ گھبرا کے اٹھ گیا اسے دیکھ کر حیران ہوا

تم اتنی جلدی آ گئی۔

ہاں اور اب تم جلدی سے بستر چھوڑو اور مجھے چلتے پھرتے نظر آؤ واش روم جاؤ فریش ہو میں ابھی آئی وہ اس کا بخار چیک کر کے اسے بستر سے اٹھا کے واش روم میں دھکیل کر بولی خود پہلے تیز تیز ہاتھ چلا کے کمرا ٹھیک کیا اور کچن میں چلی آئی اگلے دس منٹ میں ہلکا پھلکا ناشتہ بنا کے اس کے کمرے میں چلی گئی۔

کیا یار مجھے اتنی جلدی ناشتہ نہیں کرنا وہ اسے دیکھ کر منہ بسور کر بولا۔

تمہیں کرنا پڑے گا مجھے تمہیں ناشتہ کروانا ہے میڈیسن دینی ہے اور آٹھ سے پہلے پہلے ہاسپٹل پہنچنا ہے ورنہ میں لیٹ ہو جاؤں گی مجھے پتا ہے تم خود سے بالکل بھی میڈیسن نہیں لو گے اس لیے میں خود ہی آ گئی ہوں چلو شاباش جلدی کرو وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتے ہوئے ہاتھ میں سینڈوچ بنا کے دیتے ہوئے بولی۔اسے جلدی جلدی ناشتہ کروا کے میڈیسن کھلا کے اسے آرام کرنے کی تلقین کرتے ہوئے وہ جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی۔

دیکھو میں پھر کہہ رہی ہوں تم آج آفس میں بالکل بھی نہیں جاؤ گے سمجھے میں گیارہ بجے فارغ ہو کر چکر لگاؤں گی ۔ٹھیک ہے ناں ۔وہ موبائل اور بیگ اٹھاتے ہوئے بولی

سارہ میں بور ہو جاؤں گا اکیلا ۔آفس جانے دو یار میں بالکل ٹھیک ہوں ۔وہ اٹھتے ہوئے بولا ۔

بالکل بھی نہیں تم آفس نہیں جاؤ گے اور نیند تمہیں بالکل بھی بور نہیں کرے گی او کے میں چلتی ہوں اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ ۔وہ اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی اور وہ اس کی ہدایت پر عمل کر کے دوبارہ کمبل تان کے لیٹ گیا۔

مجھے یاد آ کے اور تنگ نہ کیا کرو تم
کیا یہ ستم کافی نہیں کہ پاس نہیں ہو تم

وہ برف سے ڈھکی ایک خوبصورت وادی تھی چاروں طرف برف ہی برف تھی سب پہاڑوں پر سفید تنگ میں ڈھکے ہوئے تھے اسے وہاں چہل قدمی کرتے مزہ آنے لگا اسے انتظار تھا اپنی پری کا حسین پری جیسی شہزادی کا اور پھر پری نے اسے زیادہ انتظار نہیں کروایا تھا وہ سامنے والے پہاڑ سے نمودار ہوئی تھی وہ سفید ساڑھی پہنے ہوئے کمر تک آتے سلکی بال کھولے واقعی ایک پری لگ رہی تھی سفید ساڑھی میں وہ اسے ان برف ڈھکے پہاڑوں کا ایک حصہ لگی وہ قریب آتی گئی اور اس کی دل کی دھڑکنیں بڑھنے لگی وہ اس کے اتنے قریب آ گئی کہ وہ اسے ہاتھ لگا کے چھو سکا تھا محسوس کر سکتا تھا وہ اسے دیکھ کر دلکشی سے مسکرا دی وہ اس کی مسکراہٹ میں کھونے لگا تھا وہ اسکا ہاتھ تھام کے بیچ پہاڑ کے لے آئی اور اپنا ہاتھ اس کے سینے پر دوسرا بازو پہ رکھا تھا وہ دونوں رقص کرنے لگے تھے وہ خود میں گم ہو چکے تھے پھر اچانک کیا ہوا تھا حسین پری نے سسکی بھری تھی ۔اس کے پاؤں میں شاید کچھ چبا وہ رقص چھوڑ کر پاؤں دیکھنے لگی جہاں سے خون کی ننھی سی دھار نکل رہی تھی ۔آہستہ آہستہ اس کے آس پاس خون جمع ہونے لگا تھا ۔خوبصورت پری کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے جو اسے برداشت نہ ہوئے اس نے ہاتھ سے اس کے پاؤں کا خون صاف کیا تھا مگر خون رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا ۔اس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھ کر دبا دیا تھا خون ایک دم رک گیا تھا بہت درد ہو رہا ہے اس نے حسین پری کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تھا۔

اب نہیں ہو رہا ۔وہ دلکشی سے مسکرائی تھی ۔

اپنا ہاتھ کبھی مت ہٹانا میرے پاؤں سے وہ دوبارہ بولی تھی ۔

کبھی نہیں ہٹاؤں گا پرامس ۔وہ دوسرے ہاتھ سے اسکی آنکھوں سے گال پر لڑھکتا ہوا آنسو صاف کر کے بولا وہ اسے سینے پر رکھ کے سکون سے بیٹھ گئی ۔

اچانک سے کیا ہوا تھا بہت زور سے سرخ رنگ کی آندھی آئی تھی وہ گھبرا کے سیدھی ہوئی تھی وہ اسے دیکھنے لگا کیا ہوا ۔

میرے جانے کا ٹائم ہو گیا ہے مجھے جانا ہو گا میں جا رہی ہوں میرے پیچھے مت آنا وہ اسے روکنا چاہتا تھا مگر وہ تیز تیز جا رہی تھی اس کی نظروں سے دور ہو رہی تھی اپنے پیچھے سرخ رنگ کا خون کے نشان چھوڑتے جا رہی تھی اسے آوازیں دے رہا تھا مت جاؤ سارہ سارہ مت جاؤ یہاں تک کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ۔

وہ ایک دم سے اٹھا تھا اسکی آواز موبائل کی تیز بل پہ کھلی تھی وہ اتنی دیر خواب کے سحر میں رہا تھا وہ شاید سو گیا تھا اسے یاد آیا صبح سارہ کے جانے کے بعد وہ اسی کو سوچتے ہوئے سویا تھا سارہ نے کہا تھا وہ گیارہ بجے تک آئے گی جانے اب کیا ٹائم ہو گا موبائل اٹھا کے ٹائم دیکھا تین بج رہے تھے سارہ ابھی تک نہیں آئی تھی اور وقار احمد کی پندرہ مس کالز لگی تھی وہ حیران ہوا ۔

وقار انکل اسے کیوں فون کر رہے تھے شاید سارہ نے انہیں وہ سب کچھ بتا دیا تھا ۔وہ انہیں کال کرنے ہی والا تھا جب دوبارہ فون بجا تھا اس نے فون اٹھایا ۔

اسلام علیکم انکل جی کیا حال ہے خیریت تو ہے ۔وہ تیزی سے بولا ۔اور آگے سے وقار انکل نے جو اسے بتایا اسے لگا اس کا دیکھا گیا خواب سچا ہونے جا رہا ہے وہ تیزی سے اٹھا موبائل والٹ اٹھا کے وہ تیزی سے باہر آیا تھا گھنٹے کا سفر وہ منٹوں میں طے کر کے ہاسپٹل پہنچا تھا وہ وقار احمد اسے راہداری میں ہی مل گئے تھے انہیں ٹوٹی بکھری حالت میں دیکھ کر تاشی تیزی سے ان تک پہنچا تھا انکل یہ سب کیسے ہوا ۔

تاشی میری بیٹی اندر زندگی موت کی جنگ لڑ رہی ہے اسے بچا لو اسے بتاؤ میں اس کے بنا اکیلا ہوں پہلے زرا مجھے چھوڑ گئی اور اب یہ مجھ سے منہ موڑ رہی ہے کچھ کرو تاشی بیٹا کچھ کرو وہ بچوں کی طرح رو رہے تھے اور تاشی کو انہیں سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا ۔

انکل حوصلہ کریں اسے کچھ نہیں ہو گا اسے ہماری محبت مرنے نہیں دے گی بس اللہ سے دعا کریں انکل اسے کچھ نہیں ہو گا ۔۔وہ خود اندر سے ٹوٹ رہا تھا مگر وقار احمد کو بھی سنبھال رہا تھا عالیہ بیگم اور ثمن کہاں ہیں اس نے پاس کھڑے ڈرائیور سے پوچھا تھا ۔

صاحب انھیں دو گھنٹے پہلے فون کیا تھا وہ بتا رہی تھیں وہ پارٹی چھوڑ کے نہیں آ سکتی ڈرائیور نے بتایا تو تاشی کا دل چاہا وہ بے حس عورت اس کے سامنے ہو تو وہ اسی سے جھنجھوڑ کے پوچھے اگر تمہاری سگی بیٹی اس وقت آئی سی یو میں ہوتی تو تمہیں کیسا لگتا ۔اسے وقار انکل پر ترس آ رہا تھا وہ بیوی اور بیٹی کا رشتہ ہونے کے باوجود بھی اکیلے تھے ڈرائیور نے اسے بتایا تھا کہ بارہ بجے وہ سارہ کو پک کرنے آیا تھا گاڑی میں بیٹھتے ہی سارہ کی نظر سامنے والی سڑک پڑی تھی وہاں ایک بچہ زیادہ سے زیادہ اس کی عمر تین سال ہو گی سامنے والی دکان سے نکل کر سڑک پر آ رہا تھا سامنے سے کار آ رہی تھی اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بھاگ کے بچے تک پہنچی بچے کو تو دھکا دے دیا مگر خود گاڑی کی زد میں آ گئی سر پر چوٹ لگی تھی خون کافی بہا تھا تین بوتلیں خون لگ چکی تھی باقی تین درکار تھیں ڈاکٹر نے بتایا تھا ہوش آنے پہ پتا چلے گا وہ کیسی ہے دوسرے آپشن میں وہ قومہ میں جا سکتی ہے یا ذہنی توازن کھو سکتی ہے ۔اللہ سے دعا کریں شاید معجزہ ہو جائے ۔

جانے والے یہ بھی نہ سوچا تو نے
جو تمہیں دیکھ کر جیتے ہیں وہ کدھر جائیں گے

پانچ دن وہ بے ہوشی کی حالت میں رہی تھی اور پانچوں دن مجال ہے تاشی نے ایک منٹ بھی اس سے نظر ہٹائی ہو وقار احمد کی طبیعت خراب ہونے پر اس نے انھیں گھر بھیج دیا تھا عالیہ بیگم اور ثمن تھوڑی دیر کے لیے آئی تھیں اور تاشی نے

انہیں دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا تھا۔وہ پوری رات چوری اسے جاگ کر دیکھتا رہتا اس ڈر سے نہ سوتا کہ کیا پتا سارہ کو ہوش آجائے تو میں سوتا رہ جاؤں اس دن فجر ٹائم تک وہ اس کے بیڈ کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا اسے دیکھتا رہا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی انگلیوں میں پھنسایا اس سے کافی دیر باتیں کرتا رہا ۔جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی یہی وہ ٹائم تھا جب سارہ کو ہوش آیا تھا پہلے تو وہ چھت کو گھورتی رہی آہستہ آہستہ وہ اپنے ہواسوں میں آئی اسے سر میں شدید قسم کی ٹھیک محسوس ہو رہی تھی دائیں جانب جب نظر کرنے پر اسے پتا چلا کہ تاشی اس کے پاس ہی ہے سارہ کا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ تکلیف میں ہے مگر اسکی آواز ہی نہ نکل سکی جب درد حد سے بڑھا تو یہی وقت تھا جب اسکے ہاتھ کی گرفت تاشی کے ہاتھ پہ پڑھی وہ ایک دم اٹھا تھا وہ درد سے نڈھال ہو رہی تھی۔

سارہ۔۔سارہ تم ٹھیک تو ہو نہ وہ اس پر جھکا پوچھ رہا تھا اس نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ ڈاکٹرز کو بلانے بھاگا تھوری دیر بعد ڈاکٹر اس کے پاس جمع تھے پھر وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی تھی

دوبارہ جب ہوش میں آئی تو وہ خود کو کافی بہتر محسوس کر رہی تھی تاشی اور پاپا اس کو دیکھتے ہی اس کی طرف آئے تھے۔

میرا بیٹا اب کیسا فیل کر رہا ہے وقار احمد نے اس کی پیشانی پر بھوسہ دیتے ہوئے محبت سے کہا

بہتر محسوس کر رہی ہوں پاپا۔آپ کیسے ہیں وہ بھی انہی کے انداز میں بولی تو وہ گویا دوبارہ جی اٹھے۔

اب میں اپنی بیٹی کو دیکھ کے بالکل ٹھیک ہوں وقار احمد پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولے تو وہ مسکرا دی تینوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ایک ماہ بعد وہ مکمل صحت یاب ہو کے گھر شفٹ ہو چکی تھی کچھ دنوں گھر ریسٹ کرنے کے بعد وہ دوبارہ ہاسپٹل جوائن کر چکی تھی۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے جب ایک بار پھر عالیہ بیگم نے شادی کا ٹاپک چھیڑا تھا اس نے تاشی کو بتایا تھا کہ اس نے کہا تھا اس نے وقار انکل سے بات کر لی ہے تم پریشان مت ہو وہ چپ ہو گئی تھی یہ بھی ایک عام سا دن تھا جب اسے پتا چلا تھا تاشی کی والدہ اور بہن آئی تھیں تاشی کا رشتہ لے کر اور وہ حیرت سے گنگ رہی گئی تھی یعنی تاشی ثمن سے شادی کے لیے تیار ہے اسے پتا نہیں کیوں رونا آ رہا تھا ڈھیر اسارا رونے کے بعد وہ مما کے کمرے میں آئی تھی مما کو مبارک دینے کے آپ کی چال کامیاب نکلی مگر آگے سے مما نے اسے جو کچھ بتایا وہ مزید شاک میں چلی گئی تاشی نے اس کا رشتہ مانگا تھا ثمن کا نہیں عالیہ بیگم نے اسے بہت باتیں سنائی تھیں اور بتایا تھا انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے اس رشتے سے اگر اسے شادی کرنی ہے تو ثمن سے کرے ورنہ باہر کا دروازہ کھلا ہے رات کو اس نے تاشی سے پوچھا تھا اس نے بھی کہا تھا اس نے ثمن کے لیے نہیں تمہارے لیے مما کو بھیجا تھا مگر آنٹی نے انکار کر دیا ہے کے وہ اس سے شادی کر کے مما اور ثمن کے الزام کو سچ ثابت نہیں کریگی تاشی نے اسے کافی سمجھایا تھا اسے محبت کے واسطے دیئے مگر وہ اس سے ہر تعلق توڑ بیٹھی کال میسج کسی کا جواب نہ دیتی۔

تھوڑے دنوں بعد اسے پتا چلا تھا کہ تاشی کی والدہ اور سسٹرز آئی تھیں دوبارہ مگر اس بار ثمن کو مانگنے وہ سنتے ہی کمرے میں چلی گئی تھی خود پہ بہت کنٹرول کیا تھا مگر آنسو تھے کے رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے اپنی محبت کسی اور کو سونپ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے ثمن کی بات پکی ہو گئی تھی انہی دنوں وقار احمد کے فیملی فرینڈ کے بیٹے کا سارہ کے لیے رشتہ آیا سو وقار احمد سارہ سے پوچھا تھا سارا سارے فیصلے اپنے باپ کے اختیار میں دے کے خود کو دور کر لیا تھا کب ڈیٹ پکی ہوئی کب شادی سر پر آ گئی اسے کچھ خبر نہ ہوئی تھی اس نے اپنے ہونے والے دولہے سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا اس دن اسے تیز بخار تھا وقار احمد اسے کافی دیر بیٹھے پٹیاں کرتے رہے کافی دیر بعد اس کی طبیعت سنبھلی تو وہ سونے چلے گئے ۔وہ رات اس کی اذیت بھری رات تھی دو دن بعد جسے جانے لگی تھی وہ سوچنے لگی کہ وہ کیسے دیکھ پائے گی ثمن کو تاشی کے ساتھ وہ یہی سوچتی رہی روتی رہی جب موبائل پہ تاشی کی کال آئی تھی شاید دو ماہ بعد یا اس سے بھی زیادہ دن آج آخری بار سوچتے ہوئے اس نے کال پک کر لی تھی۔

کیسی ہو۔اتنے دنوں بعد اس کی آواز سن رہی تھی اس نے اپنے آنسوؤں پہ کنٹرول رکھا۔

ٹھیک ہوں تم کیسے ہو وہ بولی۔

میں کیسا ہو سکتا ہوں۔وہ تھوڑی دیر بعد بولا

وہ خاموش رہی انکل بتا رہے تھے تمہیں بخار ہو رہا تھا۔اب کیسی طبیعت ہے وہ دراصل میں شادی کی شاپنگ میں مصروف تھا اس لیے نہ آ سکا وہ اسے بتا رہا تھا یا دل جلا رہا تھا وہ سمجھ نہ سکی۔

کوئی بات نہیں۔وہ بولی بھی تو کیا۔

میں نے سوچا آج تم سے آخری بار بات کر لوں پھر تم میری سالی ہو گی پھر کہاں ایسی محبت رہے گی۔وہ واقعی اسے جلا رہا تھا اور وہ بے سود آنسو گرا رہی تھی۔

کچھ کہو گی نہیں۔وہ پھر بولا۔

اب کہنے کو کچھ بچا بھی نہیں۔وہ بولی۔

اوکے میں نے تمہیں اس لیے کال کی تھی مجھے صبح اپنی دلہن کے لیے شاپنگ کرنے جانا ہے تو میں چاہتا ہوں میری دلہن کی ساری شاپنگ تم کرو اگر تمہاری طبیعت ٹھیک ہوئی تو گیارہ بجے میرے آفس میں آ جانا وہی سے ساتھ چلیں گے۔

ٹھیک ہے میں رکھتا ہوں۔

وہ اس کی سنے بغیر فون کاٹ چکا تھا اور ایک بار پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

مجھے آزاد کر دو تم
درد کی ہر زنجیر سے
محبت کی ہر تدبیر سے
میرے ہر درد کا صلہ دے دو
مجھے خود سے یوں جدا کر دو
بے چینیوں کو رام کر دو
کچھ نہ سہی تو بدنام کر دو
سنو میرا ایک کام کر دو
مجھے اب تم آزاد کر دو

اگلی صبح اس کی طبیعت ٹھیک طرح سے سنبھلی بھی نہ تھی وہ تاشی کے آفس چلی گئی تاشی کی سیکرٹری سے تاشی کا پوچھا تو اس نے بتایا وہ میٹنگ میں مصروف ہے لہذہ انتظار کر لیا جائے اس نے تاشی کا نمبر ٹرائی کیا تھا مگر وہ بند جا رہا تھا وہ سامنے صوفے پر جا بیٹھی گیارہ سے ساڑھے بارہ بج گئے

مگر میٹنگ تھی کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اس کی طبیعت دوبارہ خراب ہونے شروع ہوگئی سر درد سے پھٹنے لگا بخار ایک دم سے تیز ہوا ہے پل لو ہونا شروع ہو گیا اس میں اتنی ہمت نہ رہی کہ سامنے چار قدم پہ بیٹھی سیکرٹری کو یہ آواز دے دے اس پہ غنودگی طاری ہوگئی اس نے اپنا سر صوفے پر رکھ دیا۔اس کے سرخ پڑتے چہرے اور گرنے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھتے سیکرٹری نے دیکھا تھا اور اس کی طرف آئی تھی۔

میم آپ ٹھیک تو ہیں۔

پلیز تاشی کو بلاؤ مجھے پتا نہیں کیا ہو رہا ہے وہ بے بسی سے بولی سیکرٹری نے جلدی سے تاشی کو اطلاع دی تھی وہ سنتے ہی بھاگا آیا تھا۔

او مائی گاڈ۔سارہ کیا ہوا تمہیں تم ٹھیک تو ہو ناں وہ آتے ہی اس کے ہاتھ ملنے لگا تو سارہ اندر جیسے جان آئی۔

مس ماہم یہ کب سے آئی ہے کب سے یہاں بیٹھی ہے وہ سیکرٹری سے پوچھ رہا تھا۔

سر وہ ڈھائی گھنٹے ہو چکے ہیں انھیں آئے ہوئے۔وہ بولی۔

او گاڈ تم نے مجھے بتایا نہیں کیوں نہیں تمہیں اس کی سزا ملے گی سنا آپ نے وہ ماہم پہ دھاڑا سارہ تم وہ ماہم سے کہہ کے سارہ کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

تاشی اسے میں نے خود منع کیا تھا تمہیں بتانے کو اس نے بتایا تھا وہ میٹنگ میں مصروف ہیں میں نے خود کہا تھا میں یہی بیٹھوں گی وہ جانتی تھی تاشی غصے میں ہو تو کچھ بھی کر سکتا ہے یہ نہ ہو وہ اس چھوٹی سی بات پہ ماہم کو نکال باہر کرے اس لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے ماہم کی سائیڈ لی

سارہ تم چلو یہاں سے میں اسے بعد میں دیکھوں گا ۔وہ سارہ کی بات کاٹ کر بولا۔

تاشی میری بات۔۔۔

میں نے کہا چلو یہاں سے سارہ۔وہ اس کی بات کاٹ کر سارہ کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

سر میری بات سنیں پلیز۔ماہم کو اپنی جاب ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔

مس ماہم آپ جا کے اپنا کام کریں اور آج کے دن کی میری ساری میٹنگ کینسل کر دیں وہ ماہم کو کڑی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا اور سارہ کو لے کر اپنے آفس میں لے آیا بیٹھو تم یہاں وہ اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولا۔تمہیں منع کیا تھا ناں طبیعت ٹھیک نہ ہو تو مت آنا پھر کیوں آئی۔

میں ٹھیک ہوں بس یونہی تھکاوٹ ہوگئی شاید وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

چلو اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں اب شا پنگ کرنے سے تو رہے وہ اسے دیکھتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

نہیں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی میڈ یسن میرے بیگ میں ہے وہی کھا لوں گی تم پانی دے دو وہ پرس میں سے میڈیسن نکالتے ہوئے بولی۔وہ اٹھا اور پانی دینے کی بجائے ریسیور اٹھا کے ناشتے کا آرڈر کرنے لگا

یہ کیا کر رہے ہو تم مجھے ناشتہ نہیں کرنا وہ دور سے بولی۔

میں جانتا ہوں تم ناشتہ نہیں کر کے آئی ہوگی پہلے ناشتہ کرو میڈیسن لو پھر میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا شاپنگ میں خود ہی کر لوں گا وہ ہونٹ کاٹتے اسے دیکھتی رہی گئی تھوڑی دیر بعد ہی ناشتہ آیا اس نے سکون سے کر لیا تھا وہ جانتی تھی اس کا

موڈ خراب ہو چکا ہے یوں چڑا کی تو اچھی خاصی سنا بھی دے گا ناشتہ کر کے میڈیسن لی تو وہ بولا چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں گھر جا کے آرام کرو۔

نہیں میں ٹھیک ہوں تم اپنا کام کرو تھوڑی دیر بعد شاپنگ پہ چلیں گے۔وہ وہی صوفے پر دراز ہوتے بولی۔

سارہ تم ٹھیک نہیں ہو چلو

میں نے کہا ناں میں ٹھیک ہوں تم اپنا کام ختم کرو۔تو وہ چپ چاپ اپنی سیٹ پہ جا بیٹھا تھوڑی دیر بعد ہی وہ شاپنگ کے لیے مارکیٹ میں تھے ساری شاپنگ تو تاشی نے خود کی تھی برائڈل ڈریس ولیمہ ڈریس مہندی مایوں کے ڈریس سب تاشی کے پسند کے تھے وہ اس سے پوچھتا رہا تھا میری دلہن اس رنگ میں اچھی لگے گی ناں اس پہ یہ رنگ سوٹ کرے گا اس کے پاؤں میں یہ جوتی اچھی لگے گی وہ صرف اسے بتا رہا تھا اور صرف ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی اس کے بعد تاشی نے [illegible] کی اینڈ پہ وہ جیولری کی دکان میں [illegible] جیولری خریدنے کے بعد وہ اسے ڈائمنڈ [illegible] پہ لے آیا تھا اب کیا رہ گیا ہے وہ پوچھ رہی تھی۔

آؤ تو سہی بتاتا ہوں۔وہ اسے لیے شاپ اندر آیا تھا شاپ کیپر کو اس نے انگوٹھیاں اور بریسلٹ دکھانے کو کہا تھا دکان دار نے اس کے آگے ایک سے بڑھ کے ایک خوبصورت ڈیزائن رکھے تھے۔

میں چاہتا ہوں میں اپنی دلہن کو رونمائی گفٹ دوں وہ تمہاری پسند کا ہوا کیسا ہے۔اب تم نے میری دلہن بننا پسند نہیں کیا تو کم از کم میری دلہن

چیزیں تو تمہاری پسند کی پہن سکتی ہے ناں وہ مسکرا کے پوچھ رہا تھا اور اسے لگا وہ اس کی محبت کا مذاق اڑا رہا ہے کب سے اسے چڑانے کو استعمال کر رہا ہے طنز کر رہا ہے جلا رہا ہے وہ ایک دم اٹھی تھی ان طرح کے اس کی گود میں جو چیزیں تھیں وہ سب زمین بوس ہوگئی۔

سارہ کیا ہوا تمہیں کہاں جا رہی ہو۔وہ اسے دکان سے باہر نکلتے دیکھ کے پیچھے بھاگا کے اسے پکڑا تھا

چھوڑو مجھے وہ ہسٹرایائی انداز میں چلائی تھی

کیا ہوا سارہ ساری دکان کے گاہک اسے کے چیخنے پہ متوجہ ہوئے تھے وہ نرمی سے بولا تھا

کیوں کب سے تم مجھے ٹارچر کر رہے ہو۔ مجھے جلا رہے ہو میری دلہن میری دلہن کی رٹ لگا رہے ہو تم جانتے ہو میں تم سے محبت کرتی ہوں تمہارے ساتھ کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتی تم جان بوجھ کر اتنے دنوں سے مجھ سے دور ہو وہ وہ دو دن کی لڑکی تمہیں اتنی پیاری ہوگئی ہے تم اسے مجھ پہ اہمیت دے رہے ہو تم جانتے ہو میں یہ برداشت نہیں کر سکتی تم جان بوجھ کے کر رہے ہو یہ سب۔تم۔تم چیخ رہی تھی سب گاہک دکان دار سب ان دونوں کے آس پاس جمع ہو رہے تھے مگر اسے کچھ ہوش نہیں تھا وہ اسے گزشتہ دنوں پہ خود پہ گزری کیفیت بتا رہی تھی تاشی اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی اسے اس کے گناہ یاد کروا رہی تھی

سارہ ریلیکس سارہ میری بات سنو وہ دونوں بازوؤں سے پکڑ کے جھنجھوڑ رہا تھا مگر وہ ہوش میں کب تھی کتنی دیر وہ اسے سینے پہ سر رکھ کے روتی

رہی وہ دکان دار سے معذرت کر کے باہر آیا گاڑی میں بٹھا کے پانی پلایا اب وہ چپ تھی شاید اب اسے اپنے کیے پر شرمندگی ہو رہی تھی پتا نہیں اسے یکدم کیا ہو گیا تھا وہ شرمندہ نظر آ رہی تھی تاشی نے اسے دیکھا۔

آئی ایم سوری تھوڑی دیر بعد وہ بولی تھی

سوری تو مجھے کرنی چاہئے تھی۔ سارہ مجھے وقار انکل نے منع بھی کیا تھا مگر مجھے تمہیں چھوٹی سی سزا دینی تھی۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

کیسی سزا۔ وہ پھنسی آواز میں بولی۔

مجھ سے شادی سے انکار کی۔ تمہیں پتا ہے تمہاری شادی ارسلان سے نہیں ہو رہی وہ اسے دیکھتے بولا تھا وہ اسے دیکھنے لگی

پھر کس سے ہو رہی ہے۔

مجھ سے ہو رہی ہے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی

مگر ثمن۔ وہ ہکلائی۔

ثمن کو زیادہ پیسے والا بندہ چاہئے تھا اور وہ ارسلان مجھ سے زیادہ امیر ہے شادی کے بعد لندن لے جائے گا اپنی بیوی کو اور ثمن بھلا کیسے اپنا چانس گنوا سکتی ہے اس نے جھٹ ارسلان کے لیے ہاں کہہ دی پھر میرا رستہ صاف تھا اس لیے میں نے وقار انکل کے ساتھ مل کر پلان بنایا تمہیں تنگ کرنے کا مگر مجھے نہیں پتا تھا تمہیں میرے اس طرح کرنے پہ شاک ملے گا ورنہ آئی سویئر میں کبھی ایسا نہ کرتا وہ تفصیل بتا رہا تھا اور وہ اسے ٹک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

تم سچ کہہ رہے ہو۔ وہ اب بھی بے یقین تھی

بالکل سچ مگر اس سے یہ تو پتا چلا ناں کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔

تھینک گاڈ اب تک تو میں یہ ہی سمجھ رہا تھا کہ میں اکیلا ہی اس آگ میں جھلس رہا ہوں۔ وہ اب اسے تنگ کر رہا تھا۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے شادی کے بعد دعوتوں کا سلسلہ چل نکلا تھا ایک ماہ بعد ثمن ارسلان کے ہمراہ لندن چلی گئی تھی اور سارہ ایک ماہ تاشی کے ساتھ اس کی والدہ کے ساتھ کراچی رہ کر واپس لاہور آ گئی تھی وہ دونوں خوش تھے بے انتہا خوش۔ ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی وہ ایک دوسرے میں مگن تھے صبح آفس جاتے تاشی اسے وقار احمد کے پاس گھر چھوڑ جاتا اور شام کو آتے ہوئے واپس لے آتا اور اسے کہتا پورا دن چاہے آنٹی انکل کے پاس رہو مگر رات کو میں تمہیں صرف اپنے ساتھ اپنے گھر میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ اس میں بھی خوش تھی اور بے انتہا خوش تھی ہنسی خوشی یونہی تین ماہ کا عرصہ بیتا تھا۔

وہ بھی ایک اداس شام تھی اتوار کی جب وہ کچن سے نکل کر کسی کام سے لاؤنج میں آئی تو وہی چکرا کے گر گئی تھی لاؤنج میں بیٹھے تاشی اور کام کرتی ملازمہ دونوں اس کی طرف لپکے تھے تاشی نے اسے اٹھا کے صوفے پر لٹایا تھا اور وہ اسے دیکھ رہی تھی پچھلے دو ماہ سے اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا مگر آج تو وہ بے انتہا خوش ہو گئی تھی اس نے تاشی کو بتایا تھا تاشی اسے ڈاکٹر کے پاس لے آیا تھا ڈاکٹر نے انھیں خوشخبری سنائی تھی ساتھ میں کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیئے تھے کنفرم نہیں تھا مگر ٹیسٹ لازمی تھے تاشی خوشی خوشی اسے لئے گھر آیا تھا۔

وقار احمد اور عالیہ بیگم خوش تھے انہوں نے دونوں کو رات ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ وہ دونوں

خوش تھے اور یہ خوشی صرف کچھ دن ہی ٹھہری تھی۔

ایک ویک بعد ڈاکٹر نے تاشی کو بلایا تھا اور جو بتایا تھا وہ شاک سے کم نہیں تھا سارہ کو کینسر تھا اور وہ بھی اب آخری سٹیج پر تھا ڈاکٹر نے کہا تھا وہ اسے پہلے لے آتے تو شاید علاج کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

تاشی نے ڈاکٹر کو دوبارہ ٹیسٹ کرنے کا کہا تھا اس کا کہنا تھا کیا پتا غلط رپورٹ ہاتھ لگی ہو مگر ڈاکٹر نے بتایا تھا یہ سارہ کی ہی رپورٹیں تھیں بچہ وغیرہ نہیں ہے اس بیماری کی وجہ سے چکر آتے تھے وہ مایوس لوٹا تھا اس نے سارہ کو کچھ نہ بتایا تھا اسے اس کی خوشی میں خوش رہنے دیا تھا البتہ وہ اس کا کافی دھیان رکھتا تھا ڈاکٹر نے صرف چار ماہ کا عرصہ دیا تھا وہ خود اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کے مر رہا تھا راتوں کو اٹھ اٹھ کر دیکھتا اسے کچھ ہو تو نہیں گیا پوری رات اسے دیکھ کر گزارتا تھا رو کر گزارتا تھا خدا نے ہمارا ساتھ لکھ دیا تھا تو پھر اتنا مختصر کیوں وہ اکثر خدا سے شکوہ کرتا۔ اس نے اپنے ساتھ وقار احمد کو اس راز میں شریک کر لیا تھا وہ دونوں آل ٹائم اسٹڈی میں بند ایک دوسرے کے آنسو صاف کرتے رہتے باہر نکلتے یوں پوز کرتے جیسے کچھ ہوا نہ ہی ہو۔

سارہ بچے کے لیے بہت ایکسائیڈ تھی وہ اکثر تاشی کو لے کر مارکیٹ چلی جاتی بچے کی کافی ساری چیزیں شاپنگ کر کے کمرہ سجاتی اور وہ اسے سمجھاتا تاکہ ابھی سے سب مت کرو ابھی بہت ٹائم ہے مگر وہ نہ مانتی وہ اندر ہی اندر سسکتا مگر اپنی سسکیاں آنسو اپنے اندر دبا دیتا وہ اسے سامنے بٹھا کے گھنٹوں دیکھتا رہتا وہ پزل ہو جاتی وہ بولتی رہتی وہ سنتا رہتا دن یونہی گزرتے گئے ایک ماہ کا عرصہ بیت گیا۔

ایک دن یونہی وہ گھر میں اکیلی تھی اس کا جی چاہا وہ اپنی شادی کی پکچر دیکھے اس نے تاشی کا دراز کھولا البم نکال کے پلٹی جب البم کے نیچے رکھی رپورٹ دیکھ کے تو ٹھٹکی وہ خود بھی تو ڈاکٹر تھی اس نے وہ رپورٹ نکالی تھی دیکھی تھی اور پڑھی بھی تھی ایک قیامت تھی جو آئی بھی تھی اور گزر بھی گئی تھی مطلب وہ ماں نہیں بننے والی اسے کینسر تھا وہ مرنے والی ہے اسے تاشی کا اسے گھنٹوں دیکھنا یاد آیا اسے یاد آیا وہ رات کو جب بھی جاگتی تاشی کو خود کو دیکھتا پاتی وہ اسے ٹکٹکی باندھ کے دیکھ رہا ہوتا وہ اس سے پوچھ لیتی ابھی تک جاگ رہے ہو ایسے کیوں دیکھ رہے ہو تو وہ اسے سینے سے لگا لیتا اور بھرائی آواز میں کہتا میں تمہیں کھونے سے ڈرتا ہوں وہ پریشان ہوتے اٹھ بیٹھتی کیا ہوا خیریت تو ہے ناں سب۔ وہ پوچھتی اگلے پل وہ خود کو نارمل کر لیتا بات ہنسی میں اڑا دیتا تھا وہ مطمئن سی ہو جاتی اسے اب تاشی کی پریشانی سمجھ آئی تھی اسے اب سمجھ آیا تھا کہ اسے بچوں کی شاپنگ کرنے کیوں ٹوکتا ہے وہ روئی تھی اور شدت سے روئی تھی تاشی نے اسے نہیں بتایا تھا تو اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ تاشی کو نہیں بتائے گی کہ اس نے رپورٹ دیکھ لی ہے وہ اس کا بھرم نہیں ٹوٹنے دے گی اس نے خود کو نارمل کر لیا تھا وہ تاشی کے سامنے خود رہنے کی ایکٹنگ کرتی۔

انہی دنوں اسے خون کی الٹیاں ہوئی مگر اس نے تاشی کو کچھ نہ بتایا وہ سب سہتی رہی تھی دن گزرتے گئے اور وہ اس کی تکلیف بڑھتی گئی اس دن اس نے تاشی سے فرمائش کی تھی وقار احمد کے گھر جانے کی وہاں رہنے کی وہ مان گیا اس دن وہ

بہت تکلیف میں تھی اسے لگا اس کی جان نکلنے والی ہے تکلیف اس کے چہرے پہ نظر آئی تھی تاشی نے اسے بار بار پوچھا تھا تم ٹھیک تو ہو مگر ہر بار وہ مسکرا کے ٹال دیتی۔

وقار احمد کے گھر وقت بہت اچھا گزرا تھا رات جب وہ جانے لگے تو اس نے تاشی سے کہا تھا آج یہی رہ لیں وہ مان گیا تھا مگر وہ کچھ نہیں جانتا تھا رات ڈیڑھ بجے کے قریب اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا اسے خون کی الٹیاں کیوں آ رہی تھیں مگر اس نے اتنی ہمت نہ تھی پاس لیٹے تاشی کو جگا سکے جب اسکی سانس اکھڑنے لگی تب تاشی جاگا تھا اس نے سارہ کو دیکھا تھا وہ خون میں لت پت تھی اسے وہ پہلے دیکھا خواب یاد آیا سفید لباس میں لت پت سارہ اب بھی وہ سفید فراک میں تھی خون فراک کو رنگ رہا تھا وہ اس پہ جھکا تھا۔

او گاڈ سارہ یہ کیا ہوا اس نے زور سے عالیہ بیگم اور وقار احمد کو آوازیں دیں تھی وہ دونوں بھاگے آئے تھے انکل گاڑی نکالیں سارہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے عالیہ بیگم نے اندر کا منظر دیکھا تھا تاشی۔۔۔ن۔۔ن مجھے ہسپتال نہیں جانا مجھے گھر پہ ہی مرنے دو تم۔ میں تمہاری گود میں ہی جان دینا چاہتی ہوں

چپ پلیز۔ سارہ وہ ہکلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ نہیں سارہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا تم ٹھیک ہو جاؤ گی دیکھنا۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا وہ اسے دلاسے دے رہا تھا۔

تاشی میں سب جان گئی ہوں میں نے وہ رپورٹیں دیکھ لی تھیں تم نے مجھے نہیں بتایا تاشی میں مرنا نہیں چاہتی مجھے جینا ہے پلیز مجھے مرنا نہیں ہے مجھے بچا لو وہ تڑپ رہی تھی سسک رہی تھی جب ایک دم اس کا سانس اکھڑا تھا تاشی ہوش میں آیا۔

سارہ۔ وہ چیخا اور اسے اٹھا کے باہر بھاگا تھا۔ اسے گاڑی میں بٹھا کے وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا تھا اور گاڑی بھگا کے لے گیا عالیہ بیگم اور وقار احمد پیچھے چیختے رہے گئے رہ تیز رفتار ڈرائیونگ کر رہا تھا سے سارہ کو بچانا تھا اسے تو ڈاکٹر نے کہا تھا چار ماہ سارہ کے پاس ہے ابھی تو دو ماہ رہتے تھے وہ انہیں سوچوں میں تھا جب سامنے آتے ٹرک کو اس نے نہیں دیکھا اور ٹرک ان کی گاڑی کو روندتا ہوا چلا گیا اگلے دن ہر اخبار پر نیوز چینل پر یہ خبر نشر تھی رات ملک کے نامور بزنس مین مسٹر تاثیر ضیاء عرف تاشی کی وائف گھر پہ ہی دم توڑ چکی تھی اور تاشی کو سارہ کے دکھ نے مار دیا تھا مگر ایک بات بالکل سچ تھی کہ دونوں کے کھائے گئے قسمیں وعدے بیکار نہیں گئے تھے دونوں ایک ساتھ جینے مرنے کے وعدے پورے کر گئے تھے دونوں میٹھی ابدی نیند سو رہے تھے اس جہاں میں تھے جہاں اب انہیں کوئی الگ کرنے والا نہ تھا موت بھی نہیں۔

اف یہ کہانی لکھتے وقت میرے کیا احساسات تھے میں نے کیا محسوس کیا تھا میں کتنا روئی تھی میں نے ان لفظوں کو کتنا اپنے اندر اتارا تھا میں کچھ بھی بیان نہیں کر سکتی دوسرے لفظوں میں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کچھ کہنے کے لیے پہلی دفعہ جب میں عالیہ آنٹی سے ملی تو مجھے وہ سب سے الگ سی لگی میں ان دنوں اپنی مرحومہ خالہ سے ملنے اسلام آباد گئی تھی پھر آنٹی نے مجھے وہی روک لیا تھا تبھی ایک شام بھرپور نیند لینے کے بعد جب میں اٹھی تھی میرے ساتھ والا بیڈ خالی تھا مطلب میں اپنی کزن کے ساتھ سوئی تھی اور جب میں کزن عائشہ کو ڈھونڈنے باہر آئی وہ وہاں نہیں تھی بت مجھے ٹیرس پہ آ کے اچھا لگا تبھی میری نظر ساتھ والے بنگلے کے لان میں پڑی تھی وہاں ایک عورت بال بکھیرے بال اتنے کھلے کپڑے پہنے مٹی سے ہاتھ اور بال بھرے ہوئے کیاریاں بنا رہی تھی مطلب پھول لگا رہی تھی تبھی میرے پیچھے عائشہ آ کھڑی ہوئی تم جاگ گئی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

ہاں۔ یہ کون ہے میں نے جواب دیتے ساتھ ہی سوال کر دیا تب اس نے بتایا تھا کہ دو ماہ پہلے ہی یہ یہاں آئی ہے اکیلی رہتی ہے نا کسی سے ملتی ہے نہ بات کرتی ہے میرے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا ان کا کوئی نہیں دنیا میں اکیلی باتیں کرتی ہے نوکروں سے گھر بھرا پڑا ہے مگر انھیں خود کا کوئی ہوش نہیں تب مجھے انھیں جاننے کا تجسس ہوا۔

اگلی صبح ہی میں عائشہ اور زاروان ان کے گھر جا پہنچے تو انھیں برا لگا پھر وہ آہستہ آہستہ ہمارے ساتھ گھل مل گئی عائشہ تو خیر جلد ہی بور ہو کے اکتا گئی مگر زاروان ان کی جستجو جاننے کو بے تاب تھے پھر آہستہ آہستہ ان کے گھر جانا ہوا پھر عالیہ آنٹی سے دوستی ہو گئی تب انہوں نے مختصر سی اپنی یہ کہانی سنائی کہانی بہت مختصر تھی اور تاشی اور سارہ کیسے ملے یہ سب بھی میں نہیں جانتی تھی پھر عالیہ آنٹی مجھے ایک روم میں لے گئی وہ روم سارہ اور تاشی کی شادی کی شادی سے پہلے کی بے جا پکچروں سے بھرا تھا ان میں سارہ کی بے شمار پینٹنگ بھی تھی وہ وقار احمد ثمن عالیہ آنٹی کی فیملی پکچر بھی تھی تبھی ایک دراز سے آنٹی نے مجھے تاشی اور سارہ کی ڈائری دی تبھی مجھے ایک پوری کہانی بنانے کا آئیڈیا آیا پھر میں نے عالیہ آنٹی سے اجازت لی پھر کہانی اسٹارٹ کی مزید عالیہ بیگم نے بتایا سارہ اور تاشی کی ڈیتھ کے تین ماہ بعد وقار احمد بھی چل بسے تھے وہ شاید اپنے داماد اور لاڈلی بیٹی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے اور ثمن صرف کے مرنے پہ آئی اس کے بعد اتنے سال گزر گئے اسے یہ یاد نہیں کہ اس کی ایک ماں بھی ہے تاشی کی والدہ نے عالیہ بیگم کو اپنے ساتھ لے جانے کو کہا تھا مگر وہ نہ مانی عالیہ بیگم پھر اپنا سب چھوڑ چھاڑ اسلام آباد آ بسی تھی وہ کہتی ہے وہاں مجھے سارہ کی یادیں ڈستی ہیں اس سے کیے وہ رویے یاد آتے ہیں جو انہوں نے اس کے ساتھ رکھتے وہ کہتی ہے وہ سخت شرمندہ ہے وہ جس بیٹی کو اتنا چاہا جس بیٹی کے لیے اتنا کچھ کیا وہ آج ماں کو ایک فون کال کر کے حال نہیں پوچھتی ان فیکٹ اسے یہ بھی نہیں پتا وہ کس حال میں ہے وہ کہتی ہے ایک بار سارہ اور وقار احمد واپس آئیں وہ ان سے اپنی ہر غلطی کی معافی مانگے کی ہر ازالہ کرنے کی کوشش کریں گی۔

مگر آنٹی ایک بات میں بھی کہنا چاہتی ہوں وقت ہر کسی کا ساتھ نہیں دیتا حسرتیں بھلا کب پوری ہوتی ہیں اس وقت تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے جب ہمیں کوئی ہماری جان سے پیارا عزیز داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں موندھ کر منوں مٹی تلے جا سوتا ہے تبھی ہمیں احساس ہوتا ہے مگر تب تک وقت ہمارے ساتھ نہیں ہوتا۔

خیر اب میں قارئین سے پوچھنا چاہتی ہوں یہ کہانی لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں یہ سب آپ نے مجھے بتانا ہے۔

محبت کے پھول

۔۔تحریر۔ایم جاوید نسیم چوہدری فیصل آباد۔0345.5453286۔

سر ریاض احمد صاحب۔اسلام علیکم۔محبت کے پھول۔سٹوری لے کر آپ کی بزم میں ایک بار پھر قدم رکھا ہے مجھے امید ہے کہ آپ ہماری خواہشوں کو ضرور پورا کریں گے میں نے باقی تمام کہانیوں کی نسبت اس پر بہت محنت کی ہے مجھے امید ہے کہ میری کہانی قارئین کے دلوں پر نقش چھوڑے گی۔یہ ایک ایسی دکھی داستاں ہے جنہوں نے اپنی جان دے کر اپنی محبت کو امر کر دیا اور ایک دوسرے سے کیے ہوئے وعدے پورے کر دکھائے محبت ہو تو ایسی ہو وہ اس محبت کی یادیں اپنے ماں باپ کے لیے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ہو گئے ۔ایک دکھی کہانی۔ضرور پڑھئے اور اپنی رائے دیجئے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سلام خلوص آپ کی صحت وسلامتی کے لیے دعا گو ہوں اس بار میں محبت کے پھول لے کر آیا ہوں یہ وہ پھول ہیں جو میرے بہن بھائیوں نے میرے دوستوں نے میرے چاہنے والوں نے بڑی محبت بڑی چاہت بڑے خلوص اور بڑے پیار سے مجھے ارسال کیے ہیں۔یہ میری زندگی کے انمول پھول ہیں یہ وہ پھول ہیں جن سے میرے قلم میں نکھار پیدا ہوا ہے میں ان سب بہن بھائیوں او دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں ۔سمبڑیال سے بلقیس بانوں ۔ڈنگہ سے ثریا جی ۔باگڑ برگانہ سے زارا فردوس ۔فیصل آباد سے نیلم صباء۔مری سے رشیدہ جی۔کا مشکور ہوں کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوشیاں نصیب فرمائے۔

کبھی کبھی سوچتا ہوں ہم ذرا ذرا سے دکھوں پر حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں اور مقدر سے شکوہ کرنے لگتے ہیں اپنے اطراف پر نظر ڈالیں تو احساس ہوگا کہاں کتنلیل لوگ ہیں جو آسودہ منزل ہوئے کتنے دل ہیں جو نا تمام آرزوؤں پر ماتم کناں ہیں اس لیے زندگی ناکامیوں اور دکھوں سے عبارت ہے یہ سب کچھ نہ ہو تو زندگی زندگی نہ رہے کیونکہ زندگی جدوجہد کا نام ہے اور جب یہ جدوجہد ختم ہو جائے تو سکون طاری ہو جائے سکون جو موت کی علامت ہے دوستو مایوس نہ ہوا کرو دکھ اور مصیبت انسان پر ہی آتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کو کون یاد کرے گا اس دنیا میں دکھ برداشت کر لو دوسرے جہاں میں تمہیں اتنی راحت ملے گی جو کبھی ختم نہ ہوگی یہ زندگی تو پانی کا ایک بلبلہ ہے او یہ دنیا ہوا کا ایک جھونکا ہے۔

محبت اور اعتماد ایک ریشمی زنجیر کی مانند

سیدھے سادھے اور ناسمجھ ہوتے ہیں یہ ہماری بھول ہے پڑھنے والے بڑے ہی ذہین ہوتے ہیں وہ الفاظ کے پیچھے اور فقروں کے اندر پوشیدہ معنی کو خوب جانتے ہیں اور یوں ہمیں پتھر مارتے ہیں سمجھدار اور ذہین لکھاری وہ ہوتا ہے جو لکھتے وقت پڑھنے والوں کی پسند اور ناپسند کو سامنے رکھتا ہے نہ کہ اپنی ذات کو اور جو ایسا کرتا ہے وہ معروف تو ہو سکتا ہے مگر مقبول نہیں ہو سکتا محض لکھنا کمال نہیں ہوتا لکھے ہوئے کو منوانا کمال ہوتا ہے خاص طور پر ادب میں حسن تب پیدا ہوتا ہے جب لفظوں کا موضوع انتخاب اور ان کی موزوں ترتیب کو خاص طور پر مدنظر رکھا جائے ہر انسان ایک کہانی ہے اور ہر کہانی کے کردار ہمارے چاروں طرف بکھیرے پڑے ہیں صرف احساس کرنے والا دل دیکھنے والی آنکھ ہونی چاہئے ہر انسان کے چہرے پر آپ کو کوئی نہ کوئی کہانی نظر آئے گی کتنے ہی ادھورے خاکے میری توجہ کے طالب ہیں شاید میں چاہتے ہوئے بھی ان میں اچھے رنگ نہ بھر سکوں کیونکہ میں بذات خود بہت ہی مصروف ہوتا ہوں کچھ میرے حالات مانع ہیں کامل یکسوئی تو میسر ہے لیکن میں خود اہم مسائل کے گھیرے میں گھیرا ہوا ہوں لیکن پھر بھی جو سکون خدا کی عبادت کرنے دکھی بہن بھائیوں کے دکھ پریشانیوں کو دور کرنے اور غموں کے بانٹنے میں ملتا ہے وہ مال و دولت میں میسر نہیں سنا ہے کہ حالات کی بھٹی میں جل کر ایک قلم کار کا فن نکھر جاتا ہے وہ حالات جو اسکتے فن کو جلا بخشیں مستقل نہ ہو جائیں ان حالات سے نکل کر یونہی قلم کار یکسوئی حاصل کرے گا پہلے سے بڑھ کر اپنے فن میں نکھار پیدا کرتا چلا جاتا ہے کیونکہ جو وقت گزر جائے وہ آئندہ کے لیے تجربہ کی کسوٹی بن جاتا ہے آپ کو پتہ ہے کہ ایک قلم اپنے دل کی زبان سے زمانے کو بہت کچھ کہنا چاہتا ہے مگر بعض مجبوریوں اور حالات کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا ہے قلم کار بھی تو آخر دوسروں کی طرح ایک انسان ہے صرف اس کے نازک احساسات خیالات افکار اسے دوسرے سے منفرد کرتے ہیں ورنہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح دکھ سکھ تکلیف غم و خوشی سے متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کی حساس طبیعت کے باعث سے زیادہ یہ متاثر کرتے ہیں شہر خموشاں کی طرح ویران آنکھیں اور ان آنکھوں میں لرزتے آنسو اور اداس چہرے پر کمزوری کے اثرات میں میرے لیے وجہ حیرت بن جاتے ہیں یا یوں کہہ لیں کے اداس چہرے میری کمزوری ہیں جہاں کہیں انہیں دیکھ لوں تو ان کا سبب جاننے کے لیے بے چین و مشتاق ہو جاتا ہوں عموما چہروں میں گھلی تلخ سی اداس اور پلکوں پر چمکتے موتیوں کے قطرے اپنے اندر کہانیاں سموئے ہوتے ہیں تب میں قلم اٹھا لیتا ہوں کا اکثر میں کسی کی رضا اور بر زور اصرار پر لکھتا ہوں تو بعض اوقات مجھے خود بھی کئی کئی چکر لگانے پڑتے ہیں اس کا اندازہ آہستہ آہستہ آپ کو میری تحریروں سے بھی ہوا ہو گا واقعی کسی کے دل کا راز جاننا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ انسان بھی کتنا عجیب ہے سینے میں دکھ اور غموں کو یوں چھپائے پھرتا ہے جیسے کوئی انمول خزانہ ہو ذرا لب کھولے کسی نے چرا لیا ایک قلم کار کو اس خزانے کے حصول کے لیے کبھی کبھی اپنے زخم بھی ادھیڑنے پڑتے ہیں دکھ مشترک ہو تو آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں اسے چھلک پڑتا ہے تو پھر کہانی بنتی لی جاتی ہے خوابیدہ زخم ادھیڑتے چلتے جاتے ہیں کہانیاں تو لمحوں سے

جنم لے کر برسوں اور پھر یہ صدیوں پر محیط ہوتی ہیں صدیوں کے فاصلے کو سمیٹنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے یہ ایک اچھا قلم کار ہی جان سکتا ہے اور پھر میں تو ہمیشہ سچائی کا متلاشی رہتا ہوں جھوٹ لکھنا میرا شیوا نہیں ہے ہر کہانی کے مکمل ثبوت لے کر پرکھتا ہوں پھر اس کو قارئین کی نظر کر دیتا ہوں آج میں ایک بار پھر اپنے قارئین کی محبتیں چاہتیں وفا میں محبت کے پھول چاہت کی کلیاں دلی جذبات کے ساتھ میری حوصلہ افزائی جو مجھ کو خطوط فون کالز اور ایس ایم ایس پر ملی ہیں ان سب کو لے کر قرطاس کی زینت بنا کر ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں تا کہ آئندہ بھی محبتوں کا صلہ جاری رہے سب سے پہلے آزاد کشمیر سے ماسٹر محمد طفیل صاحب اپنے ان جذبات سے میری حوصلہ افزائی کی لکھتے ہیں۔

محترم حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب خدا دکھوں سے نجات دے۔ اسلام علیکم۔ ماہ اگست کا شمارہ پڑھا آپ کی کہانی تنہا کا سوگ نے متاثر کیا ویسے تجھی بھیا جی میں مختلف رسائل کا عرصہ دس سال سے مطالعہ کر رہا ہوں لیکن آج تک کسی قلمکار کو تعریفی لیٹر نہیں لکھا لیکن اب کی بار نہ جانے کس وجہ سے آپ کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا آپ کی کہانی پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے آپ نے اپنی کہانی میں تمام کچھ سمو دیا کسی بھی قسم کی کمی نہ چھوڑی آپ ہ انداز بیان الفاظ کی جامعیت مخاطب کا انداز اور اشعار کہانی کو رنگینی بخشنے والے ہیں میں ایک بار پھر آپ کی بلند خیالی اور اعلیٰ حوصلگی پر مبارکباد دیتا ہوں جاوید نسیم صاحب قلمکار معاشرے کا حصہ ہیں کسی بھی چیز کا اگر ایک حصہ کاٹ دیا جائے تو وہ اپنا حسن کھو دے گی آج اس کے اس نفسا نفسی دور میں جو مقام ایک قلم کار کو ملا ہے وہ میرے خیال میں کسی اور کو بہت کم ملا ہو گا زندگی دکھوں کا نام ہے دکھ اور غم انسان کو اول سے مقدر میں ملے ہیں تاریخ کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں انسان کو دکھ والم سے دوچار رہا ہے اور یہ دکھ والم انسان کو فطری محبت سے ملے ہیں پیار پالینا ہی محبت نہیں محبت تو یہ ہے کہ اس کے لیے قربانی دی جائے محبت میں ہجر و فراق کا مقام اگر نہ ہوتا انسان اپنے آپ کو نہ پہچان سکے محبت میں ہجر ایسا حصہ ہے جس کا نکھار سے اعلیٰ حوصلہ پیدا ہوتا ہے زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ اوروں کے لیے گزارنے کا دوسرا نام ہے میں آپ جیسے بلند خیال قلم کار کی خدمت میں یہ الفاظ ہی بھیج سکتا ہوں جاوید نسیم آپ کی دونوں تحریریں پڑھنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسائل سے آپ دامن گیر نہ ہوتے تو یقیناً آپ کا نام قرطاس کی زینت نہ بنتا یہ شرف ہم جیسے کور عقلوں کے مقدر میں نہیں اس لیے حالات سے ہار مان لینا جوانمردی نہیں اپنے مسائل سے نکل دوسروں کے دلوں میں جھانکو مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی کسی نئی کہانی کے ساتھ ہم تک پہنچو گے اگر واپسی جواب لکھنے کو دل چاہئے تو پتہ درج ذیل ہے آخر میں آپ کی سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ اجازت طلب کرتا ہوں

فقط والسلام۔ ماسٹر محمد طفیل آزاد کشمیر۔

ماسٹر محمد طفیل کو میں نے جواب لکھ دیا اور ان کا شکریہ ادا کیا پھر ایک طویل عرصے بعد مجھے ان کا دوسرا خط ملا لکھتے ہیں کہ بھائی حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب۔ اسلام علیکم نہ جانے کب کا آیا خط آج الماری سے ملا چاک کیا تو باد نشاط کے شگوفے شہنشاہ عظیم کی یاد تازہ کر گئے کیا بتاؤں

اس وقت آفتاب مغرب سے اپنی پوری رعنائیاں سمیٹے ہوئے رات کا پیغام سنا رہا ہے ہاں وہ رات جو رب العزت نے اپنی مخلوق کے لیے سکون کی صبح بنائی مگر میں اس وقت اپنی کٹیا جو بستی کے کنارے جنگل میں ہے آکے لان میں بیٹھا ماضی میں کھویا ہوا تھا کہ سوچا ماضی کے دریچے ماضی کی ڈائری سے تلاش کروں شاید کچھ تلک باقی ہو اور اق کی ورق گردانی سے آپ کا لیٹر ملا جو شائد میری غیر موجودگی میں کس نے رکھا ہوگا کہ پڑھ لے گا لیٹر کو ادھر ادھر پلٹا پشت پر سٹمپ دیکھ کر سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ پشیمان نگری کے شہزادے کی یاد جس کا پچھلے عرصہ سے میرے ساتھ رشتہ پیوست ہے لیٹر کھول کر ایک عجیب سے مہلک دل ویران کو معطر کرنی کیوں نہیں آخر ایک عرصہ بعد لیٹر پا کر اتنا سکون ہوا جس کا بیان محال ہے ماضی کی کھڑکیاں کھولنے سے اچانک باد نسیم کے شگوفے پا کر چہرہ خوشی سے تلملا اٹھا میری اہلیہ جو میرے حال سے نالاں ہے میری خوشی بھانپ کر میرے قریب آگئی میں نے نچاہتے ہوئے بھی آپ لیٹر پڑھ کر اسے سنا دیا لیٹر سننے کے بعد مجھ سے تعارف پوچھا یا دنخواستہ مجھے آپ کے ساتھ اس مراسم کی ایک طویل کہانی سنانا پڑی آخر میں آپ نے لیٹر میں لکھا بھیا تم پریشان رہتے ہو خود پر زیادتی نہ کرو مگر بھائی جاوید جی نہ پوچھو آپ کا تعلق آپ کے ساتھ رشتہ ہی میرا ماضی بھلا سکتا ہے بس میرا ماضی ایک داغدار ماضی ہے جس کی یادداشت کب کی آب غوش ہو چکی ہے آپ اوروں کی طلاطم خیز موجوں نے میرے ماضی کو بکھیر کر اس کی کرچیاں نہ جانے کہاں تک پہنچا دی ہیں ہائے ان کرچیوں کی آہ و فغاں سے دل گھٹتا ہے نہ پوچھو جاوید جی میرے دوست اس گریازاری میں مجھے بہلانے والا کوئی نہیں ہے اور اب تو اس اسٹیج پر پہنچ چکا ہوں کہ کسی شاعر کے بقول۔

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے جب نہیں آتا

آہ آپ کا سوال مجھے پھر ماضی میں لے گیا جیسے بھول جانے کے لیے میں نے آپ سے رشتہ استوار کیا تھا آپ کے مراسم سے ایک بار پھر میں اپنے آپ کو دنیا کا ترین خوش نصیب انسان تصور کرنے لگا تھا مگر بھیا جی ہرگز نہیں یہ سوال کبھی نہ کرنا بس حال ہی میں رہنا ماضی تو آب رواں کی نذر ہوا مقدر کو کس کی نذر کروں یہ تاحیات ساتھ رہے گا جسے جی۔ آپ کے اہل خانہ کی خدمت میں مودبانہ آداب کبھی خیال آئے تو میری روح کے ثواب کے لیے قلم اٹھانا فقط والسلام۔ آپ کا زخمی بھائی ماسٹر محمد طفیل آزاد کشمیر۔

کراچی سے محمد یوسف غوری صاحب اپنے ان جذبات سے میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں لکھتے ہیں جناب حکیم جاوید صاحب۔ اسلام علیکم امید ہے کہ مزاج بخیریت ہونگے حکیم جاوید صاحب میں اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اخبارات اور رسائل کا مطالعہ کرتا ہوں آپ کی تحریر کی ہوئی کئی کہانیاں میں نے پڑھی ہیں واقعی آپ ایک اچھے رائٹر ہیں کیونکہ اچھے رائٹر کے لیے اچھے الفاظ تلاش کرنا ہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے اس مرتبہ جولائی کے شمارے میں آپ کی کہانی زخموں کی آنچ پڑھی الفاظ بے حد مضبوط اور جاندار تھے میں نے سوچا کہ آپ کو اچھی کہانیاں لکھنے پر مبارکباد دینا آپ کی حوصلہ افزائی نہ کرنا سراسر ناانصافی ہے اور ایک اچھے رائٹر کی حوصلہ

افزائی ہی اسے مید اچھا لکھنے پر راغب کرتی ہے کہانی کا ہر لفظ اپنی جگہ آپ تھا کس کس کی تعریف کروں الفاظ کا چناؤ آپ نے بڑے اچھے انداز سے کیا جس نے مجھے لیٹر لکھنے پر مجبور کر دیا اگر آپ اس محنت سے لکھتے رہے تو ایک نہ ایک دن آپ کا شمار اچھے لکھنے والوں میں ہوگا ماشاءاللہ ابھی بھی آپ بہت اچھا لکھتے ہیں میں شو بزنس کے ادارے دی پاکستان تھیٹر میں چیئرمین کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں بہر حال کہانی لکھنے پر اچھے الفاظ کا انتخاب کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں آخر میں آپ کی ترقی اور صحت وسلامتی کے لیے دعاگو ہوں اجازت دیں خدا حافظ۔ آپ کا مخلص محمد یوسف غوری کراچی۔

میلسی سے چوہدری محمد شبیر شاہد لکھتے ہیں۔

قابل احترام جناب حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب۔ اسلام علیکم۔ آج فروری کا شمارہ آداب عرض خریدنے ایجنسی پر گیا لیکن آداب عرض ابھی نہیں آیا تھا پھر ویسے ہی جواب عرض کا شمارہ اٹھا لایا ورق گردانی شروع کر دی جب جواب عرض کی فہرست کہانیاں دیکھی تو آپ کا نام ایک طویل عرصے کے بعد عرض کی دنیا میں دیکھ کر جواب عرض خرید لیا گھر آکر آپ کی تحریر میں ڈوب گئے سفینے ساحل کے پاس پڑھی تو وہی معیار نظر آیا جو ایک عرصہ قبل آپ کی تحریروں میں دیکھا تھا کیا میں غلطی پر تو نہیں آپ وہی حکیم جاوید نسیم چوہدری تو نہیں ہیں جن کی ایک سچی تحریر کچھ عرصہ قبل لاہور سے ایک میگزین میں شائع ہوئی تھی پڑھی جس کا تعلق مجھے یاد ہے ہندوستان کی سرزمین سے تھا مجھے بہت پسند آئی تھی ابھی تک آپ کا نام میرے ذہن کی سرزمین میں زندہ ہے کیا آپ وہی حکیم جاوید نسیم چوہدری ہیں امید ہے آپ میرے ذہنی تجسس کو محسوس کرتے میری تسلی کے لیے اپنا تعارف ضرور لکھیں گے اگر آپ آداب عرض پڑھتے ہیں تو میرا نام بھی آپ نے ضرور دیکھا ہوگا میری ایک سچی کہانی فروری دوسری مئی میں آداب عرض کی زینت بن چکی ہیں امید ہے کہ آپ قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر مجھ ناچیز پر احسان کریں گے نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں خدا حافظ۔ فقط والسلام۔ آپ کا پرستار چوہدری محمد شبیر میلسی۔

بہاولنگر سے محمد افضل منیو بی اے۔ ایل ایل بی۔ لکھتے ہیں کہ برادرم حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب۔ سلام مسنون امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے آپ کی تحریر کردہ کہانی پیار کی خاطر مارچ کے شمارے میں نظر سے گزری ہے کہانی کا انداز رواں اور انداز بیان بہت ہی خوبصورت ہے بڑا ہی دلنشیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک میں ایک نئی چیز سامنے آئی ہے یعنی یہ جذبہ آج کے اس زمانے میں بہت زیادہ حیران کر دینے والا ہے کہ پہلی بیوی بخوشی دوسری شادی کی اجازت اپنے شوہر کو دے دے نہ صرف بیوی اس کہانی میں اجازت دیتی ہے بلکہ اپنے شوہر کو غزالہ سے شادی پر مجبور بھی کرتی ہے بظاہر یہ بات معمولی نظر آئے لیکن جذبات کی قربانی بہت غیر معمولی ہے اور پھر شکیل کی غزالہ کے لیے لافانی اور مخلص محبت جو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ دل ہی دل میں اپنی بہت سی حیثیتیں تبدیل کرتی رہی مگر ہر حالت میں ہر حیثیت میں پاک ہی رہی جو کہ آج کے دور میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے بحرحال بہت اچھی کاوش تھا آپ کی امید ہے کہ آپ

• آئندہ بھی اسی طرز کی کہانیاں لے کر ہم تک پہنچتے رہیں گے اور لکھتے رہیں گے آخر میں ایک گزارش ہے کہ مجھے یہ ضرور بتائیں کہ یہ کہانی ہیڈ راجکاں بہاولپور کے اے آر نورانی صاحب کی اپنی آپ بیتی ہے یا کسی اور کی کیونکہ جس ہستی کسی بھی آپ بیتی ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں مجھے آپ کا اس مکمل ایڈریس ضرور فراہم کریں مجھے اس کے جواب کا انتظار رہے گا آپ کا خیر اندیش محمد افضل منیو بہاولپور۔

راولپنڈی سے نور محمد صاحب لکھتے ہیں محترم جاوید نسیم چوہدری صاحب جی آداب۔ اسلام علیکم عرض ہے کہ آپ کی تحریر بجھ گئے دیپ پیار کے مارچ کے شمارے میں نظر سے گزری بھائی جان اگر میں یہ کہوں کہ میری کہانی ہے تو بے جا نہ ہوگا بحر حال کہانی پڑھ کر میرے پرانے زخم تازہ ہو گئے ہیں آپ کا انداز تحریر بہت پسند آیا عرض ہے کہ میں ریکویسٹ کرتا ہوں کہ جاپان والے بھائی جن کی یہ کہانی ہے ان کا ایڈریس مجھے ضرور دے دیں تو میں آپ کا نہایت ہی مشکور رہوں گا شاید اس طرح میں ان سے بذریعہ لیٹر ملاقات کر کے دکھ بانٹ سکوں۔ فقط آپ کا خیر اندیش نور محمد راولپنڈی۔

سعودی عرب سے حاجی معراج دین صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔ جناب محترم جاوید نسیم صاحب اسلام علیکم۔ اگست کے شمارے میں آپ کی کہانی تنہائی کا سوگ پڑھی ہے جسے پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و قرار اور سکون قلب عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی سب کہانیوں سے مختلف تھی اور جن درد ناک الفاظ کا چناؤ کیا گیا اور انداز بیاں الفاظ کی جامعیت نے اور پھر کہانی اتنی درد ناک تھی کہ میرے آنسو نکل پڑے اور میں لیٹر لکھنے پر مجبور ہو گیا اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور آپ آئندہ بھی ایسی ہی کہانیاں لے کر ہم تک آئیں مجھے امید ہے کہ آیک نہ ایک دن آپ کا نام ضرور روشن ہوگا میری پر خلوص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں آپ کا دعا گو آپ کا پرستار حاجی معراج دین صدیقی سعودی عرب۔

سیالکوٹ سے مصباح غلام رسول اپنے ان جذبات سے اظہار خیال کرتی ہیں لکھتی ہیں کہ قابل احترام ہستی جناب حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب ماہ نومبر میں آپ کی کہانی تنہا چھوڑ کر پڑھی تو یقین کریں کہ پلکیں شدت سے بھیگ گئیں آپ نے اس کہانی میں ایک مظلوم ہستی کو متعارف کروایا ہے اور اسمیں اس کے ٹکراؤ کی لفظی تصویر کھینچی ہے میں نائلہ کی عظمت کو سلام کرتی ہوں خدا اس کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو سکون قلب عطا فرمائے آمین ایسے لوگ حقیقت میں سلام کرنے کے قابل ہوتے ہیں آپ کو اب یقین کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہو گا میں ایک بات کہوں پلیز برا نہ مانیں تو میں آپ کے ساتھ پر خلوص دل سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میں آپ سے قلمی ناطے کی خواہش مند ہوں ایک ایسا ناطہ جس میں نہ آپ کی اور نہ میری عزت و حرمت پر کبھی کوئی آنچ نہ آئے گی میری نظر میں آپ کا مقام سدا محترم رہے گا اور یہ خلوص بھرا تعلق میرے لیے بڑا اعزاز ہوگا میں ایک پڑھی لکھی سلجھی ہوئی فیملی سے تعلق رکھتی ہوں آپ کو میرے ساتھ دوستی کر کے کبھی مایوسی نہیں ہوگی بلکہ خوشی ہوگی میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ میں

اخلاق کی اتنی اچھی ہوں کہ ہر کوئی دوبارہ ملنے کی خواہش کرتا ہے پلیز میرے دوست سے بڑھے ہوئے ہاتھ کی لاج رکھیں میرے ساتھ دوستی کر کے تو دیکھیں میں آپ کو اچھی باتیں سنایا کروں گی ہنسایا کروں گی پلیز آزما کر تو دیکھیں میں دو بھائی اور تین بہنوں کی چھوٹی لاڈلی ہوں اور میرا مشغلہ بھی کہانیاں لکھنا ہے میں جواب عرض کی قاری ہوں اور میری دو کہانیاں بھی شائع ہو چکی ہیں اس کے ساتھ میں ماہنامہ آہٹ اور ہفت روزہ مشن کی نمائندہ خصوصی بھی قرار دی جا چکی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ بہت دکھی ہیں اور آپ کو میری باتیں اچھی نہیں لگ رہی ہوں گی مگر میرا دل کرتا ہے کہ آپ سے باتیں کروں مگر یہ کیا جی آپ تو سخت خفا نظر آ رہے ہیں میں زیادہ بولنے کی عادی ہوں مگر فضول نہیں بولتی اور ایسا کبھی نہیں بولتی کہ میرے لفظوں سے کسی کی دل شکنی ہو میرے گھر میں ہر طرح کی آزادی ہے مگر اس آزادی سے کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا دوستی کر لیں اور آزمائیں اچھا اب اجازت دیں میری طرف سے آپ کو عاجزانہ سلام قبول ہو خدا حافظ۔

آپ کی مخلص مصباح غلام رسول سیالکوٹ

بہن ایچ کے۔ مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں۔

محترم بھائی حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب اسلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے آپ سوچتے ہیں گے کہ یہ لیٹر لکھنے والی کون ہے میں رسائل کی دیوانی ہوں میں نے آپ کی کہانی درد کا رشتہ پڑھی ہے مجھے دکھوں کے سوا کچھ نہیں ملا ایک تو آپ نے عورت کو بہت برا بھلا کہا ہے بھائی جان بے وفا تو مرد بھی ہوتے ہیں میں کسی مرد کو گالی نہیں دیتی اس لیے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ ہمارے باپ آدم علیہ اسلام یہ سب مرد ہی ہیں میں کیوں مرد کو برا بھلا کہوں البتہ ایک مرد کو برا کہوں گی وہ ہے شیطان اب آپ عورت کو بھلا برا مت کہنا بلکہ اپنی قسمت کا قصور نکالنا میرا یہ لیٹر مختصر سا ہے لیکن امید ہے کہ اب آپ عورت کو برا نہیں کہیں گے بھائی جان جیسے ہاتھ کی پانچ انگلیاں ایک جیسی نہیں ایسے ہی کوئی عورت ایک برابر نہیں میں بھی مردوں سے ایک بار ٹھوکر کھا چکی ہوں مگر مردوں کو ابھی تک برا نہیں کہا صرف اس لیے کہ میری قسمت ہی بھائی جیدی میرے لیٹر کا جواب ضرور دینا سب بڑوں کو میری طرف سے سلام اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ فقط والسلام۔ آپ کی بہن ایچ کے مظفر گڑھ۔

ہارون آباد سے روبینہ راشد لکھتی ہیں کہ۔

محترم بھیا حکیم جاوید نسیم چوہدری صاحب اسلام خلوص فروری کے شمارے میں آپ کی داستان الم درد کا رشتہ پڑھی تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جھلک پڑے بھیا جی واقعی وہ بدنصیب لڑکی ہے جس نے آپ جیسے باوفا مخلص انسان کے دل کو توڑا ہے بھیا جی دنیا کی ہر عورت ناہید نہیں ہوتی اور ہر مرد جاوید نسیم نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا اس نفسا نفسی کے عالم میں مختلف انسان بستے ہیں کسی کو عورت نے دھوکہ دیا تو کسی کو مرد نے مگر جاوید نسیم بھیا جی میرے خیال میں عورت کبھی بے وفا نہیں ہوتی اور حالات اسے بے وفا بنا دیتے ہیں بھیا جی عورت کو تو ہر حال سے حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے حقیقت تو اسکے برعکس ہوتی ہے میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور دلی سکون کے لیے دعا کرتی ہوں آپ کی داستان الم پڑھ کر

آپ سے ہمدردی ہوگئی ہے امید کرتی ہوں
جواب ضرور دیں گے میری جانب سے آپ کو پر
خلوص سلام۔فقط دعا گو روبینہ راشد ہارون آباد۔
حافظ آباد سے بہن شہناز اختر شازی لکھتی
ہیں۔میرے پیارے بھیا جان حکیم جاوید نسیم
چوہدری جی سلام محبت خدا آپ کو ڈھیروں
خوشیاں عطا فرمائے آمین دیکھو بھائی جان میں جو
کچھ بھی لکھوں گی آپ کو عمل کرنا ہوگا میں نے بڑی
دفعہ قلم اٹھایا کہ آپ کو لیٹر لکھوں لیکن لکھ نہ سکی
کیونکہ مجھے اپنوں نے اتنے زخم دیئے ہیں دھوکے
دیئے ہیں کہ اب کسی پر اعتماد نہیں رہا لیکن بھیا
میری فطرت ایسی ہے کہ اپنے غموں کو بھول جاتی
ہوں اور سوچتی ہوں کہ کاش میں اس کے کام
آسکوں کہ شاید اس کا غم کم ہو جائے میں نے آپ
کی اپنی کہانی درد کا رشتہ پڑھی تھی بہت دردناک
کہانی تھی بھیا جی اس طرح دکھ کم ہوں تو اس دنیا
میں کوئی بھی دکھی نہ رہے۔بھیا جی میری اتنی سی
ریکویسٹ ہے کہ اپنے لیے نہ سہی دوسری کی خاطر
ہی جینا پڑتا ہے میرے بھائی ہر کام میں اللہ تعالیٰ
کی حکمت ہوتی ہے ناہید نے آپ کے ساتھ بے
وفائی کی اور آپ وفا نبھاتے رہے ہیں خود کو بھی
اذیت دے رہے اور گھر والوں کو بھی کیا آپ کی
امی جی کا یا بہن بھائیوں کا دل نہیں کرتا ہوگا کہ ہم
اپنے بھائی کے سر پر سہرا دیکھیں ناہید کی خاطر
آپ نے سب سے ناطہ توڑ دیا ہوا ہے میرے
بھائی آپ کو اس مقدس مہینے کی قسم اور اس رات کی
یہ رات بہت افضل ہے آپ سب کچھ بھلا کر کسی
اچھی سی لڑکی سے شادی کرلیں میری دعا ہے کہ
اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقدس رات کے صدقے
بہت سی خوشیاں دے گا بھائی جان والدین کی کتنی
امیدیں اور اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں ہم اپنی
خوشی کی خاطر سب کچھ بھول جاتے ہیں جاوید نسیم
بھائی میں آپ کے لیے اجنبی ہوں لیکن آپ
میرے لیے اجنبی نہیں ہیں آپ میرے بھائی ہیں
میرے بھائی اس زخمی بہن کا مان نہیں توڑنا سب
کچھ بھلا کر شادی ضرور کرنا میں 1987 سے
مختلف رسائل پڑھتی آرہی ہوں لیکن پتہ نہیں آپ
مجھے کیوں یاد آتے تھے آج دل کے ہاتھوں مجبور
ہو کر آپ کو لیٹر لکھنا پڑا میرے بھائی اس دنیا میں
کوئی بھی سکھی نہیں ہے زیادہ تر دکھ اپنے ہی
دیتے ہیں لیکن ہمت نہیں ہارنی چاہیے میں اپنا
تعارف کروا دیتی ہوں میری تعلیم میٹرک ہے ٹیچر
ہوں حال ہی میں سروس جائن کی ہے بچوں کو
پڑھاتے چند گھنٹے ذہن سوچوں سے آزاد ہو جاتا
ہے پھر حال میں جینا پڑتا ہے یہ اپنے نہ مرنے دیتے
ہیں نہ ہی جینے دیتے ہیں افسوس ہے میرے بھائی
میرے پاس خوشیاں نہیں ہیں میں اپنے دامن
میں اپنوں کی نفرتیں زخم دکھ لیے جی رہی ہوں لیکن
میں آپ کی خوشیوں کے لیے ضرور دعا کروں گی
اپنے بھائی کے لیے شاید میرے بھائی کو یہ پاکیزہ
رشتہ پسند نہ آئے لیکن بھائی جان مجھے اس مقدس
اور پاکیزہ رشتے میں دلی سکون ملتا ہے بے شک
کوئی اوپرے سے ہی بہن کہہ دے تو مجھے بہت خوشی
ہوتی ہے اگر آپ کو ناگوار گزرے تو اس پاگل اور
وہمی سی لڑکی کو معاف کر دینا میں اپنا پتہ تحریر ضرور
کرتی لیکن بھیا جی اب کسی پر اعتماد نہیں رہا لوگ
بدنام کر دیتے ہیں اور اب مجھ میں ہمت نہیں ہے
اور دکھ اٹھا سکوں میرے پیارے بھائی جاوید نسیم
جی اس پاگل سی بہن کی لاج رکھنا اور شادی ضرور
کر لینا مجھے بہت خوشی ہوگی رات کافی ہر غلطی کی

معذرت خدمت اقدس میں پرخلوص سلام شب
بخیر سکون کی متلاشی آپ کی بہن شہناز اختر شازی
حافظ آباد۔

اب فون پر جو کالز آئی ہیں ان کے بارے
میں بھی کچھ بیان کرنا بہت ضروری ہے۔بہن
زارا فردوس باگڑ سرگانہ سے کال کرتی ہیں اور کہتی
ہیں بھیا حکیم جاوید نسیم چوہدری جی آج میں نے
نومبر کا شمارہ پڑھا ہے آپ کی کہانی غموں کی اداس
وادی پڑھی تو یقین کرو بھائی جان میری آنکھوں
سے آنسو نکل آئے میں نے خود بھی بہت اداس ہو
گئی ہوں بھیا جی آپ کی اپنی کہانی اتنی دردناک
تھی کہ میں تڑپ کر اپنی ہی دنیا میں گم ہوگئی اور
سوچنے لگی کہ میرا بھیا کتنے غم دل میں چھپا کر
لوگوں کو خوشیاں دے رہا ہے اور میں نے تو کبھی
سوچا بھی ن ہیں تھا کہ میرا بھائی اتنا ٹوٹا ہوا ہے
بھیا جی میں آپ کی بہن ہوں میں آپ کا ساتھ
دوں گی آپ کے غم بانٹوں گی میں اپنے بھیا کو گرم
چائے کے ساتھ گرم گرم پکوڑے بھی اپنے ہاتھوں
سے بنا کر دوں گی اب آپ خوش رہا کرو میں اپنے
بھائی کے لیے دعا کروں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو
دکھوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت دے آمین۔

کراچی سے بہن ماہ نور کال کرتی ہیں کہتی
ہیں میرے سویٹ سے بھائی حکیم جاوید نسیم چوہدر
ی صاحب اسلام علیکم۔بھیا جی میں نے ابھی
ابھی نومبر کے شمارے میں آپ کی اپنی کہانی غموں
کی اداس وادی پڑھی ہے میں اپنے روم میں تھی
کہانی پڑھ رہی تھی کہانی اتنی دردناک اور دکھی تھی
کہ میں کیا بیاں کروں پڑھتے پڑھتے میری چیخیں
نکل گئی میری امی جی دوڑ کر میرے پاس آئیں
پوچھا کہ ماہ نور بیٹی کیا ہوا ہے تو میں نے اپنی امی کو
وہ سرورق جس پر لکھا تھا کہ گل کو تیری بیٹیاں رمشا
عائشہ اور زینب جب سہاگ کا سرخ جوڑا پہن کر
آنسو بہا رہی ہوں گی تو اپنی ماں کو یاد کر رہی ہوں
گی تو ان کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی تو پھر میں
اپنی بیٹیوں کو سینے سے لگا کر ان کے سر پر شفقت
سے ہاتھ رکھ کر کہوں کہ میری بیٹیو تمہاری ماؤں مر
چکی ہے تو ان کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی کبھی سوچا
تم نے تو میری امی بھی رونے لگ گئی تھیں میرے
ابو جی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے ہمیں روتا ہوا دیکھ
کر پوچھا کیا بات ہے تو امی جی نے وہ ورق ابو جی
کر پڑھنے کے لیے کہا تو بھیا جی یقین کریں
میرے ابو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں
بھیا جی آپ کتنے دکھی ہیں کتنے ٹوٹے ہوئے ہیں
آپ سے بات کر کے بندہ محسوس نہیں کر سکتا کہ
آپ اتنے دکھی ہیں بھیا جی میں آپ کی ہمت اور
حوصلے کو سلام کرتی ہوں اور دعا کروں گی کہ اللہ
تعالیٰ میرے بھیا کو زمانے کی ہر خوشی نصیب
کرے آمین۔

اوکاڑہ سے یاسمین نین رانجھا سے طاہرہ۔
کراچی سے تانیہ مندرہ سے شمائلہ ملتان سے لائبہ
اور صائمہ ساہیوال سے سمیرا اعوان جھنگ سے
ثمینہ بہن بورے والا سے سمیرا جٹ شورکوٹ سے
آمنہ خان مردان سے بہن سپنا۔ہارون آباد
سے سپنا جی سارہ شہناز گوجرانوالہ ادیبہ الماس
خانیوال کرہ ڈسکہ غزل بہن وادی نیلم آزاد کشمیر
سے نغمہ اور شمائلہ سرگودھا سے علیشبہ اٹک سے
شگفتہ ناز کھوئی رٹہ سے کشمیر سے کائنات منڈی
بہاؤالدین۔روبینہ لاہور۔مریم جہلم دولتانہ سے
بہن سیدہ سندس پشاور سے شائستہ منڈی بہاولد
ین نازیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے صنم ڈڈیال آزاد کشمیر

سائرہ مغل ۔فیصل آباد سے مناہل صادق آباد انعم سمندری۔اقراء پسرور ۔آمنہ کھائیگلہ آزاد کشمیر ۔سحر لیہ ثناء دادن خان رعنا موچی والا ۔صوابی سے گل بہن ۔مہناز جاتلاں۔

آزاد کشمیر نذر ۔شمائلہ ۔عائشہ سیالکوٹ ۔انساء رائے ونڈ مسکان فیصل آباد فرزانہ بہن کرک ۔ماہم چینوٹ رخسانہ چترال ۔ایمان دنیا پور ۔شبانہ نوابشاہ ۔شمیم تاندلہ ۔حنا حان فیصل آباد مہوش چکار آزاد کشمیر ۔حنا چشتیاں سپنا ۔انیلہ ہارون آباد ۔عالیہ امریکہ ۔نازیہ فرانس ۔دعا علی جاپان ۔بلقیس بانوں سمبڑیال ۔فاطمہ میانوالی ۔آمنہ جٹ لاہور ۔اقرا پھالیہ ۔شیخ شاہد الفت دوبئی شہزاد سلطان کویت ۔شہزاد شارجہ ۔عامر انگلینڈ امجد برطانیہ ۔نام تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں سب کا نام لکھنا بہت مشکل ہے ان سب بہن بھائیوں دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جن سے مجھے بہت دعاوں کے نذرانے ملے اچھے دوست اچھے ہم سفر اچھے ساتھی ملے میں آئندہ بھی رائے کا منتظر رہوں گا دعاؤں میں یاد رکھنے اچھے مشورے دینے کا بہت بہت شکریہ میری بھی پر خلوص دعائیں آپ سب گے کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہزاروں خوشیوں سے نوازے آمین آخر میں بھائی یونس ناز کا بھی بہت بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے قیمتی وقت سے ٹائم دیا اور اپنے خوبصورت علاقے کی سیر کروائی آپ بھی ہم کو خدمت کا موقع دیں ہم انتظار کریں گے واقعی دکھ تو ازل سے ہی کاتب تقدیر نے انسان کے ساتھ لکھ دیئے جن کو ہر حال میں برداشت کرنا ہے وہ کون ہے جس کو کوئی دکھ نہیں ہے اپنے اپنے دکھ سینے میں چھپائے ہر حساس انسان وقت کی صلیب پر لٹکا موت کا انتظار کر رہا ہے کسی کو کوئی ہمدرد ساتھی مل جائے تو وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہے جسے نہیں ملتا وہ تنہا ہی سلگ سلگ کر مر جا ہے انسان ڈرتا ہے اگر کسی نے اس کے حالات کو جان لیا تو وہ بدنام نہ کر دے یہی انسان کے دکھ کی دلیل ہیں لاپرواہی سے چلتے ہوئے تیر ایسے نشانوں پر لگتے ہیں کہ تیر انداز اس کا گمان بھی نہیں ہوتا واقعی زندگی بہت مشکل ہے راہ گزر تو سہی مگر چٹانوں اور پہاڑوں کی کٹھن راہ گزر شازشوں کے بچھے ہوئے جال خوبصورت چہروں کے پیچھے چھپے ہوئے بھیانک روپ وس سو سے گھری ہوئی زندگی احساسات سے عاری چہرے سکون ہتے تو سہی خدا کی عبادت میں دل کتنے اچھے لگتے ہیں پھولوں سے بھرے چمن پتھروں پر چمکتے ہوئے شبنم کے قطرے کناروں سے ٹکراتی ہوئی سمندر کی لہریں آبشاروں سے گرتے ہوئے پانی کے ترنم کا شور دامن کوہ تک سکون سا تصور ہے جی چاہتا ہے کہ کاش یہ سب کچھ میرا مقدر ہوتا میں کسی ایسی ہی زمین کا باسی ہوتا زندگی میں ٹھہراؤ ہو بہت تیزی نہ ہو پر خلوص ہو سچائی ہو جھوٹ اور مطلب پرستی نہ ہو مگر شاید ہم سب ہی خلوص کا دامن چھوڑ چکے ہیں ہم آگے چڑھنے کی تمنا میں پیچھے دیکھنا بھی بھول گئے ہیں ہم آگے بڑھنے کی تمنا میں مشرقی تہذیب کو چھو کر مغربی رنگ و روپ کے شیدائی ہو گئے ہیں ایک چھوٹی سی بظاہر لیکن درحقیقت بہت بڑی مثال ہے تو ہم بھول گئے ہیں کہ سورج تب تک اپنا پرنور کرنوں سے جہاں کو مغور کرتا رہتا ہے جب تک وہ مشرق میں ہے لیکن آگے بڑھنے کا جنون اسے مغرب میں لے جاتا ہے جہاں اسے ڈوب جانا ہوتا ہے۔

آخر میں ان بہن بھائیوں اور دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جو روزانہ میرے ساتھ رابطے میں رہ کر حال احوال کا پوچھتے ہیں محمد یونس ناز مظفر آباد آزاد کشمیر ۔عائشہ بہن ۔اور باجی جی میانوالی ۔بہن قراۃ العین مظفر گڑھ ۔نیلم فیصل آباد ۔عظمی بہن میانوالی ۔تسمیہ جی منڈی بہاولدین ۔روبینہ گلشن آباد ۔کوہ نور بہن کراچی ۔شیخ محمود احسن مخدوم عالی ۔سبطین صاحب دنیا پور

حکیم پیر سید جاوید حسین شاہ باغ آزاد کشمیر ڈاکٹر عبدالحکیم خان ارجہ آزاد کشمیر ۔زارا بتول لاہور ۔ندا اسلام آباد ۔صائمہ چکوال ۔صائمہ بہن وہاڑی ۔باجی خالدہ رائے ونڈ ۔باجی سعیدہ دولتالہ آپ سب بہن بھائیوں اور دوستوں کے لیے میں بھی دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے حفظ امان میں رکھے اور یہ رابطے یونہی بحال رہیں آخر میں سب کے لیے ایک ریکویسٹ کر رہا ہوں کہ رشتوں کو ایسی محبت اور احترام سے نبھایا کرو جیسے شہد کی مکھی پھولوں سے اگر رس نکال بھی لے تب بھی پھولوں کو کس قسم کا نقصان نہیں ہونے دیتی دو دن کی زندگی ہے اس کو دو ہی اصولوں پر گزارو ملو تو پھول بن کر بکھرو تو خوشبو بن کر رشتے اور راستے زندگی کے دو پہلو ہیں کبھی کبھی رشتے نبھاتے نبھاتے راستے کھو جاتے ہیں اور کبھی کبھی راستوں میں چلتے چلتے رشتے بن جاتے ہیں کسی کو رشتے راس آجاتے ہیں اور کسی کو راستے فرق بس اتنا ہے کہ راستوں کے دکھ برداشت ہو جاتے ہیں اور رشتوں کے نہیں اپنے رشتوں کا بہت خیال رکھیں چاہیے وہ رشتے خون کے ہوں یا احساس کے ہوں پیار کے ہوں یا دوستی کے ہوں سب کا احترام کریں بہت ضروری زندگی میں کبھی بھی کسی کا دل مت توڑو کیونکہ دل ٹوٹنے ٹوٹنے کی آواز نہیں آتی اور انسان کرچی کرچی ہو کر بکھر جاتا ہے سب سے مسکرا کر ملا کرو کیونکہ ایک مسکراہٹ کسی کو زندگی دے سکتی ہے۔

زندگی میں دو لمحے گزرے ہیں مجھ پر کٹھن
ایک تیرے آنے سے پہلے دوسرا تیرے جانے کے بعد

اپنے ہاتھوں سے کہیں میرا نام لکھ دینا
تم دعا مت مانگنا صرف دعا لکھ دینا
اس قدر مانے نے کر دیا بدنام مجھ کو
زندہ رہوں تو جینے کی سزا لکھ دینا
میں روٹھے ہوئے دوست کو مناؤں کیسے
روٹھنے والے یہ میری خطا لکھ دینا
جدا ہو کے تجھ سے جی لیں گے
ان مخملی ہاتھوں سے اپنی اک دعا لکھ دینا
تم کہتے تھے تیرے بن جی نہ سکیں گے
اکیلے کیسے جی رہے ہو اتنا ضرور لکھ دینا

☆......علی نواز مزاری- گھوٹکی

غزل

پوچھا کس نے حال کسی کا تو رو دیئے
پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیئے
نغمہ کسی نے ساز پہ چھیڑ تو نہیں دیا
غمیر کسی نے شاخ سے توڑا تو رو دیئے
اڑتا ہوا غبار سر راہ دیکھ کر
انجام ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیئے
بادل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے
رنگ شفق سے آگ شگوفوں میں لگ گئی
ساغر ہمارے ساتھ چھلکا تو رو دیئے

☆......ایم شہزاد سلیم خان

داغ ندامت

۔۔تحریر۔گڑیا چوہدری۔سیہ پور۔

ریاض بھائی۔السلام علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج ایک بار ایک نئی تحریر داغ ندامت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا۔اگر آپ چاہئیں تو اس کہانی کو کوئی بہتریں عنوان دے سکتے ہیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ساجد اس نے آج عجب سوال کر ڈالا۔ کہنے لگا مجھ پر تو مرتے ہو جیسے کس کے لیے ہو۔
مراد علی شاہ تم ایسا نہیں کر سکتے تم میرے علاوہ کسی سے شادی نہیں کر سکتے میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی آگ لگا دوں گی تمہیں پر ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی تم اتنا بڑا دھوکہ میرے ساتھ کیسے کر سکتے ہو میں نے تمہارے لیے کیا کچھ نہیں کیا ور تم بدنامی کی چادر میں لپیٹ کر سر عام چھوڑ گئے مجھے تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں نے تمہارے لیے کیا کچھ نہیں سہا سارے خاندان کے طنز بے حیا بے غیرت جیسے لقب سے تم نے میری پہچان کروائی تم نے میرے جہاں تک کہ میرے ماں بابا نے بھی کہہ دیا اچھا ہوتا اگر تم پیدا ہی نہ ہوتی اور پیدا ہونے سے پہلے ہی مر جاتی آج لوگ طعنے دیتے ہیں کہ مبارک علی خود بھی ایسا ہی ہوا گا اور تیری بیٹی بھی آج ایسی بے باک ہے تیری وجہ سے ماں کی محبت سے بھی دور ہوگئی ماں کہتی ہے اس سے اچھا ہوتا وہ بانج ہی رہتی تا کہ سکون سے زندگی تو گزر جاتی اکلوتی اولاد ہوں لیکن غم دس اولادوں سے بھی بڑا دیا ہے۔تیری وجہ سے مجھے کیا کچھ نہیں سننا پڑا اور تو اپنی زندگی آباد کرنے چلا ہے ایسا کبھی نہیں ہوگا میں تجھے مار دوں گی۔
مہک خود کو سنبھالو کیوں اپنی تماشہ بنا رہی ہو دیکھو ماں بابا کا خیال کر رہنے دے سکون سے انہوں نے کیوں تو سانس بند کر دینا چاہتی ہے جو ہونا تھا ہو گیا۔
مہک مبارک علی میری بہت اچھی دوست ہے تعلیم یافتہ اخلاق مزاج ہنر مند ہر کام میں طاق پر اس سے بھی ایک گناہ غلطی معاف ہو جاتی ہے

پر گناہ ہی سمجھتے تھے سب کہ مہک مبارک علی نے محبت کیوں کی پر محبت تو خود ہو جاتی ہے یہ کہاں منصوبہ بنا کر کی جاتی ہے یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو زمین میں نہیں بلکہ دل میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے پر کبھی کبھی ہمارا انتخاب اتنا غلط ہو جاتا ہے کہ جب ہم اپنی دنیا اجاڑ چکے ہوئے ہیں پھر ہمیں خبر ہوتی ہے۔

تھا میرا آغاز ہی سے راستہ اپنا غلط
اس کو اندازہ سفر کی رائیگائی سے ہوا

ساجد مراد علی شاہ سے مہک مبارک علی کو بے انتہا محبت تھی مہک مبارک علی نے اپنی زندگی کے آٹھ سال صرف کیے تھے پر اس نے ایک منٹ بھی نہیں لگایا تھا رشتہ توڑنے میں رشتہ بھی وہ جو صرف محبت کا تھا۔وہ مہک علی کو بے جان کر کے چھوڑ گیا تھا اس کے خوابوں کو ریزہ ریزہ کر کے بے شمار ٹکڑے کر کے چلا گیا تھا اپنی نئی حیاتی بسانے ایک نازک پری کو پتھر کر کے چلا گیا تھا۔

کتنا مختصر ہے یہ زندگی کا افسانہ
ایک گام مردانہ ایک رقص مستانہ

ساجد مراد علی شاہ نے اسے یہ کہہ کر چھوڑ دیا وہ بہت عام لڑکی ہے بدنام پورے گاؤں میں والدین سے چوری ملنے ولی جو اپنے والدین کی عزت کا خیال نہیں رکھ سکی وہ ساجد شاہ کے ساتھ زندگی کیسے گزارے گی حالانکہ وہ یہ کیسے بھول گیا اسے اس راہ پر لانے والا تو وہ خود ہی تھا بدنامی کا داغ تو اسے ساجد مراد نے ہی دیا تھا محبت کے نام پر لٹ گیا اسے اور کہہ گیا وہ ساجد مراد علی شاہ کے لائق نہیں ہے یہ بھی کیا خوب ہے مرد کو بیوی خاص چاہی پردے دار اور خود بے شک گندگی سے لبریز ہو۔ خود بے شک اپنی جوانی رنگین مزاج رنگین گرد حصار میں گزار دیں کون کہتا ہے آج کی عورت کے ساتھ برا نہیں ہو سکتا اگر لڑکیوں سے کچھ غلط ہو جائے تو کون ہے جو یہ کہے کہ بھول تھی معاف کر دیں نہیں اسے طنز سے مار دیتے ہیں اسے تماشہ سمجھ کر مذاق اڑایا جاتا ہے۔اس بے حسی دنیا میں سوال میرے بھی کسی طرح سے جیا جائے کس کے لیے جیا جائے کس نے کیا خوب کہا ہے کہ زندگی میں قسم قدم اور قلم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہئے۔
مہک مبارک علی کا قدم تو سب لڑکیوں کے سامنے ہے جو ہسپتال میں زندگی اور موت کے درمیان اپنی ذہنی توازن کھو کر نفسیاتی مریض بن گئی ہے آج اس کی تکلیف میں ماں بابا کے علاوہ چند کے ایک دوست ہیں اور جس کی وجہ سے اس حالت کو آئی وہ اپنی نئی حیاتی بسانے جا رہا ہے۔

ہم شجر تھے شجر ہی رہے
وہ موسم تھا بدلتا ہی گیا
گڑیا چوہدری۔

وہ جس نے اس معصوم سی لڑکی کو
محبت کے نام پر لوٹا
وہ انسان تھا
یا پھر کوئی وحشی درندہ
گڑیا چوہدری سیہ پور۔

☆ ——— شہباز۔پونچھ فورٹ
اگر غم نہ ہوتا تو غزل کون لکھتا
کسی کی خوبصورتی کو کنول کون کہتا
یہ تو کرشمہ ہے محبت کا ورنہ
پتھر کی دیواروں کو تاج محل کون کہتا

فین

--تحریر-خورشیدزوہیب-آزادکشمیر-0306.3038932-

ریاض بھائی - السلام وعلیکم - امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے - فین - سٹوری لے کر اپنے محبوب رسالے جواب عرض میں آیا ہوں اس امید کے ساتھ کے ماہنامہ جواب عرض ماضی کی طرح خوش آمدید کہا جائے گا فین سٹوری لکھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آج کے بعد لڑکے اور لڑکیاں فین کسے کہتے ہیں اس لفظ کا احترام کریں اور شائزہ جیسی لڑکیوں جو دولت سے محبت خرید نے نکلتی ہیں دولت بہت کچھ ضرور ہے مگر دولت سے سب کچھ ہرگز نہیں دولت سے محبت حاصل کرنے والی لڑکیوں کے لیے ایک سبق آموز کہانی ہے شائزہ کی غلط فہمی ہمیشہ کے لیے دور ہو گی کہ میں دولت سے محبت نہیں خرید سکتی - یہ سٹوری میرے ساتھ بیتی ہے اس لیے میں اس کے دو اور مصائب کا شکار ہوا ہوں

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا--

کسی سے دوستی کرنا یا کسی کا فین ہونا ہرگز بری بات نہیں ہے مگر آپ کی دوستی کسی کے لیے وبال جان بن جائے تو بہت بری بات ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ آپکے فین ہیں اور آپ کا فین ہونا ہی کسی کے لیے عذاب بن گیا تو پھر تو ایسے فین سے بہتر ہے کہ انسان کا کوئی فین ہی نہ ہو کھلاڑیوں کے اداکروں کے شاعروں کے رائٹروں کے گلوکاروں کے اور بہت سارے نامور لوگوں کے فین ہوتے ہیں میں بھی ایک ادنیٰ سا لکھاری اور شاعر ہوں جس کی وجہ سے چند میرے بھی فین ہیں اور ایک دن فین ہونا ہی میرے لیے عذاب بازی لے گا مجھے خبر کب تھی -

ماہنامہ جواب عرض میں میں نے تقریبا اٹھارہ سٹوریاں لکھیں اور کئی بار جواب عرض میں میرا نمبر بھی شائع ہوا جب قارئین نے حد سے زیادہ بارتنگ کیا تو میں نے اپنا نمبر ہی بند کر دیا لگا تار دو سال تک میں نے اپنا جاز کا نمبر آف رکھا کبھی کبھار ضروری سمجھتا تو آن بھی کر لیتا تھا اس دوران میری شادی ہوگئی میری شادی لو میرج تھی جس کی وجہ سے میں کافی خوش تھا اور شادی کے بعد میں نے بہت سارے مشغل کو خیر آباد کہہ دیا تھا حتیٰ کہ محبوب رسالے جواب عرض کو صرف پڑھنے کی حد تک رکھا تھا لکھنا بھی چھوڑ دیا تھا دو سال کے بعد میرے گھر چاند سے بیٹے کی ولادت ہوئی اور ہماری زندگی کی ساری محرومیاں ایک دم ہی ختم ہوگئیں جس کا نام کاشان زوہیب رکھا گیا۔

ابھی کاشان سولہ دن کا ہی تھا کہ مجھے جاب کے سلسلے میں کراچی جانا پڑا میں کراچی میں جاب کرتا ہوں اور کشمیر میں بہت ہی کم رہنا نصیب ہوتا ہے شام چار بجے کا ٹائم ہوا ہوگا کہ مجھے ایک نمبر

سے کال آئی۔
ہیلو۔کیا آپ زوہیب بات کر رہے ہیں۔
جی ہاں میں زوہیب ہی بات کر رہا ہوں۔
زوہیب میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔
کتنی بڑی۔
بہت بڑی۔
اس بہت بڑی کی کوئی حد بھی ہے۔
بس بہت بڑی باقی مجھے کچھ پتہ نہیں۔
اچھا بڑی فین کا نام کیا ہے۔
جی میرا نام شائزہ علی ہے۔
کہاں سے۔
لاہور سے۔
اوکے۔زوہیب میں کیا کبھی کبھار آپ سے بات کر لیا کروں۔
ہاں کبھی کبھی آپ بات کر سکتی ہو۔
شائزہ سے ہلکی ہلکی باتیں ہوتی رہی بہت جلد شائزہ مجھ سے فری ہو گئی شائزہ کو شاعری سے کافی لگاؤ تھا اور شاعری میری بھی کمزوری رہی ہے زوہیب مجھے آپ کوئی اچھی سی غزل سنا دو پلیز۔
شائزہ پھر کبھی ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔آپ نا ہر وقت بیزی رہتے ہیں۔شائزہ بس وقت نے مصروف کر دیا ہے۔شائزہ نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ایف اے کی سٹوڈنٹ ہے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے میں نے صاف الفاظ میں بتایا کہ میں غریب ہوں دو بھائی کما رہے ہیں گھر کا خرچہ چلتا ہے میں اپنا کاروبار کرتا ہوں کچھ دنوں کے بعد پھر سے شائزہ نے غزل کی فرمائش کر دی تو میں نے اسے یہ غزل سنائی۔

ریشم زلفوں نیلم آنکھوں والے اچھے لگتے ہیں
میں شاعر ہوں مجھ کو اجلے چہرے اچھے لگتے ہیں
تم خود سوچو آدھی رات کو ٹھنڈے چاند کی چھاؤں میں
تنہا راہوں پر ہم دونوں کتنے اچھے لگتے ہیں
آخر آخر سچے قول بھی چبھتے ہیں دل والوں کو
پہلے پہلے پیار کے جھوٹے وعدے اچھے لگتے ہیں
جب سے وہ پردیس گیا شہر کی رونق روٹھ گئی
اب تو اپنے گھر کے بند دریچے اچھے لگتے ہیں
کل اس روٹھے یار کو دیکھا تو محسوس ہوا
محسن اجلے جسم پہ میلے کپڑے اچھے لگتے ہیں

جناب کی پسند لاجواب ہے۔
جی ہر انسان کی الگ الگ چوائس ہوتی ہے
۔زوہیب ایک بات پوچھوں۔
ہاں شائزہ۔
مجھ سے دوستی کرو گے۔
ارے پاگل ہم دوست ہی تو ہیں۔
زوہیب ایک بات بتاؤں۔
کیا بات ہے بتاؤ۔
آپ سے بات کرنے سے پہلے مجھے ڈر لگتا تھا کہ کیوں آپ کے خیال میں میں کوئی جن بھوت تھا نہیں۔
ایسی بات نہیں آپ کی شخصیت سے۔
چل جھوٹی۔
سچی زوہیب میں جھوٹ نہیں بول رہی۔
اوکے یقین آ گیا۔
ہماری باتیں ایک ہفتے تک ایسی ہی ہوتی رہی غزلیں ایک دوسرے نظمیں اور لطائف سنا تے رہتے کالم سے واپس آ کر اکثر شائزہ مجھ سے بات کرتی رہتی ایک دن شائزہ نے مجھے ایک غزل سینڈ کی لکھا تھا صرف آپ کے لیے۔

اس طلسم شب ماہ میں گزر جائے
اب اتنی رات گئے کون اپنے گھر جائے
عجب نشہ ہے تیرے قرب میں کہ جی چاہے
یہ زندگی تیری آغوش میں گزر جائے
میں تیرے جسم میں کچھ ایسے سما جاؤں
کہ تیرا لمس میری روح میں اتر جائے
مثال برگ خزاں ہے ہوا کی زد پہ یہ دل
نجانے شاخ سے ٹوٹے تو پھر کدھر جائے
ہوائے شام ہے صحرا میں اور یہ غم ساجد
نجانے جسم کی دیوار کب بکھر جائے

غزل پڑھنے کے بعد میری عجیب سی حالت ہو گئی تھی میں نے کبھی بھی شائزہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں اف اللہ میں نے کیوں نہ بتایا دراصل ہنسی مذاق میں کبھی فرصت ہی نہ ملی اور نہ ہی اس نے اس طرح کا کوئی سوال پوچھا جو پہلے ہی عشق سے دور بھاگتا تھا اب تو شادی کے بعد بھی ایسی کوئی وجہ ہی نہ تھی میں نے کچھ سوچ کر شائزہ کو کال کر دی۔
ہیلو کیسے ہو۔
میں ٹھیک ہوں
جناب آج اداس لگ رہے ہو۔
نہیں تو۔
زوہیب آپ کو ابھی تک بھی میں اگر جان نہ سکی تو پھر میں سمجھتی ہوں کبھی جان نہ سکوں گی۔
یہی تو غلط فہمی ہو گئی ہے آپ کو۔
مطلب۔
شائزہ تم نے مجھے غلط سمجھا ہے۔
کیسے۔
شائزہ نہ تو کبھی تم نے پوچھا ہے اور نہ ہی کبھی مجھے خیال آیا لیکن آج آپ کے میسج کے بعد ہی مجھے خیال آیا کہ اب تک کیوں نہ آپ کو بتایا۔
تو [illegible] بات کیا ہے۔
شائزہ [illegible] بی کے میں آپ
کو یقین [illegible] شادی شدہ ہوں۔
شائزہ کافی دیر خاموش رہی۔
زوہیب آپ مجھے پہلے نہیں بتا سکے تھے۔
کبھی آپ نے بھی تو نہیں پوچھا۔
مجھے کبھی خیال ہی نہیں آیا۔
شائزہ تم پاگل ہو دس دن میں تمہیں پیار ہو گیا ہے۔زوہیب بس مجھے کچھ پتہ نہیں مجھے تو دوسرے دن سے ہی آپ کی یادوں میں گزری ہے میں مناسب وقت کے انتظار میں تھی۔
شائزہ یہ وقتی جذبات ہیں۔
زوہیب پلیز میرے پیار کو وقتی جذبات کا نام دے کر میرے پیار کی توہین مت کرو۔میں مزید کچھ کہتا شائزہ نے کال کاٹ دی مجھے اپنے اوپر بھی کافی غصہ آ رہا تھا میں سوچ رہا تھا اتنی بڑی مس ٹیک کیسے کر دی میں نے۔رات کو کوئی تین بجے ہونگے کے شائزہ نے ایک غزل سینڈ کی۔

میں ہوں تیرا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے نڈھال ہے اور چاند رات ہے
آنکھوں میں چبھ گئیں تیری یادوں کی کرچیاں
کاندھوں پہ غم کی شال ہے اور چاند رات ہے
دل توڑ کے خموش نظاروں کی کیا ملا
شبنم کا یہ سوال ہے اور چاند رات ہے
ہر ایک کلی نے اوڑھ لیا ماتمی لباس
ہر پھول پر ملال ہے اور چاند رات ہے
چھاکا سا پڑ رہا ہے وحشی وحشتوں کا رنگ
ہر چیز پہ زوال ہے اور چاند رات ہے

میسج کی ٹیون کی بیل سے میری آنکھ کھل گئی

غزل شائزہ کی حالت کی ترجمانی کر رہی تھی میری آنکھوں میں نیند کوسوں دور تھیں میں نے سوچا کہ شائزہ کا حوصلہ بڑھانا ہوگا کہیں نہ کہیں تو میری ہی غلطی ہے جا شائزہ کے دل کا خون ہوا ہے میں نے میسج لکھا۔کیسی ہو آپ اور ابھی تک سوئی نہیں۔

مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں سمجھا شائد سو گئی ہے۔ کچھ لمحات کے بعد ایک لمبا چوڑا میسج ملا۔

زوہیب آپ کو پتہ ہے میں دو بھائیوں کی ایک بہن ہوں مجھے نہیں یاد کے میں نے کوئی فرمائش کی ہو اور میرے ماں باپ نے وہ پوری نہ کی ہو یہ پیار محبت میرے لیے کوئی معانی نہیں رکھتا تھا۔ میں ایک امیر باپ کی اولاد ہوں میں نے جس چیز کو حاصل کرنے کا سوچا میں نے وہ حاصل کر لی میری زندگی میں آنے والے تم پہلے مرد ہو تم کون ہو کیا ہو شادی شدہ ہو غیر شادی شدہ ہو مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے اور میں اپنا پیار حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہوں زوہیب آپ سمجھ رہے ہو ناں میں کیا کہہ رہی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے میں کیا کہہ رہی ہوں یہ تو اشادہ ہی کافی ہے زوہیب مجھ سے دور ہونے کی غلطی نہ کرنا تم میرے ہو اور صرف میرے ہو اور میں تم کو تقسیم نہیں کر سکتی۔ جیسے میرا دل صرف آپ کے نام سے دھڑکتا ہے امید ہے آپ کا دل بھی مرے نام کی صدا دے رہا ہوگا شائزہ کے دل پہ صرف ایک نام ہے اور وہ ہے زوہیب امید ہے آپ میری باتوں پر غور کرو گے۔ مجھے شائزہ سے ہمدردی بھی مگر شائزہ کے میسج نے مجھے کافی ڈسٹرب کیا میں نے میسج کے جواب میں لکھا۔

شائزہ پیار کو آپ نے شاید دکان پر بکنے والی کوئی اشیاء سمجھا ہے جسے تم اپنے باپ کی دولت سے حاصل کر لو گی۔ تمہاری سوچیں غلط تمہاری عادتیں غلط پہلی بات تو یہ ہے کہ میں شادی شدہ نہ بھی ہوتا تو میں آپ سے پیار کرنے کی غلطی کبھی نہ کرتا تم اپنے حسن اور دولت کے نشے میں ہو گی مگر میرے لیے آپ کا حسن یا دولت کوئی معانی نہیں رکھتے آپ نے پیار کرنے کے لیے غلط انسان کا انتخاب کیا ہے زوہیب کو آپ اپنے حسن اور دولت سے زیر کرنے کا سوچنا بھی نہیں وگرنا آپ کا خواب شرمندہ ہوگا آپ اپنی طرف سے پورا زور لگا کر دیکھ لیں مگر ناکامی آپ کے مقدر میں آج ہی میں نے لکھ دی ہے اور آج کے بعد پلیز فضول قسم کی گفتگو سے پرہیز کرنا آپ کی مہربانی ہوگی۔

زوہیب موجودہ وقت میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہی دولت ہے زوہیب دولت سے میں آپ کو خریدنے کی بات نہیں کرتی میں کہہ رہی تھی کہ آپ اگر میرے ہو جاؤ تو ساری زندگی آپ کے لیے سب کروں گی جو آپ چاہتے ہو میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں زوہیب میں نے پہلی بار پیار کیا ہے زوہیب پلیز مجھے مت ٹھکراؤ پلیز پلیز۔

دیکھو شائزہ میں صرف شادی شدہ ہی نہیں بلکہ ایک بیٹے کا باپ بھی ہوں جو اس وقت تقریبا سال کے لگ بھگ ہے آپ اور میں اچھے دوست ہیں صرف دوست۔

آپ جھوٹ بول رہے ہو زوہیب کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر میں آپ کے بن جینے کا سوچ بھی نہیں سکتی کانپ جاتی ہوں پلیز زوہیب آپ مان جو کے یہ سب جھوٹ ہے۔

شائزہ یہ سچ ہے اور میرا ایک بیٹا بھی ہے جس کا نام کاشان زوہیب ہے میں بلکہ آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گا پلیز آپ مجھ سے مزید بحث نہ کریں میں نے جاب پر بھی جانا ہے۔

زوہیب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں بتاؤ میں کیا کروں۔

تمہارے لیے بہت ضروری ہے شائزہ کے تم اس حقیقت کو تسلیم کر لو۔

زوہیب یہ حقیقت مجھ سے تسلیم نہیں ہو رہی پلیز کہہ دو نا کہ یہ سب جھوٹ ہے آپ بھی مجھ سے پیار کرتے ہو۔

دیکھو شائزہ دس دن میں آپ کو مجھ سے پیار ہو گیا بنا دیکھے بنا ملے یہ ایک جوک نہیں تو اور کیا ہے۔

زوہیب آپ مجھ سے بڑی سے بڑی قسم لو لو میں تم سے پیار کرتی ہوں۔

شائزہ میں جاب پر جا رہا ہوں دوپہر کو بات کروں گا او کے بائے۔

میں جیب کشمکش کا شکار تھا کیونکہ ایک ماہ کے بعد میری وائف نے کراچی آنا تھا مجھے اس کہانی کو ایک ماہ سے پہلے ختم کرنا تھا مگر شائزہ جیسی پاگل اور جبونی لڑکی سے جان چھڑانا آسان کام نہیں تھا میں نے کچھ سوچ کر اپنا ٹیلی نار کا نمبر آف کرنے کے متعلق سوچا اور پھر آن کر کے شائزہ کے پاگل پن کے جنون کو پرکھنے کے لیے یہ کافی ضروری تھا کہ کیسے شائزہ سے جان چھڑائی جا سکتی ہے۔ میں نے دو دن کے بعد نمبر آف کر دیا۔ دو دن کے بعد جب آن کیا تو لگا تار میسج کی بیل بج رہی تھی زوہیب کہاں ہو۔ نمبر کیوں آف کیا۔ زوہیب تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔ میرا قصور کیا ہے۔ آخر تم کیوں مجھے ستا رہے ہو۔ زوہیب میں اپنے ساتھ کچھ کر بیٹھوں گی جس کے ذمے دار صرف تم ہونگے۔

میں نے تھوڑے سے میسج پڑھنے کے بعد شائزہ کو کال کر دی مجھے شائزہ کی آواز سے ہچکیوں میں سنائی دی

ہیلو تم رو رہی ہو۔ شائزہ کچھ بولنا ہے یا پھر میں کال ڈراپ کر دوں۔ مگر شائزہ صرف رو رہی تھی کچھ بول نہیں رہی تھی تب مجھے اپنی آنکھوں کے کنارے بھیگے بھیگے سے لگے میں نے کچھ سوچ کر کال ڈراپ کر دی۔ میرے خیال کے مطابق شائزہ کے لیے یہ کافی دل دکھانے والی بات ہوگی اور میں شائزہ کی کال کا انتظار کرتا رہا یہ انتظار مجھے کبھی مہنگا پڑ رہا تھا میں سوچ رہا تھا کیوں نہ آخر شائزہ نے کال کی مجبورا مجھے دوبارہ کال کرنا پڑی۔ ہیلو آگے سے ایک اجنبی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی۔

آپ کون ہو اور کس سے بات کرنی ہے۔

میں زوہیب ہوں۔

کس سے بات کرنی ہے

شائزہ ہے۔

شائزہ بیمار ہے۔

کیا ہوا ہے اسے۔

اس چکر آ رہے ہیں کافی دیر روتی رہی ہے اور اب کچھ دیر سو رہی ہے۔

آپ کون۔

جی میں ان کی گھریلو ملازمہ ہوں۔

آپ نے پھر کال کیوں اٹینڈ کی۔

صاحب ہماری کیا مجال کے ہم کال اٹینڈ کر

سکیس شائزہ میڈم کا یہ حکم تھا۔

اچھا جب شائزہ جاگ جائے تو کہنا زوہیب نے کال کی تھی ٹھیک ہے۔ کچھ گھنٹوں بعد شائزہ کے نمبر سے مجھے ایک غزل آئی۔

اے دل بے قرار چپ ہو جا
جا چکی بہار چپ ہو جا
اب نہ آئیں گے روٹھنے والے
دیدۂ اشکبار چپ ہو جا
جا چکا کارواں لالہ وگل
اڑ رہا ہے غبار چپ ہو جا
چھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو
روٹھ جاتے ہیں یار چپ ہو جا
حادثوں کی نہ آنکھ کھل جائے
گیت کی ضرب سے بھی اے ساغر
ٹوٹ جاتے ہیں تار چپ ہو جا

میں نے کال کی۔ شائزہ کیسی ہو۔

مرتو نہیں گئی ٹھیک ہوں۔

کیسی باتیں کرتی ہو۔

زوہیب مجھے کئی باتیں کرنی چاہئے۔ اچھی اچھی باتیں مجھے نہیں آتی

اچھی باتیں۔ کیوں نہیں آتی میں بہت سی سکھائی تھیں تم نے تو اور بھی بہت کچھ سکھایا تھا زوہیب۔

اور کیا سکھایا تھا

جس میں تم نے ہی تو پیار کرنا سکھایا تھا زوہیب ایک ایسے دل میں اپنی چاہت جگائی تھی جس میں آج دن تک کوئی نہیں چاہت پیدا کر سکا

شائزہ کیا تم ان باتوں کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کر سکتی۔

کیا بات کروں زوہیب میرا دل ٹوٹا ہے اس کا درد بھی تم سے بیان نہ کروں اتنے ظالم مت بنو وہ رو دی۔

شائزہ تم کو سمجھ جانا چاہئے کہ میں ایک شادی شدہ انسان ہوں میرا بچہ بھی ہے میری وائف بھی ہے۔

پلیز زوہیب پلیز پلیز مجھے گالی دے دو مگر میرے سامنے یہ مت کہو کہ تم کسی اور کے ہو۔

شائزہ حقیقت یہ ہے میرے نہ کہنے سے بدل نہیں جائے گا تم سمجھنے کی کوشش کرو۔

مجھے کچھ پتہ نہیں بس وعدہ کرو تمہاری وائف ہے تو ہو مگر میرے سامنے آج کے بعد اس کا ذکر نہیں کرو گے

او کے میں کوشش کروں گا۔

زوہیب میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔

یہ کیسے ممکن ہے

کیوں اس میں ناممکن ہے تم کون سا چین میں رہتے ہو تو پاکستان میں ہی نا۔

ہاں مگر میں کراچی میں ہوں اور تم لاہور میں یہ بات ہے تم لاہور آ جا۔

نہیں میں جاب کرتا ہوں ایک دن کی چھٹی نہیں کر سکتے۔

چلو پھر میں کراچی آ جاتی ہوں۔

تم کیسے آ سکتی وہ۔

یہ میری پرابلم ہے تم صرف ملو گے وعدہ کرو

میں سوچ کو جواب دوں گا۔

کب جواب دو گے۔

کل۔

لیکن یاد رکھنا صرف ہاں میں دنیا کیونکہ کسی کی زندگی اک سوال ہے۔

میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں میں

شادی شدہ ہوں۔

پلیز زوہیب مل کر ہی پتہ چلے گا کافی سوچ کے بعد کوئی فیصلہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ شائزہ سے ملا جائے یا نہیں اگر شائزہ کراچی آ جاتی ہے تو وہ رکے گی کہاں بہت سارے سوال ذہن میں تھے مگر پہلی بات تو یہ تھی شائزہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دے رہی تھی اب ایک ہی ضد کے مل لیا جائے کے آگے مجھے اپنا سر خم کرنا ہو گا ورنہ شائزہ جیسی لڑکی تو پھر کیا ہو گا ہزاروں کو د سے سوال کر رہا تھا۔ کبھی اپنے سوال کے جواب اپنے آپ کو دے رہا تھا ایک لڑکی سے میری دوستی تھی میں نے سوچا کیوں نہ صنم سے اس کے بارے میں رائے لی جائے اور صنم کو کال کی صنم میں عجیب قسم کی ٹینشن میں ہوں آپ ہی بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ساری کہانی صنم کے گوش گزار دی۔۔

زوہیب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپ بری طرح پھنس گئے ہو۔ تمہارے رویے سے تو ہر کسی کو یہ لگتا ہے کہ تم پسند کرنے لگے ہو مجھے بھی لیکن آپ نے اپنے رویے میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں غلطی شائزہ کی نہیں کبھی کبھی تو مجھے بھی ایسا لگا جیسے تم مجھے پسند کرنے لگے ہو مگر آپ سے کافی پرانی دوستی ہے اس لیے یہ جان گئی ہوں یہ تمہارا انداز ہے۔

ان سب باتوں کو چھوڑو مجھے بتاؤ میں ملنے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں میں پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہوں صنم۔

زوہیب آپ مل لو اور مل کر اسے سمجھاؤ کہ آپ شادی شدہ ہو۔

چلو ملنے کی ہامی بھرتا ہوں پھر میں نے شائزہ کو کال کر کے کہا شائزہ میں ملنے کے لیے تیار ہوں مگر ایک بات بتاؤ تم کراچی کیسے آؤ گی گھر والوں سے کیا کہو گی کراچی آ کر رکو گی کہاں۔

زوہیب آپ کے پاس آ کر رکوں گی۔

پاگل ہو کیا ہم لوگ یہاں صرف لڑکے ہی رہتے ہیں۔

اچھا زوہیب آپ فکر نہ کرو میرا پلان سن کر کراچی اپنی خالہ کے گھر آ رہی ہوں گھر والوں سے خالہ کے گھر جانے کی اجازت مل جائے گی میں بائی ایئر آتی ہوں یا بائی بس اس کے لیے ابھی کچھ فائنل نہیں مگر میں پرسوں کراچی کے لیے آ رہی ہوں

ٹھیک ہے۔ میں ویٹ کروں گا۔

صرف ویٹ نہیں ملنے آنا ہو گا

لیکن ایک شرط پر

شرط کیا ہے۔

آپ مجھ سے دوپہر کے بعد ملو گی۔

ٹھیک ہے۔ ہم ملیں گے کہاں۔

زوہیب میں ڈیفنس کراچی اپنی خالہ کے گھر رہوں گی قریب تر تن جہاں بھی آپ آ سکو۔ یوں تو سردیاں نزدیک ہیں لیکن کراچی کا موسم میں ابھی کچھ گرمی برقرار ہے ہم سی وی ساحل سمندر پر ملتے ہیں۔ واہ میرے دل کی بات کہہ دی۔ زوہیب آپ نے مجھے بھی سمندر بہت اچھا لگتا ہے۔

دوسرے دن نے بتایا کہ وہ کراچی کے لیے کل روانہ ہو رہی ہے میرے ساتھ میرا بھائی بھی کراچی آ رہا ہے ہم کل روانہ ہو جائیں گے۔

زوہیب گھر والے مجھ پر بہت اعتماد کرتے ہیں میرے سیل فون کو کوئی ہاتھ تک نہیں لگاتا مگر پاپا نے اتنا کہا ہوا ہے بیٹا ہماری عزت تمہارے ہاتھ

میں ہے

ٹھیک ہے پھر ہم بدھ کو ملتے ہاں۔

اوکے لیکن زوہیب وعدہ کرو کہ ملنے ضرور آؤ گے۔

وعدہ۔ میں ملنے کی کوشش کروں گا

دوسرے دن شائزہ نے مجھے بتایا کہ ہم لوگ روانہ ہوگئے ہیں انشاءاللہ کل ہم کراچی پہنچ جائیں گے سفر میں ہماری ہلکی پھلکی میسج پر ہی بات ہوتی رہی اتفاق سے شام کے بعد میرا موبائل آف ہو گیا اور ہمارے علاقے کی لائٹ خراب ہوگئی رات مجھے کافی بار خیال آیا کہ شائزہ کو بہت برا لگ رہا ہوگا کہ میں نے سیل فون کیوں آف کیا ہے مگر کیا کرتا رات دس بجے خیال آیا کہ کیونکہ کسی دوسرے دوست کے فون لے کر شائزہ کو بتا دیا جائے تب میں نے ایک دوست کا موبائل لیا اور شائزہ کو میسج کیا۔ شائزہ جب بھی لائٹ ٹھیک ہوئی آپ سے رابطہ کروں گا اس نمبر پر کوئی میسج نہ کرنا میرے دوست کا نمبر ہے اور میں اب سونے جا رہا ہوں گڈ نائٹ اپنا بہت سارا خیال رکھنا بائے۔۔ پوری رات لائٹ ٹھیک نہ ہوسکی صبح میں نے مارکیٹ میں جا کر موبائل چارج کیا آن کیا تو شائزہ کے میسج آنے لگے زوہیب نمبر کیوں بند ہے۔ آخر تم کہاں ہو۔ زوہیب تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ زوہیب تم نے میری زندگی کو مذاق بنا کے رکھ دیا ہے۔ اگر ملنا نہیں تھا تو مجھے کراچی آنے کے لیے کیوں بولا تھا۔ زوہیب میں بھی تم کو معاف نہیں کروں گی۔۔ چار گھنٹے سے لگاتار نمبر آف رہا ہے اب مجھے سمجھ آگئی ہے تم مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہو۔ زوہیب میں واپس لاہور جا رہی ہوں صبح جب کسی بھی جگہ گاڑی رکی ہم دوسری گاڑی سے واپس چلے جائیں گے مگر آپ کی بے وفائی کو یاد رکھیں گے۔ تھینک گاڈ کے آپ نے میسج کر دیا ورنہ ہمارے ذہن میں کیسے کیسے خیال آ رہے تھے اگر کوئی بات بری لگی ہو تو سوری

پھر میں نے صبح میسج کر کے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں جاب پر ہوں دوپہر کو کال کروں گا۔

اوکے میری جان کب ملو گی آپ سے یہ دن کیسے گزرے گا انتظار کا مزہ لو

انتظار ہی کر رہی ہوں

اوکے میں بیزی ہوں دوپہر کو کال کر کے پوچھا سفر کیسا رہا۔

بہت بور ہوا جب آپ کے میسج آنا بند ہوئے یقین کرو مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی زوہیب۔

ارے مجھے پتہ تھا کہ ایسا ہی ہوگا لیکن دس بجے جب آپ نے میسج کیا جان میں جان آگئی

اچھا تو کل پھر مل رہی ہونا۔

ہاں تو کراچی کس لیے آئی ہوں میں۔ آپ سے ملنا پڑے گا یعنی زوہیب پلیز اب مت دل دکھانے والی بات کرنا آپ کے ساتھ کون ہوگا میرے ساتھ میری کزن آئے گی میں نے سب کچھ اس کے گوش گزار دیا ہے بہت ڈانٹا ہے نا تمہیں اس نے ہاں مگر جب ساری کہانی سنی تو بولی واقعی ملنا بھی ضروری ہے بولی کیسا لڑکا ہے جس کو کسی لڑکی سے ملنے کے لیے لاہور تک نہیں جا سکتا۔

میں نے کہا پاگل وہ مجھے نہیں میں اس کو چاہتی ہوں آپ کی کزن کا نام کیا ہے۔

ابرش۔

اچھا نام ہے

ایک دوسرے کو پہچانے گے کیسے۔

فون ہے نا پاس پھر بھی کوئی نہ کوئی نشانی تو بتا دیں آپ۔

آپ ایسا کریں فیس بک پر میری تصویر ہی دیکھ لیں۔

اچھا تو فیس بک بھی یوز کرتی ہیں پہلے کیوں نہیں بتایا

بس کچھ خیال ہی نہیں رہا۔

کیا نام لکھا ہے۔

کے۔ زوہیب ملک۔

کے زوہیب ملک۔

اوکے میں ابرش سے کہتی ہوں۔ وہ آپ کی تصویر گوڈ کر لے گی۔

ٹھیک ہے آپ کی کوئی نشانی۔

ارے برقے نقاب میں ہوں گی ہم آپ کو خود ہی تلاش کرلیں گے۔

ٹھیک ہے اچھا آپ اپنے کپڑوں کا کلر بتا دو میں جینز میں ہوں گا ٹرپ کا کلر ریڈ اینڈ بلیک ہوگا شائزہ ساری رات میسج کے ذریعے حال پوچھتی رہی کے کیا ہو رہا ہے۔ میرا وقت گزر نہیں رہا وغیرہ وغیرہ۔ مگر میں بہت پریشان تھا کہ کیسے جان چھوٹے گی شائزہ سے اگر اس نے میری بات کا یقین نہ کیا تو ہزاروں سوال تھے جن کا جواب کل ہی ملنا تھا۔ شائزہ نے تصویر کے بارے میں پوچھا کے تعارف تعارفی آپ کی ہے نا۔ اور یہ بچہ وہی ہے نا جس کو آپ کا شان کہتے ہو۔ ہاں شائزہ مجھے نیند آرہی ہے کل باتیں کریں گے مل کر۔

دوسرے دن مردہ دل لیے پریشانی چہرے پر سجائے ہوئے ہی دیو کی طرف سفر شروع کیا۔ میں سمندر پر پہنچ گیا دیکھا تو ایک بہت کم لوگ سمندر پر موجود تھے کیونکہ موسم کچھ سرد تھا حقیقت میں ہم سمندر پر دیر کرنے والے ہی پاگل تھے مگر سمندر شائزہ کو پسند تھا اس لیے ہمارے لیے بھی یہ جگہ یہ بہتر تھی میں سوچ کر آیا تھا کے ایک گھنٹہ شائزہ کے ساتھ گزاروں گا پھر اجازت لے کر چلا جاؤں گا۔ شائزہ کا فون آگیا۔

زوہیب کہاں ہو۔

میں سمندر پر پہنچ گیا ہوں۔

کس جگہ کھڑے ہو۔

میں نے اپنے ارد گرد نظر اٹھا کر دیکھا اور چند نشانیاں بتائیں۔ تمہارے ساتھ کون آیا ہے۔

کوئی بھی نہیں میں اکیلا ہی ہوں۔

ہم جلد آپ کے پاس آ رہے ہیں کچھ دیر کے بعد دو لڑکیاں میرے پاس آ کر رکی پھر انہوں نے موبائل سے نمبر ڈائل کیا تصدیق کی کہ میں ہی زوہیب ہوں۔ پھر ہم ایک طرف چل پڑے میں کسی چابی والے کھلونے کی مانند ان کے ساتھ چل رہا تھا ایک جگہ پر ہم بیٹھ گئے

زوہیب میں شائزہ ہوں اور یہ میری دوست ابرش بولی۔

جی مجھے ہی زوہیب کہتے ہیں شائزہ نے اپنا نقاب اتار دیا میں نے ایک نظر دیکھ کر نظریں چرا لیں اس میں کوئی شک نہیں تھا شائزہ حسن کا ایک شاہکار تھی اور ابرش ہرگز شائزہ سے کم نہ تھی مگر میں تو ایک ٹینشن میں مبتلا تھا تازہ تازہ شادی ہوئی تھی لو میرج کی ہوئی تھی آپ کچھ بول کیوں ہیں رہے۔

میں کیا بولوں۔ آج آپ کی ضد کے آگے مجبور آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ تب ابرش بولی آپ لوگ باتیں کرو میں ابھی تھوڑا چہل قدمی کر کے آتی ہوں۔

شائزہ بولو۔

ہاں زوہیب میں نے آپ سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے اور پلیز میری محبت کا بھرم رکھ لو ساتھ ہی شائزہ نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے شائزہ کے ہاتھ میں نے اپنے ہاتھوں میں لیے شائزہ ہر انسان کی ایک خواہش ہوتی ہے یہ اسے کوئی ایسا ملے جو ٹوٹ کر اس سے محبت کرتا ہوں میری بھی ایسی ہی خواہش تھی اور مجھے ٹوٹ کر چاہنے والا ملا اور میں نے شادی کر لی

شائزہ تم خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو تم میں کوئی کمی نہیں ہے مگر میں اس لحاظ سے بدنصیب ہی کہلاؤں گا کے آپ کے پیار کی قدر نہیں کر سکتا

زوہیب اگر آپ نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے میری غلطی کیا ہے۔

شائزہ اگر آپ مجھ سے پیار کرتی ہو تو ضروری نہیں کہ آپ مجھے پالو۔ پیار کا دوسرا نام کھونے کا ہے۔

زوہیب اب تو آپ سے دور ہونا میرے لیے اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ تم سے ملنے کا مقصد تم کو ثبوت دیکھانے ہیں کے میں شادی شدہ ہوں

زوہیب میری آنکھوں میں دیکھو یہ بہتے اشک کیا تمہیں میری محبت کی گواہی نہیں دیتے نظر آتے۔

شائزہ مجھے پتہ ہے تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو مگر میں کیا کروں مجبور ہوں اسی درمیان ابرش واپس آ گئی میں آپ کے لیے کچھ کھانے کے لیے لے کر آتی ہوں آپ دونوں باتیں کرو مگر میں نے ابرش کو روک دیا ابرش آپ بھی ہمارے پاس بیٹھ جاؤ ہم کوئی ایک دوسرے کے عاشق نہیں ہیں کے جو تنہائی مانگتے ہیں۔ ہم یہاں ایک فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھے ہیں آپ بھی کوشش کرو اور اپنی کزن کو سمجھاؤ ابرش میرے پاس ہی بیٹھ گئی میں نے مختصر اسے اپنا قصہ بیان کیا

ابرش مجھ سے ایک ہی غلطی ہوئی ہے کہ میں نے پہلے ہی دن نہ بتایا کہ میں شادی شدہ ہوں کچھ ماہ نہیں بلکہ دس دن کے بعد بتا دیا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں ابرش کے چہرے پر ایک عجیب سی کشمکش تھی۔

شائزہ زوہیب سچ کہہ رہا ہے کیا۔

ہاں دس دن کے بعد بتایا تھا مگر تب تک میرے دل میں زوہیب کے لیے بہت سارا پیار جمع ہو چکا تھا

زوہیب صاحب اگر آپ نے دس دن کے بعد بتا دیا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں تو میرے خیال میں اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے کیونکہ آپ ایسا بھی تو سوچ سکتے ہیں کہ شائزہ آپ کے لیے ایک اجنبی ہے کیسے اسے اپنی ذاتی لائف کے بارے میں بتا دیا جائے۔

ابریش میرے دل میں کوئی چور نہیں ہے میں شائزہ کو دھوکہ دے سکتا تھا کہ میں شادی شدہ نہیں مگر میں نے ایسا نہیں کیا میں ایسا کر بھی نہیں سکتا تھا کے میں اپنا نمبر آف کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ شائزہ کی کال سننے سے انکار کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ ابریش میں نے شائزہ کے ساتھ ایسا کچھ نہیں سلوک نہیں کیا جس سے میری ذات کی نفی ہو شائزہ میری فین تھی ایک فین بن کر رابطہ کیا تھا اور میں نے اسی بات کی لاج رکھی ہے شائزہ آپ کی فین میں کچھ بھی نہیں آپ کرتے کیا ہو۔

میں پوئٹری کرتا ہوں رائٹر ہوں۔

اوہ۔ واؤ اچھا تو جناب شاعر ہیں تب ہی تو شائزہ کا دل چرا لیا ابریش دل چرانے کا میرے سر الزام ہے یہی ثابت کرنے کے لیے آج شائزہ کے دل کی عدالت میں موجود ہوں پہلی بار میں نے مسکرا کر بات کی تھی

شائزہ کہنے لگی زوہیب دل تو آپ نے ہی چرا لیا ہے یہ تو خون سے لکھ کر دوں گی۔

ابریش دیکھ لو آپ کی کزن ہم پر چوری کا الزام لگا رہی ہیں

زوہیب چور تو آپ ہو ہی۔ شائزہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے آپ جیسے چور انسان سے مسکراہٹیں چھین لیتے ہیں۔

نہیں یار ایسا جرم ہم نہیں کرتے۔

زوہیب کیا ثبوت ہے کہ تم شادی شدہ ہو مذاق کر رہے ہو۔

میرے موبائل میں میری وائف کی شادی کی والے فوٹو ہیں وہ دیکھاتا ہوں آپ کو

اچھا دیکھائیں

میں نے اپنا سیل فون نکالا اور اپنی شادی کے چند فوٹو دیکھائے جسے دیکھ کر شائزہ کا چہرہ مرجھا گیا۔ زوہیب جتنی محبت میں نے آپ سے کی ہے اتنی کوئی اور آپ سے نہیں کر سکتا۔

شائزہ آپ سے بڑھ کر بھی محبت کرنے والی زیست میں موجود ہے۔

زوہیب میں نہیں مان سکتی۔

آپ نہ مانیں مجھے آپ سے کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔۔

کاش زوہیب آپ میری محبت کا جواب محبت سے دیتے۔

کاش ایسا ہوتا مگر ایسا ہوا نہیں نا۔

زوہیب آپ کو بتاؤں میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔

نہیں مجھے کیا پتہ۔

زوہیب میری سب سے بڑی خواہش ہے ایک مرتبہ آپ کے لبوں سے آئی لو یو سنوں۔

سوری شائزہ مجھے آپ سے محبت نہیں ہو دی ہے۔

زوہیب جھوٹا ہی سہی کہہ دو کے تم مجھ سے پیار کرتے ہو۔

شائزہ جب آپ کو پتہ ہے کہ زوہیب مجھ سے پیار نہیں کرتا تو جھوٹا کہنے کا کیا فائدہ۔

بس دل کے بہلانے کے لیے یہ خیال ہی کافی ہے۔

سوری میں یہ نہیں کہہ سکتا۔

زوہیب میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے ۔تب ابرش کہنے لگی زوہیب شائزہ پاگل ہو چکی ہے دل رکھنے کے لیے ہی کہہ دو۔

ابرش دیکھیں نا یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ہاں زوہیب مگر کہہ دو۔

ٹھیک ہے آپ کہتی ہو تو کہہ دیتا ہوں مگر میرے دل میں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔

ہاں زوہیب میں جانتی ہوں۔ زوہیب کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ دوسری شادی کر لو۔

میں ایسا سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ میں ایسا بھی نہیں کر سکتا۔

کیوں زوہیب مجھ میں کوئی کمی ہے کیا۔

نہیں کمی تو نہیں مگر میرے پاؤں میں مجبوریوں کی زنجیر پڑی ہے۔

کاش زوہیب آپ مجھے پہلے مل گئے ہوتے

مجھے اب جانا چاہئے بہت لیٹ ہوگیا ہوں

واہ واہ زوہیب واہ ہم لاہور سے آپ کے لیے کراچی آگئے جناب کے پاس چند گھنٹے بھی ہمارے لیے۔

شائزہ میں تو فقط آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کے میں شادی شدہ ہوں آپ اپنے لیے کسی اور کا انتخاب کرلیں۔

لیکن مجھے یقین نہیں آیا آپ صرف میرے ہو۔آپ کی ضد ہے آپ کہہ لو مگر آج کے بعد اتنا مجبور مت کرنا کے مجھے اپنا نمبر ہی آف کرنا پڑے

آپ ایسا کچھ نہیں کروگے

میں جب ضد پر آیا تو بہت کچھ کرسکتا ہوں۔

زوہیب مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میں کیا کروں۔

اب تو اس سوال کا جواب دینے میں بھی قاصر ہوں۔ابریش بولی جو ہماری گفتگو کے دوران سوچ و بچار میں تھی۔

دیکھا جائے تو نہ تو غلط زوہیب ہے اور نہ ہی شائزہ زوہیب اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہے اور شائزہ اپنی محبت کے ہاتھوں شائزہ کے دل کا خون ہونا ہے ہر دو صورت اور میرے خیال میں شائزہ کو ہار تسلیم کرلینی چاہئے۔

ابریش میں اتنی جلدی ہار تسلیم نہیں کرسکتی۔

تو پھر کیا کروگی تم۔

اپنی آخری سانس تک زوہیب کا پیار پانے کی کوشش کروں گی۔

شائزہ یہ پیار نہیں پاگل پن ہے حقیقت یہ ہے کہ زوہیب تمہاری ضد بن چکا ہے۔

ابریش میں خود ہی کوئی حل تلاش کرلوں گا اسے اسی کے حال پر چھوڑ دو

آپ کیا کروگے میرے ساتھ زوہیب۔

بہت سمجھا لیا میں نے آپ کو اب جو بھی کروں گا جو من کرے گا وہ کروں گا اور جلد ہی آپ کو پتہ چل جائے گا شائزہ صاحبہ۔

پلیز اس روکھے پن میں بات نہ کرو مجھ سے دل کو کچھ کچھ ہوتا ہے۔

تم پیار کی زبان نہیں سمجھتی۔

زوہیب میں کیا کروں مجھے بتاؤ پھر۔

تم حقیقت کو تسلیم کرلو۔

یہ حقیقت اتنی کڑوی کیوں ہے زوہیب۔

حقیقت ہمیشہ ہی ایسی ہوا کرتی ہے۔میں جا رہا ہوں۔

نہیں آپ نہیں جاسکتے۔ورنہ میں شور کروں گی عجیب مصیبت میں مبتلا ہوگیا تھا میں اب مجھے لگنے لگا تھا کہ دراصل شائزہ پاگل ہے میرا پیار اس کے لیے ضد بن گیا تھا ہوسکتا ہے وہ کوئی ڈرامہ کھڑا کردے یہاں۔

بس زوہیب میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

شائزہ تم کیا کروگی۔

میں آپ کے ساتھ شیئر نہیں کروں گی۔

ابریش تم ذرا اکیلے میں میری بات سنو۔۔

نہیں ابریش تم جو بھی بات سنو گی میرے سامنے سنو گی ۔ہم زیادہ دور نہیں جارہے وہاں سامنے پانچ منٹ کے لیے گفتگو کریں گے۔

نہیں میں نہیں جانے دوں گی۔

تب ابریش غصہ کرنے لگی عجیب بات ہے شائزہ تم کو مجھ پر بھی بھروسہ نہیں رہا اگر مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو ٹھیک ہے میں جارہی ہوں تم خود اپنا فیصلہ کرنا اور گھر آجانا۔ابریش جانے لگی

تب شائزہ نے روک لیا اور کہا

کیا کروں زوہیب۔

کو اپنے سے دور جاتا نہیں دیکھ سکتی۔

ابریش کو لے کر میں ایک سائیڈ پر گیا ابریش آپ مجھ سے بہتر طور پر جانتی ہوں گی شائزہ کو مجھے کیا کرنا ہوگا کہ شائزہ سے جان چھوٹ جائے

زوہیب دراصل ایسا بچپن سے شائزہ کی ہر ضد مان لی گئی ہے آپ کو پیار نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔بہت مشکل ہے آپ کا اس سے بچ کر نکلنا۔

ایک ترکیب ہے مگر اس کے لیے آپ کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

وہ کیا۔

دیکھو نفرت سے تو کسی صورت بھی بات نہیں بننے والی۔

وہ تو ہے۔

میں شائزہ سے محبت سے پیش آتا ہوں۔

وہ کیسے۔

آپ کو اس میں رول ادا کرنا ہوگا آپ کچھ دیر کے بعد مجھے اس بات کے لیے مجبور کروگی کہ ہم لوگ کل کوئی فیصلہ کریں گے آج شائزہ کی بات مان لیتے ہیں یہ دن شائزہ کے نام کردو اور میں ہاں کردوں گا کل آنے کے لیے ہامی بھرلوں گا۔مگر آؤں گا نہیں۔

بہت اچھا۔آپ نے اتنی ٹینشن میں بھی یہ سوچا میں تو پریشان ہوگئی تھی کہ اب کیا ہوگا کیونکہ شائزہ ہار ماننے کو تیار نہیں اس کے لیے آپ کچھ بھی کرو آپ ایک مرتبہ وہ گھر چلی جائے میں پھر سمجھا لوں گی۔

ٹھیک ہے تو چلیں۔

وہ دیکھو ہمیں کس طرح دیکھ رہی ہے۔

میں سوچ رہا تھا کیسے گفتگو کا آغاز کریں شائزہ یہ تو ضرور سوچ رہی ہوگی کہ ہمارے درمیان کچھ تو ہوا ہے۔

زوہیب میں اگر پوچھوں گی آپ دونوں نے کیا باتیں کی تو آپ لوگ سوائے جھوٹ کے میرے ساتھ اور کچھ بیانی نہیں کروگے۔اس لیے میں آپ سے نہیں پوچھ رہی کے آپ دونوں نے کیا باتیں کی ہیں یہ بات تو سو فیصد ٹھیک ہے کہ باتیں میری ہی ہوئی تھیں۔

شائزہ تم نے اچھا فیصلہ کیا مگر دراصل بات یہ ہے کہ تم کو میری کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی تمہاری سوئی ایک جگہ اٹک گئی ہے میں نے کچھ باتیں ابریش کو سمجھا دی ہیں مجھے امید ہے کہ زندگی کے کسی موڑ پر تم سے جب ابریش وہ باتیں کرے گی تو تم خود بخود مسکراؤ گی مگر وہ وقت آنے میں ابھی کافی ٹیم پڑا ہے۔زیست کے کسی موڑ پر تمہیں وہ میری باتیں یاد آئیں گی مجھے اس وقت سوا اس بات کے کسی دوسری بات سے غرض نہیں کے آپ میری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہوں ابریش اینڈ شائزہ ایک بات بتاؤں آپ کو۔

ہاں بتائیں۔

وہ بات کیا ہے دراصل بات یہ ہے کہ بہت سخت بھوک لگی ہوئی ہے ابریش بولی

بھوک تو مجھے بھی لگی ہوئی ہے۔

لیکن مجھے بھوک پیاس کا کوئی احساس نہیں ہے۔

کیوں کیا میرے ساتھ کھانا پسند نہیں۔

ایک شرط پر یہ چلوگی اگر وہ زوہیب مانیں گا تو۔بولو شرط کیا ہے صرف آپ اپنے ہاتھوں سے

مجھے کھلاؤ گے تب چلوں گی۔
اوکے۔
ہم لوگ کھانے کی میز پر بیٹھ گئے میرے سامنے شائزہ اور اسکے ساتھ ابریش یہی وقت تھا کہ میں شائزہ کو پیار میں الجھا کر جان چھڑوالوں
۔کیا کھاؤ گے۔
جو آپ کھاؤ گی وہی۔
آپ اپنی پسند بتائیں۔
بریانی۔
اوکے۔تین بریانی اور ساتھ میں کولڈ رنک
آپ نے میرے ہاتھوں سے کھانی ہے یا چمچ سے
نہیں آپ کے ہاتھ سے۔
میں شائزہ کو اپنے ہاتھوں سے بریانی کھلانے لگا کاش زوہیب یہ پل یہی تھم جائیں ۔وقت کب رکتا ہے۔شائزہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔
کیوں اچھے بھلے موڈ کو خراب کررہی ہو۔
سوری زوہیب۔۔
تب ابریش بولی زوہیب ہمیں کافی دیر ہو چکی ہے یہاں ہماری جب سے ملاقات شروع ہوئی تب سے آپ دونوں لڑ ہی رہے ہو بس کیا ایسا نہیں ہوسکتا آپ آج پیار سے ایک دوسرے سے باتیں کرلو کل آپ پھر ملنے آجانا اور ہم کل فیصلہ کرلیں گے کہ آئندہ آپ دونوں نے کیا کرنا ہے ۔نہیں ابریش میں کل نہیں ملنے آسکتا۔میری کچھ مجبوریاں ہیں۔
شائزہ بولی پلیز زوہیب آپ ایک دن کا ٹائم نکال لیں میری خاطر اور آج کا دن میرے پیار کے لیے وقف کردیں۔آج اک دن تو دے سکتا ہوں کل کا نہیں۔

کیوں زوہیب آپ کی لائف سے ایک دن مانگا ہے وہ بھی نہیں دو گے۔ٹھیک ہے زوہیب صاحب اب آپ کو ایک بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ باقی کے جو تین چار گھنٹے ہم ساتھ ساتھ ہیں آپ شائزہ کے دل دکھانے کی کوئی بات نہیں کریں گے۔
اوکے۔
ہم لوگ پارک میں جا کر بیٹھ گئے شائزہ نے کہا کہ اسے جھولے پر بیٹھنا ہے اور پھر پارک میں بیٹھ گئے شائزہ بہت خوش تھی کہنے لگی مجھے اپنی گود میں سر رکھنے دو پتہ نہیں کیسے جلد ہی وہ سوگئی شاید وہ بہت رونے کی وجہ سے اسے نیند آگئی تھی اس دوران ہم نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا میں اس ڈر سے اسے چھوڑ کر نہیں جارہا تھا کہ کہیں شائزہ کوئی ہنگامہ نہ کردے میں نے ابریش سے وعدہ لیا کہ آپ شائزہ کو سنبھال لو گی۔
زوہیب آج آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے میں دعا کروں گی آپ اپنی وائف کے ساتھ ایسے ہی مخلص رہیں بہت خوش نصیب ہے آپ کی وائف۔
کیوں جھوٹی باتیں کرتی ہو ابریش۔۔
نہیں آپ نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی دیکھنا آپ کی وائف بھی کبھی آپ کو دھوکہ نہیں دے گی وہ بہت خوش رکھے گی آپ کو۔
آدھے گھنٹے کے بعد شائزہ جاگ گئی۔
آپ تو سوگئی۔
پتہ نہیں کیسے نیند آگئی آپ کا قرب پاتے ہی نیند آگئی۔ملاقات کی خوشی میں رات جاگتی رہی۔
چلو اچھا ہے۔ہم لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے رات آٹھ بجے میں نے اجازت

مانگی کے اب مجھے جانے کی اجازت دے دی جائے۔پہلے وعدہ کرو کے آپ مجھے کل لیں گے ۔کل ملوں گا تو تب ہی فیصلہ کرنا ہے۔میرے لیے آپ سے بھی ضروری ہے کہ میں آپ سے مل کر فیصلہ کروں۔
اوکے۔
ایسے نہیں زوہیب گلے ملنا پڑے گا۔
پاگل لوگ دیکھ رہے ہیں میں مذاق کررہی تھی زوہیب۔
اوکے بائے کل ملتے ہیں۔
میں نے اللہ اللہ کر کے جان چھڑائی ٹیکسی لی اور واپس مارکیٹ آگیا کیونکہ سمندر سے اپنے روم تک تقریباً پندرہ کلومیٹر سفر کرنا تھا چند منٹ کے بعد شائزہ کا میسج آگیا تین چار میسج کے بعد شائزہ کی کال آنے لگی پانچ بار میں نے شائزہ کا کال نہ سنی چھٹی بار کال اٹینڈ کرلی۔
زوہیب میں کب سے کال کررہی ہوں کیا مسئلہ ہے۔
موبائل کی ٹون بند تھی۔
میں تو ڈر ہی گئی تھی۔
کیوں ڈرنے لگی تھی۔
کراچی کے حالات کا تو پتہ ہے آپ کو کہاں پہنچے ہو۔
میں ابھی راستے میں ہی ہوں تقریباً نو بجے تک پہنچ جاؤں گا اور ہاں ابھی کوئی میسج یا کال نہ کرنا گیارہ بجے رات آپ سے بات کروں گا۔
کیوں آپ تو نو بجے پہنچ جاؤ گے۔
ہاں مگر نہا دھو کر فریش ہونا کھانا کھانا ہے۔
چلو ٹھیک ہے۔
روم میں آکر بہت سوچا بات کروں یا نہ کرو اور کروں تو کیا سچ بتادوں۔بہت دیر سے ٹینشن میں مبتلا تھا تب ایک انجان نمبر سے کال آنے لگی ہیلو زوہیب۔میں ابریش بات کررہی ہوں
جی ابریش بولیں۔زوہیب مسئلہ بن گیا ہے
کیا ہوا۔
زوہیب جب شائزہ نے دن کی باتیں پھر سے دھرائی اور کہنے لگی زوہیب میرے حسن کے آگے آخر مجبور ہو ہی جائے گا میں دیکھنا زوہیب کو حاصل کر کے ہی کل ہر صورت میں زوہیب کو اس بات کے لیے مجبور کروں گی کہ وہ میرا ہو ہی جائے گا اور تم بھی میرا ساتھ دینا۔
تم بہت مطلب پرست ہو شائزہ۔کیا اپنا پیار پانا کوئی جرم ہے۔
جرم یہ نہیں کے تم اپنا پیار پانا چاہتی ہو جرم یہ ہے کہ تم کسی کا پیار چھیننے کی کوشش کررہی ہو۔
وہ کیسے۔
جیسے تم زوہیب سے پیار کرتی ہو اس سے کہیں زیادہ زوہیب کی وائف پیار کرتی ہے اس سے۔۔۔
میں کچھ نہیں سننا چاہتی اس لڑکی کے بارے میں۔
بہت جلن ہوتی ہے نا اس کے ذکر سے۔
ہاں ہوتی ہے۔کیوں نہ ہو اس نے زوہیب کو چھینا ہے مجھ سے۔
اس نے تم سے زوہیب نہیں چھینا تم اس سے چھیننے کی کوشش کررہی ہے اگر زوہیب کی وائف کو پتہ چلے گا تو وہ تمہاری جان لے لے گی۔
بڑی آئی میری جان لینے والی بس کل میں زوہیب سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ تم میرے ہو میں تم کو کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی

۔تمہاری اس خوش فہمی کو بھی دور کر دیتی ہوں کہ زوہیب کل تم سے ملنے آئے گا یا نہیں۔شائزہ کا منہ کھلا رہ گیا۔

جھوٹ بولتی ہو تم زوہیب ایسا نہیں کر سکتا کل سے پہلے وہ شاید ایسا نہ کرتا مگر کل آپ کے پاگل پن سے ڈر گیا تھا وہ۔ابریش کیا تم کو پتہ تھا۔

ہاں زوہیب اور میں جب سائیڈ پر گئے تھے یہی بات کرنے کے لیے وہ مجھے تم سے دور لے گیا تھا کے اس سے پہلے شائزہ یہاں کوئی ہنگامہ کھڑا کر دے مجھے شائزہ کے ساتھ کسی دوسرے طریقے سے نمٹنا چاہئے وہ بہت دیر تک تمہارے ساتھ اس لیے ہی رہا تھا اگر کسی کے پاس تمہارے جیسی دوست ہو ابریش تو وہ دشمن کیوں بنائے۔

شائزہ آج تم کو دشمن لگتی ہوں مگر ایک دن ایسا ضرور آئے گا تم کو یہ میری باتیں اچھی لگیں گی

بس ابریش بہت ہو گیا اب میں جانوں اور میرا کام دیکھتی ہوں کیسے نہیں ملتا زوہیب مجھ سے

ابریش اور میری باتوں کے دوران بہت ساری مس کالز کر چکی تھی شائزہ ابھی کال ختم ہوئی اس کی کال آنے لگی۔

کیا مسئلہ ہے تمہارا تمہیں پتہ ہے جب کے میں کسی سے بات کر رہا ہوں پھر کیوں کالیں کر رہی ہو۔

زوہیب کس سے بات کر رہے تھے۔

میں کسی سے بھی بات کروں تمہیں کیوں بتاؤں

زوہیب تم کر ہو کیا گیا ہے۔

تم سمجھتی ہو غصہ صرف تم ہی کو آتا ہے تم نے ابھی تک میرا پیار دیکھا ہے میری نفرت نہیں دیکھی کیا سمجھتی ہو اپنے آپ کو۔

زوہیب تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔اگر مجھے پتہ ہوتا ہے تم اس قدر احمق لڑکی ہو تو تم سے ملنے کی بھول کبھی نہیں کرتا۔

زوہیب تم کل مجھے ملو گے۔

میں کبھی نہیں ملوں گا تم سے۔

تم نے تو وعدہ کیا تھا مجھ سے ملنے کا۔

وہ میری مجبوری تھی۔

زوہیب میں آپ سے ملنے آجاتی ہوں آپ کے پاس۔

یہ تمہاری بھول ہے تم مجھے کراچی میں کہاں تلاش کرو گی۔

میں کراچی میں تلاش کروں گی اور اگر تم نہ ملے تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔

تمہارا جو جی چاہئے وہ کرو کل سے تمہیں میرے نمبر آف ہی ملیں گے

خدا کے لیے زوہیب ایسا مت کرو اب تمہاری کوئی بات میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔زوہیب میں مر جاؤں گی۔

شوق سے مرو

کیا کہا میں مر جاؤں۔

تم مر جاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا بائے۔

میں نے کال ڈراپ کر دی اور موبائل بھی بند کر دیا یوفون سیم ڈال کر موبائل ابریش کو کال کر دی ابریش میں زوہیب ہوں دیکھیں اسے [illegible] بہت برا بھلا کہا ہے شائزہ کو دیکھنا وہ کچھ الٹا سیدھا ہی نہ کر بیٹھے یہ میرا نیا نمبر ہے یہ نمبر کسی بھی صورت اس کے ہاتھ نہ لگے اور آپ اس کا خیال رکھنا اچھا۔

ٹھیک ہے میں اس کے [illegible] میں جاتی ہوں ۔ابریش بھلا تمہیں اور مجھے بولتی رہی صبح کے ٹائم

سوئی ہے آج وہ لوگ شاید واپس چلے جائیں کیونکہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

وہ لوگ واپس لاہور چلے گئے ابریش سے رابطے میں رہا اور حالات واقعات سنتا رہا دھیرے دھیرے شائزہ سنبھلنے لگی یاد آج بھی کرتی ہے ایک ماہ کے بعد میں نے نمبر آن کیا تو پھر سے شائزہ کی کالز آنے لگی میں نے سیل ایک دوست کو دیا اور اسے کہا آپ کہو زوہیب دوبئی چلا گیا ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔

یہ تھی میری سٹوری ۔قارئین اپنی رائے ضرور دیں اور میں نے کہا غلطی کی جس کی وجہ سے یہ دکھ سہنا پڑا جب بھی اب کوئی مجھے کہتا کہ میں آپ کا فین ہوں میری نظروں کے سامنے شائزہ آجاتی ہے۔

ریاض احمد لاہور کے نام

جس کا تصور بھی گناہ ٹھہرتا ہے
وہ ہمارے پاس کہاں ٹھہرتا ہے
نگاہوں میں اضطرابی سی ہے
نت نیا ایک طوفان ٹھہرتا ہے
ذرا سی آہٹ پہ اس کا خیال آئے
دل نادان جا کر کہاں ٹھہرتا ہے
اسے دیکھتے ہی بات نہیں ہو پاتی
اپنا لب و لہجہ وہاں ٹھہرتا ہے
بہت سوچا تمہیں بھول جانے کا
یہ کام یہاں اتنا آسان ٹھہرتا ہے
رضا عمر بھر تڑپنا جو دے گیا مجھے
وہ شخص ہمارا کہاں مہماں ٹھہرتا ہے

منیر رضا ساہیوال

انتظار حسین ساقی کے نام

جس دن میرے لب پہ تیرا نام نہ آئے
خدا کرے کہ میری زندگی میں ایسی شام نہ آئے

محمد آفتاب شادکوٹ ملک

تم قافلے بہاروں کے کچھ دیر روک لو
آتے ہیں ہم بھی پاؤں سے کانٹے نکال کر

سلمان بشیر بہاولنگر

خرم شہزاد مغل کے نام

اتنی شدت سے تم میری رگوں میں اتر گئے ہو
کے تجھے بھولنے کے لیے مجھے مرنا ہوگا

ماہ نور کنول

آؤ کفن پہناؤ میرے ارمانوں کو

--تحریر۔شعیب اختر آسی مغل۔0313.1237772۔

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔کفن پہناؤ میرے ارمانوں کو۔کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میں نے کئی سال سے جواب عرض کا قاری ہوں زندگی میں کئی بار لکھنے کی جسارت کی جن کو آپ نے شائع کر کے میرا حوصلہ بڑھایا امید ہے کہ آپ میری کاوش کو جواب عرض میں شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے پلیز ریاض بھائی پلیز میری کہانی ضرور شائع کرنا ورنہ میری بہت انسرٹ ہو گی پلیز کہانی شائع کر کے شکریہ کا موقع فراہم کریں۔یہ کہانی آج کے اس معاشرے کے لیے ایک سبق آموز کہانی ہے امید کرتا ہوں سب کو پسند آئے گی قارئین سے التماس ہے کہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کریں مجھے آپ کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔۔

جن کو طوفانوں سے الجھنے کی عادت ہو
ان کی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتے ہیں

محبت کیا چیز ہے۔کیوں کی جاتی ہے۔کی جاتی ہے یا ہو جاتی ہے۔کیا محبت کے بغیر انسان کی زندگی ادھوری ہوتی ہے۔ثانیہ پانچ بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی خدا نے اسے بہت ہی حسن سے نوازہ تھا وہ اپنے بھائیوں اور والدین کی آنکھوں کی نور تھی گھر کی رونق تھی پانچ بھائیوں کے بعد والدین نے بیٹی کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے ثانیہ کے والدین کی دعا قبول کر لی ثانیہ کی پیدائش پر بیٹی کی پیدائش سے زیادہ خوشیاں منا ئیں گئیں ثانیہ کو بڑے لاڈ پیار سے پرورش کی گئی اسے شہر کے ویل اسٹینڈ ڈ سکول میں تعلیم حاصل کرنے لئے داخل کروا دیا تھا اور ثانیہ سولہ سال کی ہوئی تو اچھے نمبر سے میٹرک پاس کی تھی اعلیٰ تعلیم کے لیے اسے اسلام آباد بھیجا گیا ثانیہ اپنی لائف اور والدین کے پیار سے بہت خوش تھی ثانیہ کے بھائی اس کی ہر خواہش کا تہہ دل سے احترام کر تے تھے اس کی ہر حسرت کو پورا کرتے تھے ثانیہ کا والد ایک بڑا بزنس مین تھا اور بھائی اچھی پوسٹوں پر فائز تھے مطلب ثانیہ کھاتے پیتے گھرانے کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد تھی اس کے لیے لائف میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی جب ثانیہ ن میٹرک پاس کی تو اسکے بڑھے بھائی عدیل نے اسے اپنے ساتھ اسلام آباد اور لے گیا اور ثانیہ کو اسلام آباد میں اچھے کالج میں داخل کروا دیا اور ایک ہاسٹل میں ثانیہ نے رہائش اختیار کی ثانیہ بہت قابل تھی وہ دل لگا کر اپنی تعلیم حاصل کر رہی تھی ہاسٹل میں رہتے ہوئے ثانیہ کو پانچ ماہ ہو گئے علینہ ثانیہ کی کلاس فیلوز بھی تھی اور روم میٹ بھی ثانیہ اور علینہ

اچھی فرینڈ بن گئی علینہ سے ملنے اس کا بھائی زوہیب آتا تھا ایک دن زوہیب نے علینہ اور ثانیہ کو ہاسٹل سے باہر گھوم پھرنے کے لیے لے گیا وہ لوگ شکر پڑیا فیصل مسجد وغیرہ گھومے پھرے یہ دن ثانیہ کے بربادی کے دن تھے زوہیب نے ثانیہ کو دل دیا اور ثانیہ کا دل اپنے نام کر لیا علینہ کو پتہ بھی نہ چلنے اور زوہیب نے اپنا نمبر ثانیہ کو دیا وہ دن بھر سیر و تفریح کے بعد واپس ہاسٹل میں آئے دن کو ہاسٹل میں موبائل آن رکھنا سخت منع تھا ثانیہ نے جب رات کو اپنے بستر میں جا کے موبائل آن کیا تو زوہیب کے ہزاروں میسج آئے ہوئے تھے ثانیہ حیران تھی اور دیکھتی رہی گئی ان سب کو ثانیہ پڑھنے کے بعد اسے سمجھاتی رہی یہ میری پڑھائی کا معاملہ ہے مجھے پڑھنے دو مگر زوہیب تھا کہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا آخر کار ثانیہ بھی اپنا دل زوہیب کو دے بیٹھی وقت گزرتا گیا دونوں کی محبت پروان چڑھتی رہی زوہیب اور ثانیہ ہفتے میں ایک بار ضرور ملتے تھے وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے محو پرواز تھا علینہ کو زوہیب اور ثانیہ کا علم ہوا علینہ نے بھی زوہیب کو منع کرنے کی کوشش کی مگر دل پہ کسی کا زور نہیں ہوتا زوہیب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ثانیہ ڈاکٹر بنے گی ثانیہ کی بڑی خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنے اور خدمت کروں گی غریب انسانوں کی مگر کبھی کبھار انسان جو سوچتا ہے وہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے ثانیہ اور زوہیب ہر رات کو گھنٹہ گھنٹہ فون پر باتیں کرتے تھے ثانیہ زوہیب کی محبت میں بری طرح پاگل ہو گئی تھی دن رات اس کے خیالات میں رہتی تھی ثانیہ نے زوہیب کو ایک ایس ایم ایس کیا جس کا عنوان تھا۔

اب تو اشکوں کے ستارے بھی نہیں پلکوں پر
کن چراغوں کو جلائیں سحر ہونے تک

زوہیب نے جواب دیا ثانیہ کو

اب تو بس جان ہی دینے کی باری ہے محسن
میں کہاں تم ثابت کروں کہ وفا ہے مجھ میں

دونوں ہر پل ایک دوسرے کو مس کرتے تھے ایک پل بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتے تھے وقت گزرتا گیا کالج میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں ثانیہ چھٹیاں گزارنے گاؤں آ گئی ثانیہ جب گھر آئی تو گھر میں چاروں طرف چہل پہل تھی ثانیہ کی سہیلیاں اسے ملنے آ گئیں ثانیہ بہت خوش تھی تین دن تک تو زوہیب سے کوئی رابطہ نہ رہا چوتھی رات کو ثانیہ زوہیب سے فون پر بات کر رہی تھی ثانیہ نے زوہیب سے معذرت کی زوہیب ناراض تھا وہ اس کو منا رہی تھی اچانک ثانیہ کا بھائی کمرے میں داخل ہوا اور اسکے ہاتھ میں موبائل اٹھایا اور زوہیب سے خود بات کرنے لگا پوچھا

آپ کون ہو

زوہیب نے کہا میں ثانیہ کی سہیلی کا بھائی ہوں یہ کہہ کر فون بند ہو گیا

ثانیہ کے بھائی نے ان بکس میں پڑے ہوئے ایس ایم ایس دیکھے اور ثانیہ کو مارنے لگا کمرے میں شور کی آواز سن کر سب گھر والے اکھٹے ہو گیئے ثانیہ کا والد تو بڑا ظالم انسان تھا بیٹوں کو حکم دیا قتل کر دو اسے اس نے میرے خاندان کی عزت مٹی میں ملائی ہے ثانیہ کی ماں نے بیٹوں کو اپنی قسم دے دی اور بولی

یہ ثانیہ کی پہلی اور آخری غلطی سمجھو اسے معاف کر دو

بھائیوں نے ماں کی بات پہ عمل کر کے اسے چھوڑ دیا مگر یہ فیصلہ طے ہوا کہ موبائل مت دو اور کالج جانا بند کر دو اسلام آباد نہیں جائے گی اور جلدی اس کا رشتہ کروا دو۔

ادھر زوہیب کی حالت بہت خراب ہوئی اسے کیا پتہ تھا کہ ثانیہ کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے دن گزرتے گئے ایک دن ثانیہ نے اپنی بھابھی سے موبائل سے چھپا کے زوہیب کو کال کی اور بولی مجھ سے موبائل چھین لیا گیا ہے لہذا مجھے اپنانا ہے تو جلدی سے گھر رشتہ بھیجو ثانیہ نے بھائیوں کا ظلم و ستم برداشت کیا مگر زوہیب کا دامن نہیں چھوڑا آخر زوہیب نے اپنے والدین کو ثانیہ کے گھر ابھیجا آج زوہیب کے والدین ثانیہ کے گھر آئے ہوئے تھے اور رشتے کی بات چلا دی ثانیہ کے والدین نے ان کی بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیا یہ بات ثانیہ کی امی نے ثانیہ کو بتائی تو ثانیہ رونے لگی ثانیہ اپنی ماں کو سمجھاتی کہ زوہیب اچھا لڑکا ہے خاندان بھی اچھا ہے اس کی امی نے ثانیہ کے والدین کو سمجھایا تو اس نے کہا

اگر اس کی سفارش کرو گی تو آپ کو طلاق دے دوں گا

بہت ہی جلدی ثانیہ کا رشتہ اس کے ماموں زاد کزن کاشف سے ہو گیا جب اس بات کا علم ثانیہ کو ہوا تو بہت روئی کیونکہ ثانیہ کاشف سے اتنی نفرت کرتی تھی جس کا اندازہ لگانا مشکل تھا آخر ثانیہ نے فیصلہ کر لیا کہ جب زوہیب نہیں ملتا تو ہے جینے کا فائدہ کیا ہے بہتر ہے موت کو گلے لگا لوں ایک رات ثانیہ نے دو لیٹر لکھے پہلا لیٹر زوہیب کے نام تھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی

جان سے پیارے زوہیب سلام جدائی۔

زوہیب مجھے معاف کرنا میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر پائی یہ مت سمجھنا کہ میں بے وفا تھی زوہیب میں مجبور تھی میرے والدین میری محبت کے مجرم ہیں میرا رشتہ ایک تھرڈ کلاس لڑکے پکا ہوا تھا اس کے ساتھ زندہ رہنے سے میرے لیے بہتر تھا کہ آپ کے نام اپنی جان قربان کر دوں یہ میرا آخری فیصلہ ہے کل صبح آپ کو میری موت کی اطلاع مل جائے گی۔

ہر طریقے سے تجھے بھلانا چاہا مگر
ہر خیال سے پیدا تیرا خیال ہوتا تھا

پلیز میری موت کے بعد رونا مت بلکہ ایک اچھی لڑکی دیکھ کر شادی کر لینا تاکہ وہ آپ کے زخموں پر مرہم رکھ سکے۔

والسلام آپ کی نہ ہونے والی ثانیہ زوہیب

دوسرا لیٹر والدین کے نام تھا تحریر کچھ یوں تھی۔ محترم والدین آخری سلام قبول ہو۔

میں زوہیب سے پیار کرتی تھی سچا پیار میں نے اپنی عزت نہیں دی تھی بلکہ شادی کرنا چاہتے تھے مگر آپ لوگوں نے میرا رشتہ اسے کر دیا جس سے میں بہت نفرت کرتی ہوں میں اپنے ارمانوں کا قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی لہذا میں اپنی جان اپنے زوہیب کے نام قربان کرتی ہوں میرا ڈاکٹر بننے کا ارمان ادھورا رہا میرا زوہیب بھی مجھے نہیں ملا۔ کل صبح میرا جنازہ کمرے میں آپ کو ملے گا میرے ارمانوں کے کو کفن پہناؤ۔

والسلام آپ کی بیٹی ثانیہ۔۔

رات کے بارہ بجے ثانیہ نے اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنی جان دے دی تھی صبح پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا تھا کہ سب لوگ ثانیہ کی بھیانک موت پہ رو رہے تھے ہر آنکھ آشکبار تھی

گاؤں والے نے پرنم آنکھوں کے ساتھ ثانیہ کو دفنایا ادھر زوہیب نے ثانیہ کی خبر سن کر خودکشی کی کوشش کی گھر والوں نے اسے بچا لیا۔

قارئین کرام یہ تھی ثانیہ اور زوہیب کی کہانی

قارئین ثانیہ کے ایصال ثواب اور زوہیب کی اچھی لائف کے لیے دعا کریں ریاض بھائی میری ہر کہانی میں میرا موبائل نمبر ضرور لکھا کریں کیونکہ اپنے پرانے دوستوں سے رابطے میں رہنا چاہتا ہوں جواب عرض کے قارئین کے لیے میرے دروازے کھلے ہیں دوستی کہانیاں لکھوانے کے لیے۔

کتنے رنج وملال رکھتا ہے
دل کے شیشے میں بال رکھتا ہے
میں محبت کمال رکھتی ہوں
وہ رنجشیں کمال رکھتا ہے
کمال شخص ہے آج کی باتیں
کل پہ وہ ٹال رکھتا ہے
ہے وہی کامیاب دنیا میں
ماضی رکھتا ہے حال رکھتا ہے
تجھ کو خوشیاں نڈھال رکھتی ہیں
مجھ کو غم نڈھال رکھتا ہے
مجھ کو تاریکیاں نہیں بھاتیں
وہ بھی روشن خیال رکھتا ہے
اونچے محلوں کو دیکھ کر مفلس
لب پہ کتنے سوال رکھتا ہے
میرے حصے کی دل نشیں سی یادیں
کون دل میں سنبھال رکھتا ہے
نائلہ حرص وہوس کی دنیا میں
کون کسی کا خیال رکھتا ہے

نائیلہ طارق۔ لیہ۔

غزل

یہ دنیا ہی محفل میرے کام کی نہیں
کس کو سناؤں حال دل بے قرار کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں اپنے مزار کا
اسے کاش بھول جاؤں اسے کو مگر بھولتا نہیں
اپنا پتہ ملے نہ ملے خیر یار کی ملے
دشمن کو بھی نہ ایسی سزا پیار کی ملے
ان کو خدا ملے خدا کی جنہیں تلاش ہے
مجھ کو بس ایک جھلک میرے یار اسے کی ملے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان

کوئی شام سہانی

--تحریر۔مریم شاہ بخاری۔سرگودھا۔

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج ایک بار ایک نئی تحریر کوئی شام سہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا۔اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہتریں عنوان دے سکتے ہیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سورج اپنے آخری غمزدے دکھاتا ہوا دور درختوں کی اوٹ میں غروب ہو رہا تھا خزاں اپنی تمام تر مایوسیوں سمیت درد بھری کہانی کہتے ہوئے ہر ذرے پر حاوی تھی خزاں رسیدہ شجر افسردہ کھڑے پھر سے بہار کے آنے کے منتظر تھے ایک چھوٹے سے صحن میں حورین زمین پر آلتی پالتی مار کے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اس کی خوبصورت جھیل سی نیلگوں آنکھوں میں گہرے دکھ کا عکس جھلملا رہا تھا اشکوں کی بارش میں بھیگ رہی تھی کوئی بھی نہ تھا جو اس کے درد کا مداوہ کرتا اسے دکھوں کی دھوپ سے بچا کر اپنے پیار کی چھاؤں مہیا کرتا۔حورین اس کی بڑی بہن نے اسے پکارا تھا ساتھ اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھ دیا تھا اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھایا۔
کیوں تم رو رو کر خود کو ہلکان کیے جا رہی ہو چندا۔اس نے حورین کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔
تحریم آپی پھر آپ لوگ مجھے ایک دم جان سے ہی کیوں نہیں مار دیتے کیوں مجھے ایڑیاں رگڑ کر جان دینے پر مجبور کر رہے ہیں کاش آج ابا جان زندہ ہوتے تو کم از کم میرے ساتھ کوئی یہ سلوک نہ کرتا وہ سسکاریاں بھر رہی تھی۔
میری جان اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔
تحریم آپی اس کے بکھرے بال سمیٹتے ہوئے کہا اسے ایک جھٹکا لگا تھا۔کیا۔میری بھلائی۔
مجھے دو بنگلوں اور ایک کار کے عوض فروخت کیا جا رہا ہے اس میں میری کیا بھلائی ہے۔اس کی نشیلی آنکھوں سے کرب کے سائے جھلک رہے تھے خالی نگاہوں میں ادھورے سپنوں کی ٹوٹی کرچیاں تھیں تقدیر نے میرے ساتھ کتنی ستمگری

کی ہے میرے اپنوں نے میرے اپنوں نے میری روح پر تازیانے برسائے ہیں میری خوشی میرا مان سب کچھ خاک میں ملا دیا سب کچھ اور میں کیا کروں۔ وہ پھر سے تڑپ کر رو دی۔

حورین کا تعلق ایک مڈل کلاس طبقے سے ہے اس کا گھرانہ پانچ افراد پر مشتمل تھا دو بھائی اور ایک بہن اور ماں باپ باپ کچھ عرصہ پہلے ایک حادثے میں جان گنوا بیٹھا تھا اس کا بھائی آذر اس سے دو برس چھوٹا تھا جبکہ تحریم اس کی بڑی بہن اور شادی شدہ تھی حورین انگلش میں ماسٹر کرنے کے ساتھ ساتھ ایک پرائیویٹ ادارے میں نوکری بھی کرتی تھی تاکہ اپنا بوجھ خود اٹھا سکے وہ اپنی آدھی سے زیادہ تنخواہ اپنی ماں کو دیتی تھی۔ اور باقی اپنی ذات پر خرچ کرتی اس کا باپ کریم الدین ایک معمولی سا سرکاری کلرک تھا وہ ریٹائرڈ کیا ہوا زندگی سے بھی ریٹائرڈ ہو کر خالق حقیقی سے جا ملا اس معمولی سی لگی بندھی پنشن سے بمشکل گھر کا چولہا جلتا تھا یہ بھی شکر تھا کہ اس مہنگائی کے دور میں تین کمروں کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل گھر ان کی اپنی ملکیت تھا آذر نے بمشکل ایف اے تک پڑھا اور تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا تھا سب نے بہت زور لگایا کہ وہ پڑھ لکھ جائے مگر وہ انکار پر ڈٹا رہا آخر تنگ آ کر انہوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا وہ ایک آوارہ لڑکا تھا اس کی دوستی اونچے طبقے کے بگڑے ہوئے لڑکوں سے تھی لڑکیوں کے پرس چھیننا اور گن پوائنٹ پہ کسی مسافر کو لوٹنا ان کے نزدیک معمولی سے کام تھے کئی بار جیل کی ہوا کھائی مگر باز نہ آئے ایک دن کسی امیر کبیر شخص کے ہاں چوری کا پروگرام بنایا سب ٹھیک تھا اچانک ہی وہاں چوکیدار آ گیا سب نے بھاگ جان بچائی مگر شومئی قسمت سے آذر اس کے ہتھے چڑھ گیا ایک قیامت تھی جو اس پر ٹوٹ پڑی تھی ماں نے رو رو کر برا حال کر دیا انہوں نے آذر کی خوب دھلائی کی تھی اس کے لیے بھی پیسے والے تھے دے دلا کر جان چھڑا کر بھاگ نکلے تھے آخر اس امیر کبیر شخص جمیل نے اسے پانچ لاکھ کا ہرجانہ بھرنے کا کہا تو وہ بدحواس سا ہو کر اس کی شکل تکنے لگا بھلا وہ کہاں سے پانچ لاکھ دیتا ماں کے پیروں تلے سے تو زمین ہی نکل گئی تھی تحریم اور حورین کا رو رو کر برا حال تھا وہ تینوں سیٹھ جمیل کے بنگلے پر معافی تلافی کے لیے بھی گئیں مگر کوئی امید نہ بندھ سکی وہ مایوس اور ناکام لوٹ آئیں روتی روتی نیلگوں آنکھوں والی مہ جبیں حورین پچاس سالہ سیٹھ جمیل کے دل میں اتر گئی تھی وہ جیل کے آذر سے ملا اور اس بات پر راضی ہو گیا کہ اگر وہ اپنی بہن کی شادی اس سے کر دے تو نہ صرف وہ جیل سے باہر ہو گا بلکہ اسے اپنے کاروبار کے لیے پچاس لاکھ بھی دے گا نقد اور کار الگ۔ آذر تو پہلے ہی زر کا غلام تھا سنتے ہی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اس نے حامی بھر لی تو اسے رہا کر دیا تھا مگر وقتی طور پر کچھ عرصے کے لیے جب تک وہ گھر والوں کو راضی نہ کر لیتا بصورت دیگر وہ دوبارہ ان کے قابو میں ہوتا اس نے کسی نہ کسی طرح ماں کو راضی کر لیا مگر تحریم اس ناانصافی پر چیخ اٹھی۔

اماں یہ سراسر زیادتی ہے آپ کیوں حورین کا مستقبل تباہ کرنا چاہتی ہیں اس سے دوگنی عمر کا وہ شخص اور اوپر سے شادی شدہ اماں کچھ تو خدا کا خوف کرو مگر حورین کی والدہ اور بھائی کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ چکی تھی انہیں دولت کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا حورین نے بہت احتجاج کیا واسطے دیئے چیخی چلائی لیکن سب بے سود اس کا آفس جانا بند کر دیا گیا اور اس کی پڑھائی بھی چھڑا دی گئی کہ اپنے گھر جا کر کرتی رہنا۔ وہ قسمت کی ظریفی پر نوحہ کناں رہنے لگی اس نے خودکشی کی ناکام کوشش بھی کر لی لیکن ہونا تو وہی تھا جو طے ہو چکا تھا۔

رات کو جب حورین کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو تحریم اپنی ماں کے پاس بیٹھی۔

اماں کیا واقعی آپ نے حورین کی شادی جمیل صاحب سے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ہاں بالکل۔ شادی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ ٹھیک ایک ہفتے بعد دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ جائیں گے دیکھنا حورین بہت خوش رہے گی وہاں۔

اماں یہ شادی تو نہ ہوئی پھر نیلامی ہوئی ناں۔ آپ اپنی بیٹی کو قربانی کا بکرا بنا رہی ہیں اپنے بیٹے کے لیے تحریم کو غصہ آ گیا تھا۔

لو قربانی کیسی دیکھنا حورین راج کرے گی راج یہ دولت کی ریل پیل ہو گی لمبی سی گاڑی میں جب وہ بیٹھ کر یہاں آیا کرے گی تو محلے والے حسد سے جل بھن جایا کریں گے وہ فخر سے بول رہی تھی۔

اماں بس کرو دولت ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ چل بیٹھی رہ تحریم۔ میں تو پچھتا رہی ہوں تجھے معمولی سے ہیڈ ماسٹر کے ساتھ بیاہنے پر دو وقت کی روٹی بمشکل سے پوری ہوتی ہے اوپر سے مہنگائی توبہ۔ وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔

اماں اللہ کا شکر ہے دو وقت کی روٹی ہی سہی مگر پیٹ تو بھر جاتا ہے ناں۔ بھوکے ننگے تو نہیں یہ دولت تو آنی جانی چیز ہے میں اپنے گھر میاں کے ساتھ بہت خوش ہوں مجھے نہیں دولت کی۔ وہ غصے سے کہتی ہوئی اپنے اور حورین کے مشترکہ کمرے میں آ گئی جہاں پر حورین بیڈ پر لیٹی آنسو بہانے میں مشغول تھی۔ تحریم نے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

نہ ہی قسمت کو آزما سکتی ہوں اور نہ ہی قسمت کے لکھے کو مٹا سکتی ہوں حورین غمزدہ سی مایوں کا جوڑا پہنے بیٹھی تھی میری کوئی حیثیت کوئی وقعت نہیں میرے اپنے مجھے قربان کر کے اپنے خوشیوں کا محل بنا رہے ہیں کیا ان کے اندر انسانیت ذرا بھر نہیں رہی کیا ان کے خون اس قدر سفید ہو چکے ہیں انہیں ایک جیتا جاگتا ہوا وجود نظر نہیں آ رہا اس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑیوں کی مانند بہہ نکلے تھے۔

شادی کے بعد حورین یکسر بدل گئی تھی چہکتی مہکتی لڑکی جانے کہاں کھو گئی تھی اس کی زندہ دلی اور شگفتگی تو پورے خاندان میں مشہور تھی اب لبوں پر خاموشی کے ایسے قفل لگے تھے کہ ضرورت کے وقت بھی مشکل کھلتے اس کا حسن تو اب بھی غضب کا تھا مگر شادابی کہیں گم ہو گئی تھی نیلگوں آنکھوں میں ویرانی نے ڈیرے جما لیے تھے اپنی خواہشات اور احساسات کا گلا گھونٹ کر انہیں اندر ہی کہیں دفن کر دیا تھا۔

پہلے سے خدوخال نہ پہلے سے ہیں خیال
ہم کتنا ایک سال کے اندر بدل گئے
وہ اکثر اپنے ماضی میں بھٹکنے لگتی

ے سے حورین کی شادی سیٹھ جمیل سے ں کی سوتن نگہت اور اس کا نوجوان بیٹا بالکل بھی پسند نہ کرتے تھے ان کا رویہ ساتھ حقارت آمیز ہوتا تھا خاص طور پہ نفرت کا اظہار بھی کھلم کھلا کرتا رہتا وہ ے سب کچھ برداشت کر لیتی تھی شادی کا س سے جبرا قبول کروایا گیا تھا وہ بھلا ب چاہتی تھی اس پر کچھ کم غصہ نہ تھا کہ جلتی پر تیل کا کام کیا کہ جمیل صاحب اد کچھ حصہ حورین اور آنے والے بچے دیا ہے۔

رین امید سے تھی ابھی شروع کے دن ں طبیعت بہت بوجھل رہتی تھی ڈاکٹر نے ریسٹ کا کہا تھا کیونکہ وہ بہت کمزور تھی مید سے ہونے کی خبر سن کر نگہت بیگم کے انپ لوٹ گیا تھا جبکہ جمیل صاحب اسے میں لا کر لاتعلق ہو گئے تھے بزنس کی دن وفیات انھیں سر اٹھانے ہی نہ دیتی تھیں شہر تو کبھی اس شہر۔ حورین اپنے وجود والے کا تصور کر کے بہت خوش رہنے لگی ر کا وہ اس کی اولاد تھا اس کا خون آنے تصور کر کے اس کے رگ و پے میں ایک ح دوڑ جاتی تھی وہ سرشاری نئے مہمان کی منتظر تھی جو اس کے لیے بہار کا جھونکا ثابت والا تھا وہ خود کو ایک بڑی سی چادر میں لپیٹ تھی بہت کم کمرے سے باہر نکلتی تھی اسے روں سے بے حد خوف آتا تھا اس کی ین کو اچھی معلوم نہ ہوتی تھیں وہ اندر ہی ہی۔

حورین اپنا بہت خیال رکھتی تھی مجھے معلوم ہے تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں مگر مجبوری ہے یار مجھے جانا ہوگا آخر کروڑوں کی ڈیل کا معاملہ ہے جمیل صاحب دوبئی جا رہے تھے بزنس کے سلسلے میں انہوں نے حورین کو مطلع کرنا ضروری سمجھا تھا ورنہ وہ تو اس سے یکسر لاتعلق ہو چکے تھے۔ حورین لب بھینچے ان کا بزنس نامہ سن رہی تھی اس کی رگ و پے میں اذیت اتر آئی تھی جمیل صاحب جانے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے اچھا خدا حافظ۔

مجھے دو سے تین ہفتے لگ جائیں گے ہو سکتا ہے زیادہ بھی لگ جائیں لیکن تم گھبرانا مت ملازمہ ہے ناں پھر نگہت بھی تو ہے وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے جبکہ اس کی آنکھوں میں نگہت کا نفرت کا اظہار کرتا چہرہ آن ٹھہرا تھا۔

جی کوئی بات نہیں آپ جائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اس نے بمشکل سے لب کھولے دل عجیب وہموں سے برس رہا تھا جمیل صاحب جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کمرے سے باہر نکل گئے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گال پر بکھرے تھے۔

تیمور کے بدن میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی جب وہ حورین پر اپنے باپ کا التفات دیکھتا تو غصے سے کھول کر رہ جاتا اس کی ماں بھی اس کے کان بھرتی رہتی تھی وہ دن رات انتقام لینے کے نئے نئے طریقے سوچتا رہتا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کس طرح حورین کو باپ کی زندگی سے نکال باہر کرے وہ آج بھی انہی

سوچوں میں گم اپنی بائیک پورچ میں کھڑی کر کے مڑا تو ٹھٹک گیا تھا سامنے حورین لان میں بیٹھی نظر آئی تھی اس کا سوگوار حسن اس کی دلکشی میں اضافہ کر رہا تھا خود کو چادر میں چھپائے اردگرد سے بے خبر اپنی سوچوں میں گم تھی تیمور کا دل زور سے دھڑکا تھا ایک لمحے کو تو وہ اس کے سحر میں جکڑ گیا تھا پر دوسرے ہی پل اس کے اندر موجود نفرت عود کر آئی تھی اس نے سختی سے اپنے لب بھینچ لیے اس نے کچھ سوچ کر اپنا موبائل نکالا اور چپکے سے اسکی تصویر اپنے موبائل میں کھینچ کر محفوظ کر لی تھی۔

وہ ایک انتہائی گھناؤنی اور سیاہ رات تھی جب حورین رات کو اپنے کمرے کا دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی ادھر تیمور آدھی رات کو نشے میں لڑکھڑاتا ہوا اس کے کمرے کے پاس سے گزرا تو دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک اٹھی تھی وہ یونہی لڑکھڑاتا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا حورین کے پہلو میں جا گرا تھا اس نے سوئی ہوئی حورین کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا حورین نیند سے ہڑبڑا کر جاگ اٹھی اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتی۔

تیمور اسے جکڑ کر بے بس کر دیا حورین کی آہیں اور چیخیں لبوں پر ہی دم توڑ گئیں چار ماہ کی حاملہ حورین بے دم ہو کر دنیا و مافیا سے بے نیاز ہو چکی تھی تیمور کا مقصد پورا ہو چکا تھا وہ اسے یونہی چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

نگہت بیگم پیاس کی شدت سے بیدار ہوئی تو سائیڈ ٹیبل پر پڑا خالی جگ دیکھ کر وہ کسلمندی سے بستر سے نکلی اور کچن کا رخ کیا جیسے ہی وہ کچن سے باہر نکلی انہوں نے تیمور کو نہایت عجلت کے ساتھ حورین کے کمرے سے نکلتے دیکھا تو وہ ایک دم ٹھٹک سی انہونی کا احساس انھیں بے جان کر گیا وہ تیزی سے حورین کے کمرے کی طرف لپکی تھی وہاں کے منظر نے جیسے ان کے قدموں تلے سے زمین نکال دی تھی نیم جان حورین خون میں لت پت پڑی تڑپ رہی تھی وہ الٹے قدموں واپس بھاگی تھی ان کی سوتن ہی سہی مگر اسے اس حال میں دیکھ کر تڑپ گئی تھی انہوں نے جاں بلب حورین کو جیسے تیسے ہسپتال پہنچایا اور اس کے گھر والوں کو اطلاع کر کے خود وہاں سے چلی آئی۔

بیٹی کی حالت دیکھ کر حورین کی ماں ساکت رہ گئیں انہوں نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا ڈاکٹرز نے انھیں جو کچھ بتایا تھا وہ ان کے ہوش اڑا گیا تھا حورین کی کوکھ اجڑ چکی تھی اور وہ خود کومہ میں چلی گئی تھی اس کی زندگی کو شدید خطرہ لاحق تھا اس کی والدہ سجدے میں سر رکھ کر روتی چلی گئی اور اپنی بیٹی کی زندگی اور سلامتی کے لیے دعا مانگنے لگی۔

تین چار ماہ کومہ میں رہنے کے بعد بالآخر وہ پھر سے زندگی کی جانب پلٹ آئی تھی تحریم اور اماں نے فوراً خدا کے حضور شکرانہ کے نفل ادا کیے تھے آذر بھی اپنی بیوی ہانیہ کے ساتھ حورین کے سامنے تھا وہ اپنے گزشتہ رویوں پر بے حد نادم تھا اس نے ہاتھ جوڑ کر اپنی بہن سے معافی مانگی تھی حورین تڑپ کر اپنے بھائی کے سینے سے جا لگی تھی نگہت نے اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے جمیل صاحب سے جھوٹ بول دیا کہ حورین کسی لڑکے کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے کیونکہ اسے یہاں رہنا پسند نہیں تھا وہ تو جمیل سے نفرت کرتی تھی اور

اس بچے کی ماں بھی نہیں بننا چاہتی تھی ایسی کوئی الٹی سیدھی باتیں کر کے انہوں نے جمیل صاحب کے کان بھرے اوپر سے تیمور نے حورین کی نازیبا حالت میں کسی لڑکے کے ہمراہ کھینچی گئی تصویریں بھی انہیں دکھا دی اب سیٹھ جمیل کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں تھی انہوں نے بیچ جانے بنا حورین کو طلاق دے دی نگہت بیگم کے سر سے منوں بوجھ ہٹ گیا جس دن حورین کو طلاق کے کاغذات ملے اس روز تیمور نے اپنی کامیابی کا بہت بڑا جشن منایا تھا۔

حورین اپنے ساتھ بیتنے والی قیامت کا ذکر کسی سے بھی نہ کیا لبوں پر خاموشی کے قفل لگا لیے اپنی بے بسی کا تماشہ اس نے دیکھا تھا اب مزید ذلت و رسوائی اٹھانے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا ڈاکٹرز نے بھی سختی سے گھر والوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ مزید کریدمت کریں اور نہ ہی کوئی ایسی ویسی گفتگو کریں جس سے اسے ذہنی صدمہ پہنچے بلکہ اسے خوش رکھنے کی کوشش کریں سو کسی نے بھی دوبارہ اس سے کوئی سوال نہ کیا تھا اس کے ہونٹوں پہ ہنسی لانے کے لیے کئی جتن کرتے مگر اس کے ہونٹوں پر بھولے سے بھی مسکراہٹ نہ آتی اس کی تو دنیا ہی اجڑ چکی تھی وہ کس کو الزام دیتی۔

حورین کے ساتھ اس حادثے کو بیتے تین سال کا عرصہ بیت چکا تھا اس دوران آذر کے ہاں دو جڑواں بچوں فہد اور حمزہ نے جنم لیا تھا جن کی آمد حورین بہت خوش اور مگن رہنے لگی تھی اس کے چھوٹے چھوٹے کام خود سر انجام دیتی ہانیہ بہت اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی حورین کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا جبکہ تحریم اپنے میاں کے ساتھ سرگودھا کے ایک مضافاتی علاقے میں جا بسی تھی جہاں اس کے میاں کا تبادلہ بطور ڈی او کے ہو گیا تھا آذر کا کاروبار وسیع پیمانے پر پھیل چکا تھا وہ حورین کی طرف سے کافی فکرمند تھا ہانیہ نے اپنے شوہر کی پریشانی کو محسوس کر لیا تھا اس نے فوراً اپنے بھائی برہان احمد کا نام لیا۔

کیا برہان احمد۔ آذر نے حیرت سے اپنی بیوی کو دیکھا۔ کیا وہ راضی ہے ساتھ ہی سوال بھی جڑ ڈالا

ہاں وہ نہ صرف راضی ہے بلکہ وہ حورین کو پسند بھی کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے موزوں اور کوئی رشتہ ہو ہی نہیں سکتا میرا بھائی لاکھوں میں ایک ہے وہ چہک کر بولی تو آذر مسکرایا وہ تو ٹھیک ہے پیاری بیوی مگر حورین۔۔ آذر نے بات ادھوری چھوڑی۔

ارے اس کی آپ فکر نہ کریں میں اسے منا لوں گی ہانیہ نے اسے تسلی دی تو اس نے کچھ سوچ کر سر ہلایا۔

برہان احمد نہایت ہی ڈیشنگ اور اسمارٹ سا پچیس سالہ مرد تھا وسیع و عریض بزنس کا وارث اور ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا ہانیہ اس کی چچا زاد بہن تھی برہان کی پہلی شادی ہانیہ کی بڑی بہن طوبیٰ سے ہوئی تھی جو بچے کی پیدائش کے دوران کچھ پیچیدگی ہو جانے کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکی تھی اب بچے کی دیکھ بھال کا مسئلہ پیش آ رہا تھا دادی خاصی بوڑھی ہو چکی تھی اور معذور خاتون تھی وہ ننھے بچے کو سنبھال نہیں سکتی تھی آیا وہ رکھنا نہیں چاہتے تھے سو برہان احمد نے دوسری شادی کا فیصلہ کر لیا تھا اس کی ماں نے یہ ذمہ داری ہانیہ کو سونپ دی تھی کہ جو اسے بہتر لگے وہ کر لے اس نے برہان کے سامنے کا تذکرہ کیا تو وہ کھل اٹھا کیونکہ وہ اسے بہت اچھی لگی تھی اس کے ساتھ بیتے حادثے کا جان کر وہ بھی بہت دکھی ہوا تھا وہ سارے حالات جان کر بھی اسے اپنانے کو تیار تھا ہانیہ نے اس کی رضامندی سے ہی رشتہ دے دیا تھا اب ساری بات حورین پہ آن ٹھہری تھی وہ شدت سے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

میں حورین کریم نے اپنی بائیس سال زندگی کے بہت سے ایام گزارے جس کے کانچ سے نازک خوابوں کو لہولہان کیا گیا اس کا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی سولی پر چڑھایا گیا تھا اس کے جینے اس کی جینے کی آس کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا تھا اس کی کوکھ اجاڑ کر اس کے ماتھے پر ذلت و رسوائی کا ٹیکہ لگایا گیا تھا بھلا ایک ... اتنی خوش قسمت کیسے ہو سکتی ہے کہ برہان احمد جیسا باکردار اور کھرا شخص اس کو چاہے میرا دل ... سہم چکا ہے یہ فیصلہ بھی تو کرنا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہانیہ میرے پاس اٹھ کر گئی ہے اس کی گود میں برہان احمد کا ننھا سا بچہ بھی تھا جو مما ہانیہ کے لیے بلک رہا تھا اس کی آواز میرے دل کو چیر رہی ہے۔۔

نہیں۔ نہیں وہ برہان کا نہیں ہے میرا بیٹا ہے خدا نے مجھے دوبارہ عطا کر دیا ہے میں اسے اب ... وں میں نہیں دھکیلوں گی آپ سمجھ ہی چکے ہوں گے کہ میں نے برہان احمد کی زندگی میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے شاید میری باقی زندگی میں کوئی بہار میری منتظر ہو میں جا رہی ہوں اپنی عزیز جان بھابھی کم دوست زیادہ ہانیہ کو اپنا فیصلہ سنانے آپ سب میرے لیے دعا کیجئے گا کہ میرا خدا اب میرے لیے کوئی اور آزمائش تیار نہ رکھے اور میری قسمت میں اب تو کوئی شام سہانی لکھ دے۔

گزرے ہوئے لمحات کا سایہ ہے اب تلک
مجھ کو میرے جنوں نے ستایا ہے اب تلک
خوشیاں تو کہیں دور بہت دور کھو گئیں
ہم کو غموں نے بار بار رلایا ہے اب تلک
چھوڑا ہے جب سے دنیا کے اس خار زار کو
دل میں اک خواب بنایا ہے اب تلک
جس میں ہیں میرے پھول میرا ہمسفر اور میں
یوں اپنے گھر میں باغ لگایا ہے اب تلک
نجانے ابھی کتنی آزمائشیں ہیں
اللہ نے میرا ظرف آزمایا ہے اب تلک
کوشش ہے میری کہ اس امتحان میں سرخرو ہوں
ورنہ تو دل کو درد ہی بھایا ہے اب تلک

شازیہ گل۔ مانسہرہ گاؤں بھیڑ کنڈ

اے ساگر کی یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو گہرائی دے
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا مر جاؤں گی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسو پی لوں
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لبوں سے تیرا نام صنم کہیں چھین نہ لیں دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آ کر یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے جانم حسرت یہ پوری کر دینا
سینے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں رہوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا بھی نام دکھائی دے

کشور کرن۔ چتوک

محبت کا جرم

تحریر۔ شیر محمد عثمانی۔ ایم اے۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج ایک بار ایک نئی تحریر محبت کا جرم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا۔ اگر آپ چاہئیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مومن نجانے آج تم شدت سے کیوں یاد آ رہے ہو۔ کبھی کبھی بچھڑے ہوئے بھی اس شدت سے یاد آتے ہیں کہ آدمی باوجود کوشش کے اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکتا یہ آنسو جو دل سے اٹھتے ہیں آنکھوں میں پہنچ کر ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں یہ دل کا دھواں ہے جو آنکھوں کے ذریعے سے باہر نکل رہا ہے۔

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
ہاں وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
قصہ غم ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

میرا دل جل رہا ہے میرا سینہ جل رہا ہے میں بچپن ہی سے دکھی ہوں بچپن ہی سے اداسی کا شکار ہوں میں وہ بدنصیب ہوں جسے محبت نہیں ملی میں محبت کی تلاش میں سرگرداں ہوں قصبہ قصبہ پھر رہا ہوں گاؤں گاؤں پھر رہا ہوں شہر شہر پھر رہا ہوں میں محبت کی تلاش میں نجانے کتنے ہزار میل سفر طے کر چکا ہوں میں تھک چکا ہوں تھک کر چور ہو چکا ہوں مجھ میں مزید سفر کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

پیارے مومن مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے تجھ سے روحانی پیار ہو گیا ہے میں تیرے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں مر جاؤں گا۔ جانی۔ تیرے بغیر زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ دکھ۔ مصیبت۔ پریشانی۔ آفت۔ انتظار۔ آنسو۔ سسکیاں۔ دھاڑیں۔ چیخیں۔ وغیرہ سے مرکب جو بنتا ہے وہ میری زندگی ہے۔ دوست۔ میں نے کہا دوست۔ میں تھک چکا ہوں میں اس ظالم دنیا سے ظالم دنیا نے مجھے کیا دیا ہے میں نے دنیا سے

وئی قارون کا خزانہ تو نہیں مانگا کوئی عزت
مرتبہ نہیں مانگا کوئی کار نہیں مانگی کوئی باغ
مانگا میں نے صرب محبت مانگی ہے صرف
گا ہے افسوس مجھے پیار کوئی نہ دے سکا مجھے
ں خیرات کوئی نہ دے سکا میں عرصہ پندرہ
سے کشکول لیے در در پہ پھر رہا ہوں کسی آدمی
یک ٹکہ بھی ۔پیار کا نہیں دیا ہائے افسوس کیا
ں قابل نہیں تھا ارے کیا میں ٹھکرایا دیئے
ے کے قابل تھا کیا میں مسترد کیے جانے کے
ں تھا کیا میں دھتکار دیئے جانے کے قابل تھا
ے اگر میں ایسا ہی تھا تو میرے خدا نے مجھے
یدا کیوں کیا کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا میرے وجود
سے کیا فائدہ ہوا اس دنیا کو کای مفاد پہنچا ہے دنیا
و میں نہ ہوتا تو دنیا کی تذئین میں کیا خامی رہ
تی میں نکما آدمی ہوں ارو بوجھ ہوں اس دھرتی
۔میرا جسم ہجر کی آگ میں سلگ رہا ہے میرا دل
ٹ چکا ہے تیرا انتظار کرتے کرتے میری
یں پتھرا گئی ہیں۔

پیارے مومن ۔تیرا چہرہ تیرا سراپا میں کیسے
ل سکتا ہوں وہ تیری گوری گوری سفید رنگت وہ
ین کالی زلفیں ہائے کیا غضب کی غزالی
ھیں ہیں تیری ۔تیری جادو گر آنکھیں آنکھوں
شش وہ شربتی آنکھیں وہ گول مٹول سی ہنستی
راتی اور شرمائی آنکھیں وہ ہونٹ گلابی ہائے
ی شیر گلابی ۔ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے
سی کا تازہ خون پیا ہو اور وہ خون پینے کا کیا
ہ ہے تیرا ہونٹوں پر تو لگا ہے مگر دانتوں کو نہیں
ت موتیوں کی لڑی آزار چمکدار سچے موتیوں
حان اللہ ۔ارے تم مسکراتے ہو تو قیامت
ہتے ہو۔

تیری فیس کٹ بھی عجیب ہے چہرے کے
قوس کہوں چاند کہوں آفتاب کہوں ارے تو ہی بتا
کیا کہوں چہرے دیکھتے دیکھتے میری زندگی گزر گئی
چہرے پڑنے کا کاروبار تو میں نے بچپن ہی سے
شروع کیا ہوا ہے بلاشبہ میری آنکھوں کے سامنے
ہزاروں لاکھوں چہرے گزرے ہوں گے مگر مومن
۔تیرے جیسا حسین چہرہ پہلی بار دیکھا ہے۔

تیرا چہرہ دیکھا تو کنول کہنے کو جی چاہا
میں شائر تو نہیں لیکن غزل کہنے کو جی چاہا

مومن میں نے دل تمہارے حوالے کر دیا
ہے دل تیرے قدموں میں ڈال دیا ہے دل تیر
ے قدموں پر نچھاور کر دیا ہے یہ دل پیاسا دل
ہے بہت پیاسا ہے بہت ہی پیاسا ہے دوست
۔خدارا اسے ایک قطرہ محبت کے پانی کا عنایت کر
دو۔دوست خدا کے لیے خدا کے لیے ۔میرے
ننھے دل کو مایوس مت کرو ورنہ یہ غریب مر جائے گا
صحرا میں زندگی برباد کردے گا اگر تم نے اسے پانی
کا ایک گھونٹ نہ دیا تو انت یہ ہوگا کہ۔

صحرا کی گرد ہوگی کفن مجھ غریب کا
اٹھ کے بگولے میرا جنازہ اٹھائیں گے

میں اداس راہوں کا راہی ہوں اندھیروں
میں چل رہا ہوں میں بھٹک گیا ہوں راستہ بھول
گیا ہوں گھر کا راستہ بھول گیا ہوں منزل کا راستہ
بھول گیا ہوں وادی عشق کی بھول بھلیوں میں کھو
گیا ہوں۔

نگری نگری پھرا مسافر
گھر کا رستہ بھول گیا

پیارے مومن میری انگلی پکڑ لے مجھے ان
اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے چل

میں روشنیوں کا متلاشی ہوں میں روشنی کا عاشق
ہوں۔پیارے مومن ۔مجھ پر احسان کر میں تیرا یہ
احسان قیامت تک نہیں بھلا سکوں گا۔

دوست ۔خدا نے تمہیں خوبصورت جسم عطا
کیا ہے خوبصورت چہرہ عطا کیا ہے تجھے قدرت
کے ہاتھوں میں بنایا ہے کیا خوب بنایا ہے حدیث یاد
آرہی ہے۔
ترجمہ ۔بے شک اللہ خوبصورت ہے اور
خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔یعنی اس خالق کبریا کی
بنائی ہوئی ہر چیز خوبصورت ہے تو حسن سے پیار
کرنا عبادت ہے مومن میں مانتا ہوں تم حسین ہو
مگر یہ بتا کہ تجھے یہ حسن کس نے دیا جو حسن دے
سکتا ہے وہ حسن چھین بھی سکتا ہے۔
مومن ۔خیال کر تجھ سے پہلے کتنے حسین اس
دنیا میں آئے اور زیر زمین جا سوئے پیوند خاک ہو
گئے ان کا پرسان حال کوئی نہیں ان کا جسم
کیڑے کھا گئے ہیں لا ہوتی ہونٹ غزالی آنکھیں
لمبے گیسو مرمریں بدن سب مٹی میں مل چکے ہیں۔

فنا ہے حسن و دولت کو زندگی کو
باغ نہ دنیا میں کوئی بے خزاں دیکھا

دوست ۔میں سچ کہہ رہا ہوں خیال کر
چار دن کی زندگی ہے غریبوں کا دل نہ دکھاؤ
غریبوں کی دعا میں لو دوست ۔میں مان لیتا ہوں
میں غریب ہوں تمہارے مطالبات پورے نہیں کر
سکتا تمہیں فائیو سٹار ہوٹل پہ کھانا نہیں کھلا سکتا
تمہیں لندن کی سیر نہیں کروا سکتا میوزیم آف
نیچرل ہسٹری نہیں دکھا سکتا ۔ایفل ٹاور بھی نہیں
دکھا سکتا مگر ہاں یہاں سنو مگر تمہیں یہی اپنا ڈیرہ
غازیخاں تو دکھا سکتا ہوں تمہیں وقار کینٹین پر کھانا
تو کھلا سکتا ہوں تمہیں اپنے ڈگری کالج کی کینٹین
پر چائے تو پلا سکتا ہوں تمہیں غازی پارک کی سیر
بھی کروا سکتا ہوں تمہیں جناح باغ بھی دکھا سکتا
ہوں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجو
کیشن ڈیرہ غازیخان کی بوسیدہ عمارت میں
ڈرامہ بھی لائیو دکھا سکتا ہوں ۔بس یہی اوقات
ہے میری۔
پیارے دوست ۔میں جھوٹ کیوں بولوں گا
جھوٹ بولنا مجھے اچھا نہیں لگتا ہاں تو میں عرض کر رہا
تھا کہ میں تم سے سچا پیار کرتا ہوں اس میں کوئی
مطلب والی بات نہیں کوئی خود غرضی والی بات
نہیں ۔سنو دوست۔

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے
تو ملا ہے ایسے ناشناسوں کو
جو تیری آرزو نہیں کرتے

پیارے دوست ۔سوچ رہا ہوں انسان کتنا
مجبور اور بے بس ہے میں کتنا مجبور ہار و بے بس
ہوں اس وقت میں تڑپ رہا ہوں رات کے بارہ
بج چکے ہیں میں تمہیں سرشام ہی سے شدت سے
یاد کر رہا ہوں مجھے نیند نہیں آرہی میں تارے گن
رہا ہوں نیند ان آنکھوں سے اتنا دور ہے جتنا
دھرتی سے آکاش میری ان پھٹی پھٹی آنکھوں
میں نیند کا نہیں مومن تیرا انتظار ہے ۔کاش
میں پرندہ ہوتا ہاں میں کبوتر ہوتا یا کوئی برڈ ہوتا تو
اس وقت میری یہ اضطرابی کیفیت نہ ہوتی اگر
میں پرندہ ہوتا تو اسی وقت مومن اڑ کر تیرے پاس
پہنچ جاتا تیرے سفید گلابی پاؤں کے تلوؤں پر
آہستہ سے چونچ مارتا یعنی ٹھونگا مارتا اور تو بیدار ہو
جاتا میں تیرا دیدار کرتا اور پھڑ پھڑا کر غائب ہو

جاتا۔

اب دوست۔تو ہی بتا کہ میں کیا کروں میری زندگی تم سے وابستہ ہے اگر تم پیار کرو گے تو میں زندہ رہ پاؤں گا اگر تم دھتکار دو گے تو میں مر جاؤں گا اور اس خون ناحق کے مجرم تم ہی ہوں گے اور تم پر کیس بنے گا قتل کا ہو سکتا ہے تم دنیا کی عدالتوں سے بچ جاؤ مگر روز محشر کی عدالت سے ہر گز نہ بچ سکو گے۔

خدا جب مجھ سے پوچھے گا دکھایا کس نے تیرا دل
اشارے سے بتادوں گا یہی سرکار بیٹھے ہیں

پیارے مومن۔ڈرو نہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں شرمانے کی ضرورت نہیں پیار کرنا جرم نہیں ہے محبت کرنا جرم نہیں ہے تم دنیا سے کیوں ڈرتے ہو۔مومن۔دنیا کو چیلنج کر دو کہ کسی ڈکشنری میں دکھا دو کہ محبت کا معنی جرم ہے۔ چاہے وہ فیروز اللغات ہو یا فرہنگ آصفیہ یا اظہر اللغات یا آکسفورڈ ڈکشنری ہو یا کیمبرج ڈکشنری وغیرہ۔

مومن۔دنیا والے دنیا کی کسی ڈکشنری میں بھی محبت کا معنی جرم نہیں دکھا سکتے اور قانون کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ محبت کرنا جرم ہے جب مسئلہ کلئیر ہے تو ڈرنا نہیں۔

جو کرتے ہیں پیار وہ ڈرتے نہیں
اور جو ڈرتے ہیں وہ پیار کرتے نہیں

پیارے مومن رات آدھی سے زیادہ ہو چکی ہے میں اپنے بستر پر تنہا لیٹا ہوا ہوں مجھے نیند نہیں آرہی تیرے خیالوں میں میری نیند اچاٹ ہو چکی ہے اب رات کا وقت ہے میرا ویران گھر عجیب منظر پیش کر رہا ہے آسماں پر غالباً اکیس بائیس تاریخ کا نصف چاند اپنی ہلکی پیلی روشنی کے ساتھ چمک رہا ہے چاند بھی ابھی نکلا ہے اکیسویں رات کا چاند بھی دیر سے نکلتا ہے چاند زرد زرد میلا میلا اداس اداس کھویا کھویا سا لگ رہا ہے لگتا ہے سے بھی کسی کا انتظار ہے یہ بھی آدھی رات کو اپنے محبوب کی تلاش میں ادھر آ نکلا ہے چاند مجھ سے دور ہے ورنہ میں اس سے پوچھتا یار کب سے آوارگی کا کاروبار شروع کیا ہوا ہے تو نے۔

مومن۔یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ رات آدھی سے زیادہ ہو چکی ہے اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ صبح تک جاگتا رہوں سونے میں کیا رکھا ہے اب تو سونے کی کوشش بھی فضول ہے دل چاہ رہا ہے کہ صبح تک تم سے گپ شپ لگاتا رہوں مجھے پتہ ہے تم نیند کے رسیا ہو نیند تمہیں بہت آتی ہے اصل میں تمہاری نیند زیادہ ہوتی ہے ہوسٹل میں بھی تم نے پڑھتے پڑھتے منہ کتاب پر رکھ کے سو جایا کرتے تھے اور تم سیدھا سوتے تھے ساری رات پہلو بھی نہیں بدلتے تھے اور تمہارے منہ سے اکثر کتاب اٹھانا پڑتی تھی میں تو شروع سے ہی بے خوابی کا مریض ہوں ہوسٹل میں بھی دیر سے سویا کرتا تھا اور تمہارے منہ سے کتاب ہٹانے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تمہیں دیکھتا رہوں تم سو رہے ہوتے خراٹے مار رہے ہوتے تھے اور میں تمہارے چہرے کو تکتا رہتا تھا بعض اوقات تو میں ساری رات ہی تمہارا چہرہ تکتے تکتے گزار دیتا تھا۔

فطرت نے جو لکھے ہیں وہ کتبے پڑھا کرو
مہنگی ہیں گر کتابیں تو چہرے پڑھا کرو

مومن۔ہوسٹل میں گزرے ہوئے شب و روز یاد آتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے اس وقت میں یہ تصور بھی نہیں کرتا تھا کہ کبھی ہم بھی جدا ہو

جائیں گے اور یہ جدائی عذاب بن جائے گی میری زندگی کو اجیرن کر دے گی بحرحال یہ کمال راز وال کے مصداق ہماری بھی جدائی ہونی تھی اور ہو گئی۔

مومن۔میں تیرے چہرے کو پڑھ کر بہت کچھ علم حاصل کیا ہے لوگ ساری زندگی کتابیں پڑھتے ہیں بال سفید ہو جاتے ہیں دانت گر جاتے ہیں عینک لگ جاتی ہے مگر پھر بھی وہ اتنا علم حاصل نہیں کر سکتے جتنا میں نے صرف تیرے چہرے کو پڑھ کر حاصل کیا ہے۔یہ جو کہتے ہیں کہ خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے اس کا مشاہدہ بھی میں نے تجھے دیکھ کر ہی حاصل کیا ہے اور ہاں یہ جو کہتے ہیں کہ حسن کچھ اور نکھر جاتا ہے شرمانے سے اس کا مشاہدہ بھی میں نے زندگی میں پہلی بار تیرا چہرہ دیکھ کر کیا۔وہ یوں کہ ایک بار تم ہوسٹل کے میز پر کھانا کھا رہے تھے دوپہر کا ڈائننگ ہال میں اور تم مجھ سے دور بیٹھے تھے میں تمہیں گھورتا رہا بار بار دیکھتا رہا اور تم نے بھی اس چیز کا نوٹس لیا کہ ایک اجنبی بار بار کیوں مجھے دیکھ رہا ہے پھر ڈائننگ ہال میں سے سب لڑکے نکل گئے ہم بھی نکل گئے اور تم اپنے کمرے میں گئے کتابیں اٹھائیں اور پڑھنے کے لیے پلاٹ میں جا رہے تھے کہ راستے میں ہماری آنکھیں چار ہو گئیں اور تم نے مجھے دیکھ کر مسکرائے اور شرمائے اس طرح مسکرانے سے اور شرمانے سے تمہارے گالوں کا گلابی رنگ سرخ ہو گیا آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا اور یہ سب کچھ چند سیکنڈوں کے درمیان میں ہوا اور تم چلے گئے پھر مجھے احساس ہوا کہ شاعر نے غلط نہیں کہا تھا کہ حسن کچھ اور نکھر جاتا ہے شرمانے سے۔

مومن۔یہ تو ماضی کی باتیں ہیں۔

حال کے حوالے سے میں نے سنا ہے کہ آپ موبائل کا کاروبار کر رہے یہاں مطلب ہے کہ آپ نے موبائل فونز کی دکان کھول لی ہے میری دعا ہے کہ آپ کا کاروبار خوب ترقی کرے اور آپ دونوں جہانوں میں سرخروئی حاصل کریں آمین۔آخر میں چند خوبصورت سے اشعار آپ کو بطور تحفہ بھیج رہا ہوں کیونکہ شاعر ادیب کے پاس تحفہ یہی اشعار ہوا کرتے ہیں۔خدا حافظ۔

ہم سے کیا پوچھتے ہو ہجر میں کیا کرتے ہیں
تیرے لوٹ آنے کی دن رات دعا کرتے ہیں
اب کوئی ہونٹ نہیں ان کو چرانے آتے
میری آنکھوں میں اگر اشک ہوا کرتے ہیں
تیری تو جانے پرائے جان تمنا ہم تو
ہر سانس کے ساتھ تجھے یاد کیا کرتے ہیں
کبھی یادوں میں تجھے بانہوں میں بھر لیتے ہیں
کبھی خوابوں میں تجھے چوم لیا کرتے ہیں
گر تجھے چھوڑنے کی سوچ بھی آئے دل میں
ہم تو خود کو بھی وہی چھوڑ دیا کرتے ہیں

غزل

بادل جو گرجتے ہیں برسا نہیں کرتے
حاجی کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں، روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے
کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں اکثر
زلفیں بھی سنا ہے کہ سنوارا نہیں کرتے
ہم گوشہ تنہائی میں رو لیتے ہیں جی بھر کے
ہم شہر کی گلیوں میں تماشا نہیں کرتے

آر حاجی۔ غلام حسین خواجہ

میری پہلی محبت میرا عشق تھا

--تحریر۔ انتظار حسین ساقی تاندلیانوالہ۔ 0300.6012594۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ محبت کے پھول۔ میری پہلی محبت میرا عشق تھا۔ سلام عقیدت۔ میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹر صاحب کو نیا سال مبارک ہو میں اس بار آپ کی خدمت میں ایک ایسی داستاں لے کر حاضر ہوا ہوں اس سے پہلے آپ نے کبھی ایسی داستان نہ پڑھی ہوگی اور نہ سنی ہوگی آپ اس داستاں کو پڑھیں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جیسے عشق محبت دوستی کے نام پر گناہ کیے جاتے ہیں جن کو سن کر انسان کی روح کانپ جاتی ہے ایک لڑکی کی داستاں جس نے ایک لڑکی سے محبت کی اس نے کیسی محبت کی کس قسم کی محبت کی اسکے ساتھ کیا کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے میری یہ داستاں ضرور پڑھیئے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں

دوریاں بڑھا کر کیا ملا تمہیں آخر
رہتے تو آج بھی میرے دل میں ہو

حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا انسان کو اس کسی نہ کسی چیز سے محبت ہو جاتی ہے اور جب وہ محبت جنون کی شکل اختیار کرتی ہے تو وہ اس منزل تک چلتی جاتی ہے جس کو عشق کہتے ہیں محبت کی منزل نہیں ہوتی کیونکہ انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ پتہ نہیں محبت انسان کو کہاں لے جائے کس کے در پہ لے جائے کہاں کہاں گھر سے بے گھر کر دے عشق انسان کو خوش حال سے بے حال کر دیتا ہے عشق اور محبت سے انسان کبھی بھی باز نہیں آتا ہے عشق اور محبت سے انسان کو جتنا بھی نقصان ہو انسان کبھی بھی اس محبت کے راستے سے واپس نہیں آتا بقول شاعر۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

جو محبت پہلی نظر میں ہو جاتی ہے وہ پہلی محبت ہوتی ہے اور پہلی محبت انسان کو کبھی نہیں بھولتی ہے انسان اپنی پہلی محبت کا حاصل نہ بھی کر سکے اس سے دور ہو بھی جائے تو پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی ہے انسان سب کچھ بھول جاتا ہے مگر اپنی پہلی محبت کو کبھی نہیں بھولتی۔

انسان اپنا عشق اور محبت کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور پہلی محبت میں جتنی شدت اور احساسات ہوتے ہیں اتنے احساسات کبھی کسی رشتے میں جنم نہیں لیتے لیکن محبت اور عشق بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ محبت میں ہم کسی کی عزت نیلام نہ کریں کسی کی زندگی کو تباہ و برباد نہ کریں ایک لڑکی اور دو لڑکے کی محبت ہو سکتی ہے ایک ماں سے اپنی اولاد سے محبت ہو سکتی ہے جانوروں سے محبت ہو

سکتی ہے کسی نہ کسی چیز سے محبت ہو سی ہے
انسان کی زندگی کی ضروریات زندگی کے برابر ہے
محبت ہر انسان کی ضرورت ہے محبت کے بغیر اس
دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے میں نے ہر معاشرے
میں ہونے والی محبت کا ذکر کیا ہے مگر آج میں جس
محبت کا ذکر کر رہا ہوں ایسی محبت اور عشق کی مثالیں
میں نے پہلے کبھی نہیں پڑھی ہے اور نہ سنی ہے اور
نہ لکھی ہے بہت عجیب محبت اور عشق کی داستاں
مجھے پوری امید ہے کہ اس سے پہلے آپ نے کبھی
نہیں سنی ہو گی محبت تو جنون سے عشق کی منزل کی
طرف جاتی ہے مگر ایک ایسی محبت ایک ایسا عشق
جو جنون کی حدوں سے گزر کر ہوس کی طرف چلی
گئی۔

قارئین میرا سٹوری لکھنے کا ایک اپنا انداز
ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ وہ سٹوری لکھوں جس کو
میں خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور اپنے
سامنے کہانی کے کرداروں سے بات کروں اس
میں کہانی کی سچائی کا پتہ چل جاتا ہے کہ کہانی کتنی
سچی ہے اور کتنی اس میں بناوٹ ہے یہ کہانی مجھے
ایک لڑکی نے فون پر سنائی تھی۔

میں نے اس کو کہا میں آپ سے مل لیتا ہوں
یا پھر آپ مجھ سے مل لیں میں خود اس سے کہانی
سننا چاہتا ہوں

اس لڑکی نے کہا نہیں سر میں تم سے مل سکتی
ہوں اور نہ تم مجھ سے مل سکتے ہو میں آپ کو اپنی
سٹوری فون پر بتا سکتی ہوں اور میں آپ کو نہیں
وہ قسم اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں آپ کو اپنی سٹوری
میں جو جو کہوں گی وہ سچ ہو گا ایک لفظ بھی جھوٹ
نہیں ہو گا اور ہاں سر سٹوری بھی آپ سے ہی
لکھوانی ہے کیونکہ جواب عرض دس سال سے
پڑھ رہی ہوں اور میں نے آپ کی سٹوریوں کو اور
شاعری کو بہت پڑھا ہے اور پسند بھی کرتی ہوں
اس سے میری یہ دلی خواہش تھی کہ میری سٹوری
آپ لکھیں میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ اس
سے پہلے آپ نے ایسی کوئی سٹوری کبھی نہیں لکھی
ہو گی اور اگر میری اس سٹوری سے اس دنیا میں
کوئی ایک لڑکی بھی سبق حاصل کر لیتی ہے تو میری
زندگی اور میری سٹوری کا مقصد پورا ہو جائے گا سر
میری سٹوری سے کوئی لڑکی کوئی ماں کوئی بیٹی کوئی
بہن اگر کوئی سبق حاصل کرے گی تو میرے لیے
اس سے خوشی کی کوئی اور بات ہی نہیں ہو گی جو
میری زندگی میں ہوا جو میں نے اپنی زندگی میں کیا
اچھا برا غلط ٹھیک گناہ جرم سب آپ کی اور جواب
عرض والوں کی نظر کرنا چاہتی ہوں۔

قارئین اس لڑکی نے اتنے اچھے اور پر خلو
ص انداز میں اپنی داستاں سنائی اور اس نے سٹور
ی سنانے سے پہلے مجھے بہت مقدس قسمیں اٹھا کر
یقین دلایا کہ اس میں کوئی ایک بات بھی جھوٹ
نہیں ہے جب اس نے مجھے اپنی سٹوری سنائی تو
مجھے احساس ہوا کہ یقین ہوا کہ سچ میں اس کہانی
میں کوئی جھوٹ نہیں ہے کیونکہ سچ بہت تلخ ہوتا ہے
اور ایسا سچ بہت کم لوگ بولتے ہیں

اس لڑکی نے مجھے فون پر جو اپنی آپ بیتی اور
عجیب و غریب داستاں سنائی وہ اس سٹوری میں
آپ لوگوں کی خدمت میں لے کر حاضر ہوں مجھے
اس نے جو سٹوری سنائی اس کو لفظوں کا خوبصورت
لباس دے کر میں آپ لوگوں کی خدمت میں حا
ضر ہوں آئیے آپ بھی پڑھیں ایک نئی عورت کی
نئی داستاں۔

ماضی کی کوئی نشانی ہوں میں

خاموش آنکھوں کا پانی ہوں میں
سمجھا نہ پڑھ کر مجھ کو کسی نے
گیلے کاغذ پر لکھی کہانی ہوں میں

میرا نام کرن شہزادی ہے اور گھر والے
ساری فیملی والے پیار سے شہزادی شہزادی کہتے
ہیں میں پاکستان کے ایک خوبصورت ضلع اٹک
میں پیدا ہوئی میں نے جس خاندان جنم لیا وہ خاندا
ن ایک بڑا با اثر خاندان تھا۔ میندار تھے جاگیر دار
تھے نوکر چاکر گاڑیاں کوٹھیاں اللہ پاک کی ساری
چیزیں تھیں ہم چار بہن بھائی تھے دو بہنیں اور دو
بھائی ہیں تیسرا نمبر میرا تھا امی ابو سارے گھر
والوں کیساتھ میں نے ایک امیر ترین خاندان میں
پیدا زندگی کی میں بڑی ہوئی تو اپنے بہن
بھائیوں کے ساتھ سکول جانے لگی پھر آہستہ آہستہ
میں سکول سے کالج تک جا پہنچی ہمارے خاندان
میں بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے اس لیے میں بھی
اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی اور اپنی زندگی میں
اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر کوئی ڈاکٹر وکیل انجینئر بننا
چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ میں محنت اور لگن سے تعلیم
حاصل کر رہی تھی اور میں کلاس میں سب سے
خوبصورت تھی ہمارے خاندان میں ایسی خوبصور
ت لڑکی نہیں تھی جو بھی دیکھتا تھا بس دیکھتا ہی رہ
جاتا تھا میرا قد [illegible] پانچ فٹ گولڈن وائٹ کلر موٹی
موٹی آنکھیں لمبے لمبے سیاہ بال اور میں جب چلتی
تھی تو لوگ مجھے رک رک کر ٹھہر ٹھہر کر دیکھتے رہ
جاتے تھے خوبصورت دلکش اور جاذب نظر تھی میں
لڑکیاں میرے خاندان کی میرے حسن اور خوبصور
تی کی مثال دیتی تھی اور پھر پیسے فیشن تو مجھ پر ختم
تھا میں ابھی میٹرک میں پڑھ رہی تھی میرے گھر
میں میرے رشتے آنے لگے کیونکہ میں خوبصورت

ہی ای ں ۔
کہ کرن شہزادی ۔ ء اس ں ۔۔
تھے بھی اتنے امیر ترین کے لوگ ہماری دولت کی
وجہ سے ہماری سیاسی طاقت اور شہرت کی وجہ سے
بہت متاثر تھے میں پوری جوان ہو گئی تھی اور ایسی
جوانی آئی کہ قیامت تھی لوگ میرے راستے میں
کھڑے ہوتے تھے ایک نظر دیکھنے کو میں نے
میٹرک کر لی تھی اب میں کالج میں داخلہ لینا
چاہتی تھی مگر گھر میں ایک قیامت برپا ہو گئی میرے
والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور ہم سب کو روتا ہوا
چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے دل ٹوٹ گیا
تھا ساری زندگی کے لیے ایک روگ سا بن گیا تھا

دل ہر وقت بہت اداس رہتا تھا مگر وقت
بہت بڑا مرہم ہوتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ یہ غم
یہ روگ کم ہوتا گیا تھا میں ایک بار اپنی زندگی کی
طرف لوٹ آئی تھی میں میٹرک کے بعد آگے
پڑھنا چاہتی تھی مگر ابو کی وفات کے بعد دل کچھ
کرنے کو نہیں چاہتا تھا گھر میں دولت پیسہ گاڑی
سب کچھ تھا مگر ابھی اتنی آزادی نہیں ملی تھی کہ میں
اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکتی مطلب بازار
مارکیٹ شاپنگ شہر جانا ہوتا تو ساتھ کوئی نہ کوئی گھر
کا فرد ضرور جاتا تھا اور وہ اپنی مرضی سے ہی سب
کچھ لے کر دیتے تھے گھر سے باہر ہماری عورتیں
کبھی اکیلی نہیں جاتی تھیں میں خوبصورت تھی کسی
خاندان کی شادی ہوتی تو میں وہاں پر جب تیار
ہوتی تو سارے لڑکے اور لڑکیاں دیکھتے ہی رہ
جاتے اور میرے حسن کی تعریف کرتے تھے اور
نجانے کتنے لڑکے لڑکیاں مجھ سے دوستی کرنا چاہتے
تھے مگر میں تھی کہ کسی کو منہ نہ لگاتی تھی کسی کو لفٹ
نہیں کرواتی تھی مجھ کو کسی سے کوئی غرض نہ تھی

اور نہ میں کسی سے متاثر تھی میں تو بہت نخرے کرنے والی لڑکی تھی مجھے خاندان کے چند کزنوں نے فون پر بھی ایس ایم ایس کیے کہ ہم آپ سے دوستی کرنا چاہتے تھے اور آپ سے محبت کرتے ہیں تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں ایسی باتیں سن سن کر میں تنگ آ گئی تھی مگر میرے دل میں کسی لڑکے لیے کوئی جگہ نہیں کوئی توجہ نہیں تھی ۔کوئی محبت نہ تھی میں اپنی دنیا میں اور اپنے خیالوں میں رہنے والی لڑکی تھی مجھے عشق ومحبت پیار کی کوئی خبر نہ تھی کبھی عشق محبت مجھے نہ ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بارے میں سوچا تھا میرا ایمان اور یقین اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا کہ محبت اور عشق بھی ہوتا ہے اس دنیا میں محبت اور عشق ابھی زندہ ہیں ابھی بھی لوگ کرتے ہیں مجھے محبت پر یقین نہیں تھا کبھی دل میں ایسا جذبہ پیدا ہی نہ ہوا تھا مجھے عشق ومحبت کے نام سے نفرت تھی کیونکہ روز سنتی تھی کہ فلاں لڑکی نے فلاں لڑکے سے بے وفائی کی ایک لڑکی اپنے بچوں کو چھوڑ کر چلی گئی وغیرہ وغیرہ کہاں کی محبت مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا تھا ہم جس گاؤں میں رہتے تھے ساتھ ہی شہر تھا مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ کتنے لوگ مجھے چاہتے ہیں کتنے لڑکوں کو میں پسند ہوں اور کون کون مجھے چاہتا ہے میری محبت کسی کے لیے بھی نہیں تھی کیونکہ میرے دل میں جب کوئی پیار و محبت عشق دوستی شادی کی بات ہی نہ تھی تو میں کسی سے کیسے عشق ومحبت دوستی کی باتیں کرتی میرے گھر رشتے آرہے تھے میرے اور میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتی تھی پھر میری زندگی میں ایک ایسا طوفان آیا کہ جس میں میرا تن من دھن سب کچھ تباہ ور برباد ہو گیا۔

پاؤں پکڑے تھے گاؤں کی مٹی نے میرے

کتنی مشکل سے تیرے شہر سے ہجرت کی ہے میں نے

ہمارے گھر شہر میں بھی تھے دکانیں وغیرہ بھی ہمارا ایک شہر میں گھر تھا جو خالی پڑا تھا ساتھ ہی تو گاؤں تھا اور ساتھ ہی شہر تھا جو گھر خالی تھا شہر میں اس میں کوئی سرگودھا سے کرائے دار آئے ہوئے تھے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ایک ماں لڑکی کا نام کومل تھا مگر پیار سے اسے فری کہتے تھے فری کے ساتھ اس کا ایک بھائی تھا اور ایک اس کی بوڑھی ماں فری بہت ہی ہینڈسم لڑکی تھی وہ بھی کبھی ہمارے گھر بھی آجاتی تھی کیونکہ وہ سرگودھا شہر سے آئے تھے تو ادھر اٹک میں ان کو بہت کم لوگ جانتے تھے وہ ہمارے شہر میں اجنبی تھے اس لیے وہ کبھی کبھی ہمارے گھر آجاتی تھی فری کا بہت بڑا دل تھا وہ مجھ سے عمر میں بڑی تھی مگر خوبصورت اتنی تھی کہ وہ مجھے بھی حسن میں مات دے گئی اتنی خوبصورت لڑکی پہلے میں نے زندگی میں نہیں دیکھی تھی لوگ میری خوبصورتی اور حسن کی مثالیں دیتے تھے مگر وہ اتنی خوبصورت تھی کہ میں اسکے حسن کے آگے کچھ بھی نہیں تھی میں اسکو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتی تھی۔

اصل میں وہ شہزادی تھی میں تو بس نام کی شہزادی تھی فری اتنی خوبصورت تھی کہ میں بھی اس کی خوبصورتی کی دیوانی ہو گئی تھی وہ ہمارے گھر آتی رہتی تھی وہ مجھ سے بہت عزت اور احترام سے پیار سے خلوص سے بات کرتی تھی بلکہ میرا بڑا دھیان رکھتی تھی اس کے ہمارے گھر آنے سے کافی رونق رہتی تھی وہ بہت ہنس مکھ لڑکی تھی ہر وقت مسکراتی رہتی تھی وہ ہمارے کرائے دار تھے مگر وہ کپڑے ایسے ایسے خوبصورت اور اچھے اور مہنگے پہنتی تھی کہ ہماری فیملی کے لوگ ہماری عورتیں

سب اسکی تعریف کرتے تھے کہ کتنے اچھے اور خوبصورت کپڑے جوتے زیور پہنتی ہے اک تو وہ تھی اتنی خوبصورت اور اوپر سے اس کی چال ڈھال کپڑے زیور دلکش مسکراہٹ وہ قیامت تھی قیامت اس کی خوبصورت اور حسن کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ میرے جیسی لڑکی جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی کبھی کسی سے لڑکی سے لڑکے کے حسن سے خوبصورتی سے متاثر نہیں ہوئی تھی میں اس کے حسن کی تعریف کرتی تھی اس کے سٹائل کو اپنانے کی کوشش کرتی تھی اور اس سے بہت ہی زیادہ متاثر تھی۔

وہ اتنی اچھی تھی کہ چند ہی دنوں میں وہ ہماری فیملی کے لوگوں سے میری امی بھائیوں سے ایسے گھل مل گئی کہ جیسے ہم ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں وہ اتنی اچھی تھی کہ میرے گھر والوں اس کی تعریف کرنے لگے میں نے فری سے پوچھا کہ آپ سرگودھا سے کیوں آئے ہو اس نے کہا کہ ہماری لڑائی ہو گئی تھی وہاں تو اس لیے ہمیں یہاں آنا پڑا اور میرا ایک بھائی جو نشہ کرتا تھا اور پھر وہ آہستہ آہستہ زندگی سے موت کی جانب گامزن ہو گیا مجھے وہاں سے نفرت ہو گئی اور میں دوسرا بھائی لے کر یہاں آگئی ہوں میرا وہاں پر بہت اچھا کاروبار تھا میرے پاس اب بھی بہت پیسے ہیں بہت دولت ہے میرا بزنس ہے سرگودھا میں ہمارے باغوں کا کام ہے یعنی مالٹوں کے باغات کا بزنس ہے ہمارا یہ بات سچ تھی کہ اس کے پاس بہت دولت تھی اس کے اٹھنے بیٹھنے سے چال چلن سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا اور وہ دل کی بھی بڑی سخی تھی کبھی کنجوسی نہیں کرتی تھی بڑے دل والی تھی فری میرے ساتھ بہت باتیں کرتی تھی وہ جب بھی ہمارے گھر آتی تو میں اس کی باتیں ہی سنتی رہتی تھی اور گھر میں ہوتی تو پورے گھر کو پتا چل جاتا تھا کہ فری آئی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اتنی اچھی خوشبو استعمال کرتی تھی کہ سارے گھر میں اسکی خوشبو سے ہی پتا چل جاتا تھا کہ فری آئی ہوئی ہے میری زندگی میں آنے والی میری پہلی دوست تھی۔

فری نے مجھ سے دوستی کر لے وہ اکثر ہمارے گھر آتی اور ہمارے گھر میں ہی رہ جاتی مطلب ہمارے گھر ہی ہمارے پاس امیرے کمرے میں سو جاتی تھی میری بہت اچھی دوست بن گئی تھی میری ہر خواہش کو پورا کرتی میری خوشی غمی کا خیال رکھتی تھی میرے ساتھ کھانا کھاتی تھی میرے ساتھ ہنسی مذاق کرتی تھی وہ بازار جاتی شہر جاتی تو جیسے کپڑے اپنے لیتی ویسے کپڑے میرے بھی لے کر آتی تھی جیسے جوتے اپنے لیتی ویسے ہی میرے لاتی وہ جو بھی چیز اپنے لیے خریدتی تھی میرے لیے بھی وہی خریدتی تھی میرا ایسے خیال رکھتی تھی جیسے کوئی اپنے بچوں کا خیال رکھتا ہو میری اتنی عزت کرتی تھی کہ کبھی میں نے سوچا نہ تھا وہ اتنا میرا خیال رکھتی تھی میرے لیے اپنے طور پر چیزیں خریدتی تھی یہاں تک کے اکثر مجھے جیب خرچ بھی دیتی تھی مگر اس کے بدلے میں کچھ نہیں لیتی تھی۔

مجھے بہت حیرانگی ہو رہی تھی کہ اس دنیا میں بغیر مطلب کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا مگر فری سے کچھ سمجھ نہیں رہی تھی میں اس کے احسانوں کے نیچے دب سی گئی تھی خود کو بہت کمزور اور غریب اور مفلسی کی تصویر محسوس کرتی تھی وہ اک کرایہ دار ہے ہم اس سے اپنے مکان کا کرایہ لیتے ہیں اور وہ

ہزاروں کے حساب سے میری ذات پر خرچ کر دیتی تھی میں اپنی فیملی میں اس وقت خود مختار نہیں تھی میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو چیز لینی ہوتی تھی وہ گھر والے ہی لے کر دیتے تھے اس لیے میں اس کے لیے کچھ نہیں لے سکتی تھی اس لیے میں احساس کمتری کا شکار ہوتی رہتی تھی کہ فری میری دوستی کے لیے کیا کیا کرتی ہے کتنے گفٹ کتنے پیسے مجھے دیتی ہے میری ضروریات زندگی کا کتنا خیال رکھتی ہے مگر افسوس کہ میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ کاش میں فری کے لیے کچھ کر سکتی کاش گھر کا نظام میرے ہاتھ میں ہوتا تو کم از کم میں فری سے مکان کا کرایہ نہ لیتی میں نے کتنی بار فری کو منع کیا تھا کہ تم میرے لیے یہ چیزیں وغیرہ نہ لایا کرو مگر وہ کبھی نہیں مانتی تھی۔

فری ہمارے گھر روز آتی تھی میرے ساتھ ہی کھانا کھاتی اور اکثر میرے ساتھ ہی میرے کمرے میں میرے بیڈ پر سو جاتی تھی جب بھی اس کو شام ہو جاتی تو گھر جانے سے پہلے وہ مجھے گلے ملتی اور اپنے گھر چلی جاتی ایک شام اس نے مجھے گھر جانے سے پہلے کہا کہ شہزادی میں نے ایک لیٹر لکھا ہے اس کو تم پڑھ لینا اور میں آپ کے اس لیٹر کے جواب کا انتظار کروں گی اور اس شام جانے سے پہلے اس نے ایک لیٹر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور پھر مجھے گلے لگا کر میرے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سا بوسہ دیا اور چلی گئی مجھے آج پہلی بار اس نے ایسا کیا تھا میری عمر اٹھارہ سال ہو گئی تھی مجھے ایسے کام کا نہ پتا تھا نہ کبھی سوچا تھا مجھے بہت عجیب سا لگا اس کا اس طرح کرنا مگر وہ تو چلی گئی مگر میں اس کی خوشبو اس کے لمس اس کی لذت میں ساری رات نہ سو سکی میرے جسم میں جیسے کوئی بجلی سی دوڑ گئی ہو میں نے ساری رات اس کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے گزار دی تھی۔ میرے لیے بہت عجیب اور حیران کن بات تھی۔

پھر میں نے وہ لیٹر پڑھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔ چاند سے پیاری شہزادی۔

سلام الفت۔ جان سے پیاری شہزادی مجھے خود معلوم نہیں ہے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے آپ کو میری بات کا اعتبار کرنا چاہیے شہزادی میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے تم سے محبت ہو گئی ہے اور یہ محبت مجھے کب ہوئی کس وقت ہوئی مجھے کچھ پتہ نہیں ہے مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ تم میری زندگی ہو تم میرا جیون ہو تم میرے دل کی دھڑکن ہو میری روشنی ہو۔

میری زندگی میں پہلی محبت ہو تم سے اس قدر محبت ہو گئی ہے جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں آپ سے بات نہ کر لوں مجھے یقین اور چین ہی نہیں آتا تم میری روح میں سما گئی ہو مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تم ذات پات اور بڑے زمیندار ہو عزت دار لوگوں کی نظر میں آپ کی عزت ہے احترام ہے لوگ آپ لوگوں کی بہت احترام اور عزت کرتے ہیں میں آپ کی شان شان تو نہیں ہوں مگر تم سے محبت کرتی ہوں اور محبت کبھی ذات پات رنگ نسل خوبصورتی ہینڈسم جوانی کچھ بھی نہیں دیکھتی بس محبت ہو جاتی ہے جیسے مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے شہزادہ تم سوچ رہی ہو گی کہ محبت تو لڑکی اور لڑکے سے ہوتی ہے مگر یقین کر لو میں خوبصورت ہوں مجھے لڑکوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں بس تم سے محبت کرتی ہوں اور ساری زندگی آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں میں تم

سے وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی زندگی میں آپ کو دھوکہ نہیں دوں گی آپ کی تمام ضروریات زندگی کو پورا کروں گی کبھی آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں آنے دوں گی بس تم میری محبت کا بھرم رکھ لو اور مجھے دل سے جو کام کیا وہ میری محبت کی پہلی سر عام گزارش تھی اگر آپ کو برا لگا ہو تو مجھے معاف کر دینا شہزادی میں آپ کے خط کا اور آپ کے جواب کا شدت سے انتظار کروں گی اور مجھے یقین ہے تم میری محبت کو قبول کر لو گی آپ کی پوجا کرتی ہوں اور آپ کی اپنے من مندر میں آپ کو ایک دیوی کی طرح پرستش کرتی ہوں میری زندگی اب تم سے ہے تم میری زندگی ہو تم میری زندگی کا حاصل ہو۔

وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ تو پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

آپ کی دیوانی فری۔

میں نے فری کا لیٹر پڑھا تو بہت حیران ہوئی اور پریشان ہوئی کہ یہ کیسی محبت ہے جو فری مجھ سے کرتی ہے اور مجھ سے ویسی محبت مانگ رہی ہے ایک لڑکی ایک لڑکی سے کیسے محبت کر سکتی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے یہ کیسی محبت ہے جو فری کرتی ہے اس سے میری شکل و صورت سے محبت تھی نہ کہ میرے گھر سے میرے خاندان سے وہ صرف اور صرف میری وجہ سے محبت کرتی تھی اور وہ صرف میرے ہی گھر آتی تھی میں نے تو کبھی کوئی محبت کوئی عشق کوئی پیار دوستی کبھی کسی سے نہیں کی تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے عشق کیا ہوتا ہے میں ہر بات سے انجان تھی کیونکہ کبھی ایسا نہ سوچا تھا اور نہ کبھی ایسا کوئی زندگی میں موقع ملا تھا وہ میرے ساتھ اتنی اچھی تھی اور مجھے بہت پسند کرتی تھی وہ بہت خوبصورت تھی میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی محبت سے انکار نہ کر سکی اور میں نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دے دیا۔ اور یوں وہ اتنا خوش تھی کہ جیسے سارے جہاں کی خوشیاں اس کو مل گئی ہوں وہ ہمیشہ مسکراتی رہتی تھی اور میرا اتنا دھیان رکھتی تھی کہ میرے لیے بہت کچھ کرتی میرے لیے بہت سے گفٹ میری زندگی میں اس نے اپنی محبت اور توجہ سے بہار نہار کر دی تھی مگر میں خوفزدہ تھی کہ پتا نہیں اس کے دل میں کیا ہے وہ مجھ سے کیسی محبت کرتی ہے اور مجھ سے کیسی محبت کرتی ہے مجھ سے کیا چاہتی ہے کبھی یہ خیال آتا کہ کہیں اس کا یہ پاگل پن تو نہیں ہے میں نے آپ کو بتانا کہ وہ سارا دن ہمارے گھر رہتی تھی میرے ساتھ ہی کھانا کھاتی تھی اور کبھی کبھی شام ہو جاتی تو وہ ہمارے گھر میں ہی میرے روم میں میرے ساتھ سو جاتی تھی فری میرے ساتھ اس قدر مانوس تھی کہ مجھے خود سے ایک منٹ بھی دور نہیں ہوتی تھی فری اور میری دوستی سے اور دن رات اکٹھے دن رات رہنے کی وجہ سے اب گھر والے باتیں کرنے لگے تھے کیونکہ میرا زیادہ وقت فری کے ساتھ ہی گزرتا تھا لیکن ابھی گھر میں سے کسی نے ایسی ویسی کوئی بات نہیں کی تھی فری میرے سامنے نجانے کتنی بار اس بات کا اظہار کر چکی تھی شہزادی میں تم سے محبت کرتی ہوں تم سے عشق کرتی ہوں میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی شہزادی کبھی مجھ سے خفا نہ ہونا کبھی مجھ سے ناراض نہ ہونا کبھی مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا ورنہ تیری فری مر جائے گی۔ شہزادی مجھے تم سے اتنی محبت ہے کہ مجھے مرد کسی لڑکے کی ضرورت نہیں ہے میں کبھی شادی نہیں کروں گی بس تم میری محبت کو قبول کر لو تو۔

میں نے ایک رات اس سے پوچھا کہ فری میں تم سے کیسے بات کرتی ہوں دن رات آپ کیساتھ ہوتی ہوں تمہارے ساتھ کھانا کھاتی ہوں ہر وقت آپکے ساتھ ہی تو ہوتی ہوں پھر تم کیسی محبت مجھ سے طلب کرتی ہو کس محبت کی تلاش ہے آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو میں بہت پریشان ہوں آپ مجھے بتائیں کیسی محبت کو میرے ساتھ تلاش کر رہی ہیں فری نے مجھے کہا شہزادی میں چاہتی ہوں کہ جیسے میں آپ کو کہوں تم ویسا ہی کرو میں نے کہا فری میں سمجھی نہیں ہوں کہ تم کہنا کیا چاہتی ہو شہزادی تم بہت خوبصورت ہو تمہارا جسم تمہاری آنکھیں تمہاری چال سب کچھ بہت سندر ہے میں چاہتی وہاں اس جسم پہ اس حسن پر صرف میرا حق ہو کسی اور کا نہیں مطلب تم بھی کسی سے شادی نہ کرو اور میں بھی کسی سے شادی نہیں کروں گی ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے زندگی گزار دیں گی مجھے بہت حیرت ہوئی اور میں نے پوچھا۔

فری تم آخر چاہتی کیا ہو پھر فری نے میرے ساتھ کچھ ایسی غلط نازیبا اور اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں کیں کہ مجھے تو خود سے ہی شرم آنے لگی اس کی غلط حرکتیں اور گندے ذہن میں یہ محبت تھی مجھے سمجھ آ گئی تھی میں نے اس کو کہا کہ آپ جس محبت کی بات کرتی ہیں اگر یہ وہی محبت ہے تو مجھے نفرت ہے ایسی محبت سے تمہاری گندی سوچ اور غلط حرکت سے تم کو شرم نہیں آتی ایسی گندی حرکت کرتے ہوئے فری نے بہت بری اور گھٹیا حرکت کی تھی جس کو وہ اپنی زبان میں محبت کہتی تھی عشق کہتی تھی پیار اور دوستی کہتی تھی فری تو اپنے گھر چلی گئی مگر مجھے اج بھی ساری رات نیند نہیں آئی تھی

پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا میں جس کام کو گندہ اور غلط اور نازیبا کہہ رہی تھی اور غلط کہہ رہی تھی اور فری کی جس حرکت سے میں نے اسکوڈانٹا تھا اور اس سے نفرت کا اظہار بھی کیا تھا وہ سراسر اک گناہ تھا جس کی اجازت نہ تو ضمیر دیتا ہے اور نہ ہمارا اسلام ایک لڑکی ایک لڑکی سے کیسے شادی شدہ زندگی کی طرح زندگی گزار سکتی ہے فری نے میرے ساتھ حرکت کی وہ ایک جرم تھا ایک گناہ تھا ایک غلط بات تھی مگر نجانے کیوں میں یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے آپ سے انجان بن رہی تھی میں اس کو غلط تو کہہ رہی تھی مگر میرے بدن میں میرے جسم میں اور میرے دل و دماغ میں صرف اور صرف اس کی باتیں اسی کا چہرہ اسی کا لمس اس کی خوشبو دل اس کی طرف بھاگتا جا رہا تھا مجھ سے گناہ سے زیادہ اس کی غلط حرکت سے پیار ہو چکا تھا بلکہ یوں کہنا ظاہر ہوگا کہ میں خود بھی چاہتی تھی کہ وہ ایسی نازیبا گندی اخلاق سے گری ہوئی گھٹیا حرکتیں میرے ساتھ کرے اور میں اس کے ساتھ کروں میں نے پہلی بار اس کو روکا تھا مگر پھر میں خود بھی نہ رہ پائی میں خود اسکو اس کام کے لیے کہتی تھی جب میں نے بھی اسکے ساتھ شریک ہو گئی تو فری بہت خوش ہوئی تھی اس نے میرے اوپر محبت دولت نچھاور کرنا شروع کر دی تھی میرے لیے خوبصورت کپڑے اور جیولری چوڑیاں کنگن پتا نہیں کیا کیا وہ میرے لیے لاتی تھی میں اسکی گناہ میں ایسی پھنسی کہ نکل نہ سکی اور وہ آگ سے آہستہ آہستہ میرے روح تک گھائل کرنے لگی میں اس آگ سے کتنی کوشش کی کے نکل آؤں مگر گناہ کی لذت بہت عجیب ہوتی ہے میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنا دامن پاک نہ رکھ سکی

اور سی گناہ گار زندگی کو اپنا عشق سمجھ لیا اسی کو اپنی محبت سمجھ لیا اسی کو دوستی اسی کو پیار اور جان لیا کیونکہ مجھے تو معلوم نہ تھا کہ عشق محبت کس کو کہتے ہیں کبھی زندگی میں کوئی آیا ہی نہیں تھا اگر کوئی آیا بھی ہوتا تو میں کسی کو آنے نہ دیا تھا۔

میں اس گناہ گھری زندگی میں داخل ہو چکی تھی اس نے اپنی پیار بھری گندی حرکتوں اور دلکش باتوں سے مجھے اپنا دیوانہ بنالیا تھا اس کی اب مجھے عادت سے ہو گئی تھی میرا دل اس کے بغیر اداس ہو جاتا تھا اس کی وجہ سے غلط سوچیں میرے قلب و جگر میں خون کی طرح سرایت کر چکی تھیں گناہ گار زندگی کا زہر میرے جسم میں سما چکا تھا میں ایک دلدل میں پھنس چکی تھی میں اپنے آپ سے بہت سے سوال کرتی تھی کہ شہزادی تم کو کیا ہو گیا ہے کس گندے راہ پر چل پڑی ہو کس غلط زندگی کا محبت کا انتخاب کر لیا ہے تم نے کیا محبت ایسی ہوتی ہے کیا یہ محبت تھی جو لیلیٰ نے مجنوں سے کی تھی ہیر نے رانجھے سے کی تھی سوہنی نے مہینوال سے کی تھی شیریں نے فرہاد سے کی تھی روال نے جگنی سے کی تھی سسی نے پنوں سے کی تھی میں اپنے آپ سے بھی شرمندہ ہوتی تھی مگر میں گناہ کی خواہش میں اتنی آگے جا چکی تھی کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا واپسی کی کوئی منزل نظر نہیں آ رہی تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اک گناہوں کا شہر تھا جس میں اک میں شہزادی اور دوسری فری تھی۔ مجھے کوئی دنیا جہاں کا ہوش نہیں تھا نہ کسی گھر والوں کا خاندان کا بہنیں بھائیوں کا کسی کا بھی کوئی خیال نہیں تھا بس اگر میری زندگی میں کوئی انسان تھا وہ صرف فری تھی اب میں فری کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی فری اور میں اس گندی زندگی اور غلط زندگی اور گناہوں سے بھری زندگی میں بہت خوش تھیں فری نے ایک دن مجھ سے ایک دربار پر لے جا کر مجھ سے قسم لی کہ تم مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑو گی ہمیشہ میرے ساتھ اسی طرح ہی رہو گی میں نے اس کو قسم دی کہ چاہئے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے میں کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی میں گناہوں بھری زندگی میں اتنی مگن ہو چکی تھی اتنا دیوانی ہو چکی تھی مجھے دنیا جہاں کی کوئی خبر نہ تھی میری دنیا صرف اور صرف میرا روم اور میری دوست میری سہیلی میری محبت میرا پیار صرف فری تھی آہستہ آہستہ میرے گھر والوں کو فری پر شک سا ہونے لگا کہ آخر کیوں یہ لڑکی ہماری شہزادی کے اتنے قریب ہے کیوں اس پر اتنی مہربان ہے کیوں اتنی محبت اور دھیان رکھتی ہے میرے ایک کزن اسلام آباد میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہ وہاں ہاسٹل میں رہتے تھے وہ گھر آئے انہوں نے فری کے ساتھ میرا تعلق دیکھا تو گھر والوں کو کہا کہ مجھے یہ لڑکی اچھی نہیں لگتی ہے فری اور لڑکیاں اور نوجوان لڑکیوں کا اکیلے رہنا اکیلے میں سونا بہت برا سمجھا جاتا ہے میرے کزن نے بتایا کہ پہلے ہاسٹل میں لڑکیوں کی دیکھ بھال زیادہ نہیں تھی مگر کچھ مسئلے سامنے آئے تو اب ہاسٹل میں دو لڑکیوں کو اکیلا روم نہیں دیا جاتا تین چار لڑکیوں کو ایک روم دیا جاتا ہے تاکہ لڑکیوں کو الگ الگ کمرے میں رہنے سے کوئی ناخوش گوار واقع پیش نہ آ جائے۔ مگر میں تھی کہ کسی کی پرواہ نہیں کرتی تھی میری زندگی صرف اور صرف فری تھی مجھے ایسا لگتا تھا جیسے اگر فری مجھ سے دور ہو جائے گی تو میں مر جاؤں گی میں بہت آگے جا چکی تھی مجھے فری کے اس غلط حرکتوں کی اتنی عادت ہو چکی تھی جیسے ایک نشہ آور

اپنے نشے کے لیے ترستا ہے سلگتا ہے میں نوجوان ہوچکی تھی۔

حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے کہ میں نے میٹرک سے آگے پڑھنا چھوڑ دیا تھا مگر سب کچھ چھوڑ دیا تھا صرف میری زندگی فری کی یادوں چاہتوں اور سہاروں کی مرہون منت ہوکر رہ گئی تھی میرے گھر میں میرے تین چار اچھے خاندان سے امیر اور خوبصورت خاندان کے لڑکوں کے رشتے آ چکے تھے مگر مجھے کسی مرد کی کوئی دلکش کوئی چاہت نہیں تھی میں نے رشتوں سے انکار کر دیا مگر گھر والے خاندان والے میرے سر تھے وہ میری شادی کرنا چاہتے تھے کیونکہ بڑی کی شادی ہوچکی تھی اب میری باری تھی میری شادی سے انکاری کی سب سے بڑی وجہ فری تھی جواب گھر والوں کو بھی معلوم ہوچکی تھی میرے کزن نے فری سے کہا کہ تم یہ شہزادی کو چھوڑ کر چلی جاؤ تو بہتر ہوگا فری اتنی خوبصورت تھی کہ وہ جب بھی گھر سے باہر کسی کام سے نکلتی تو سب لوگ اس کو دیکھتے رہ جاتے تھے وہ لوگوں کو کاروبار کے لیے بھی دولت دیتی تھی اور پھر اپنا حصہ حاصل کر لیتی تھی میرے خاندان کے لوگ سارے اس کے خلاف ہو گئے تھے ان سے مکان بھی خالی کروا لیا تھا اوپر سے ان پر تھانے میں پرچہ کروا دیا تھا یہ عورت محلے میں دھندا کرواتی ہے میرے خاندان والے با اثر تھے اس قسم کا تو ان کے بایاں ہاتھ کا خیال تھا کام تھا بہت بری طرح پھنس گئی تھی فری میں کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی میں فری سے ملنا چاہتی تھی کیونکہ جتنی شدت سے وہ مجھے چاہتی تھی اتنی شدت سے میں ۔اب اس کی کمی مجھے محسوس ہو رہی تھی مجھے ایسے لگتا تھا جیسے میں مر جاؤں گی یا پھر میں کچھ کھا کر مر جاؤں گی خودکشی کرلوں گی میری حالت بہت بری ہوگئی اگر فری نہ ملی تو میں خودکشی کرلوں گی میں نے کھانا پینا کسی سے بولنا سوچا سب کچھ چھوڑ دیا تھا بس اپنے آپ کو اپنے کمرے کے اندر قید کر لی کسی سے بات نہیں کرتی تھی بس میں فری کی یادوں میں اسکی باتوں میں گم رہتی تھی فری کے جانے سے میری دنیا اجڑ چکی تھی سب کچھ اداس سا ہوگیا تھا بقول شاعر۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

فری کے لیے بہت ذلت ہوئی اس کی سارے گاؤں میں شہر میں بہت بے عزتی ہوئی تھانے سے تو آ گئی تھی مگر لوگوں نے اس کا جینا حرام کر دیا تھا وہ ہمارے شہر کو چھوڑ کر ساتھ ہی ایک قصبہ تھا وہاں چلی گئی میرے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے تھے شادی کی تیاری کرنے لگے میرا ایک کزن جو بہت اچھا انسان تھا بی اے کر چکا تھا اس کا نام سجاول تھا سجاول بھی بہت بڑا زمیندار تھا میرے گھر والوں کی مرضی سے اور سجاول کے گھر والوں سے میری شادی مطلب میرا نکاح ہو گیا مگر رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی میرا نکاح ہوگیا تھا مگر میرے دل میں دماغ میں سارے اعضاء میں صرف اور صرف فری کی محبت اور یادیں چھائی ہوئی تھیں میں نے لاکھ کوشش کی مگر خاندان کی پابندی کی وجہ سے میرا رابطہ فری سے نہ ہوسکا میں فری سے مل نہیں سکتی تھی اور نہ ہی فری مجھ سے مل سکتی تھی میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا میں خودکشی کرنا چاہتی تھی مگر اگر اسلام میں خودکشی حرام نہ ہوتی تو کر بھی لیتی میں نے سوچا کہ اگر فری میری زندگی میں نہیں رہی تو میں بھی کسی کی زندگی میں

نہیں رہوں گی میں خود کو ختم کرلوں گی وقت گزرتا گیا ایک دن مجھے کسی لڑکی نے بتایا کہ آپ کی فری۔ جیسی محبت آپ سے کرتی تھی ویسی محبت اب مجھ سے کرتی ہے مجھے اس کی بات پر یقین نہیں تھا ایک لڑکی کا نام شاہدہ تھا وہ بھی بہت خوبصورت تھی اب فری اس کے ساتھ میری محبت جیسی محبت کرتی تھی مجھے بہت افسوس ہوا کہ فری کس قسم کی لڑکی ہے پہلے میرے ساتھ محبت کرتی تھی اب شاہدہ کے ساتھ فری کیسے ایسا کر سکتی ہے اس نے تو میرے ساتھ میرے وجود کے ساتھ زندگی کے ساتھ نبھانے کی قسمیں اٹھائیں تھی مجھے سن کر بہت افسوس ہوا۔

میں نے ایک لڑکی کے ہاتھ فری کو پیغام بھیجا تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ۔ میری زندگی برباد کر دی اور اب ایک اور لڑکی کی زندگی برباد کرنے جا رہی ہو آگے سے فری نے مجھے پیغام بھیجا کہ شہزادی میں تمہاری مجرم ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا شہزادی میں نہیں رہ سکتی محبت کے بغیر آپ سے ملنا اور ملاقات کرنا ممکن نہیں اس لیے میں نے آپ سے بچھڑ کر کسی اور لڑکی کو اپنی دوست بنا لیا ہے کیونکہ محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی شہزادی مجھے معاف کر دینا مجھے بہت افسوس ہے کہ محبت کرنے والی میرے ساتھ محبت کرنے والے قسمیں اٹھانے والی اتنی جلدی بدل جائے گی مجھے بہت افسوس ہے میرے لیے بہت مشکل دن تھے وہ زندگی میں کوئی آئی بھی لڑکی اور وہ بھی بدل گئی اس سے تو بہتر تھا کہ میں گھر والوں کی خوشی سے اور عزت واحترام سے شہزادیوں کی طرح شادی کر لیتی مگر مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا سوائے فری کے اور اس کی چاہت محبت کے فری نے بے وفائی کی تھی۔

اب جو لوٹے ہو اتنے سالوں میں
دھوپ اتر آئی ہے میرے بالوں میں
تم میری آنکھ کے سمندر میں
تم میری روح کے اجالوں میں
پھول ہی پھول کھل اٹھے مجھ میں
کون آیا ہے میرے خیالوں میں
میں نے جی بھر کے تجھ کو دیکھ لیا
تجھ کو الجھا کے کچھ سوالوں میں
تم سے آباد ہے یہ تنہائی
تم سے روشن ہو گھر کے اجالوں میں

میں اتنی اداس ہو گئی تھی کہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا پھر گھر والوں نے بڑی دھوم دھام سے میری شادی کر دی میری رخصتی میرے کزن سجاول سے کر دی اور یوں میں اپنا گھر چھوڑ کے اپنے کزن کے خاندان میں آ گئی تھی ہمارا خاندان ایک ہی تھا بس ساتھ ساتھ ہی تو رہتے تھے سہاگ رات تھی سجاول ایک بہت اچھا انسان تھا بہت پیار کرنے والا تھا میری بڑی عزت کرتا تھا میری ضروریات زندگی کا بہت خیال رکھتا تھا شادی کے بعد میں اپنے گھر میں ذمہ دار تھی گھر کے سارے اخراجات میرے ساتھ تھے مطلب گھر کی ساری ذمہ داری مجھ پر تھی پیسے دولت لین دین میں ہی کرتی تھی ہماری بہت سی دکانیں تھیں شہر میں زمین پٹرول پمپ وغیرہ بہت سے کاروبار تھے ہمارے دولت اب میرے پاس تھی مگر فری میرے پاس نہیں تھی اب میں بہت امیر ہو چکی تھی ایک سال کے بعد اللہ پاک نے مجھے چاند سا بیٹا دیا جس کا نام ارسلان حیدر رکھا پورے گاؤں اور خاندان میں

بہت خوشی منائی گئی مٹھائی تقسیم کی گئی اس کے بعد دو سال کے بعد اللہ پاک نے مجھے ایک بیٹا اور دیا جس کا نام میں نے فیضان حیدر رکھا پورے خاندان میں ایک بار پھر خوشی کے ساتھ مٹھائی تقسیم کی گئی پھر میری زندگی میں ایک ایسا طوفان آیا میں شادی شدہ تھی میرا شوہر بھی تھا میرے دو بچے تھے مگر مجھے جو فری سے غلط تعلق گندی محبت اور ... والی محبت کا مزہ تھا وہ لذت تھی وہ میرے شوہر کی محبت میں بھی نہ تھی مجھے میرا شوہر سچا دل بہت چاہتا تھا بہت پیار کرتا تھا مگر نجانے کیوں مجھے فری کی محبت چاہیے تھی میں فری کو تلاش کرتی کرتی اور اس کی محبت کی لذت تلاش کرتی کرتی میں نے وہ گناہ بھی سر عام کر دیئے جو شاید کبھی مجھے کوئی معاف نہ کرے فری جو محبت جو غلط حرکتیں اور گناہ سے بھری محبت کا مجھے عادی کر چکی تھی میں اس محبت گناہ کے جرم میں نا جانے کتنے گناہ کر ڈالے تھے میں فری جیسی محبت کی لذت حاصل کرنے کے لیے اپنے کتنے دوستوں چاہنے والوں اور وہ لوگ جو مجھے چاہتے تھے میں اپنے جرم اور اپنی لذت کو تلاش کرتے کرتے کتنے جرم کر ڈالے کتنے مردوں کے پاس گئی مگر مجھے اس گناہوں سے بھری زندگی میں کچھ حاصل نہ ہوا تھا اور آخر کر کے گناہ کر کے اپنی عزت نیلام اپنا منہ کالا کر کے اپنی نظروں میں گر گئی تھی میں سوچتی تھی کہ میرے جیسے کوئی گناہ گار اس دنیا میں نہیں ہوگا میں نے ایک نیک آدمی سے مشورہ کیا کہ میری زندگی میں ایسا ہوا ہے میں نے ایسا کیا مجھے سکون نہیں ہے میں کیا کروں

اس نے مجھے بتایا کہ شہزادی سچ کے ساتھ نیک نیتی اور سچے دل سے توبہ کر لو اللہ پاک معاف کرنے والا ہے وہ سب پہ کرم کرتا ہے بس تم سچے دل سے توبہ کر لو اور نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کیا کریں غریبوں کی مدد کیا کریں زندگی میں سکون آ جائے گا۔ میں نے نماز پڑھنا شروع کر دی قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی غریبوں کی مدد بھی کرنا شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ سارے گندے کام جو مجھ سے سرزد ہوئے تھے اور انجانے میں میں نے سچے دل سے توبہ کر لی میری زندگی میں بہت سکون آ گیا میری زندگی میں فری نے جو کیا وہ بہت افسوس ناک غیر اخلاقی ہے اصل میں فری گندی فلمیں دیکھتی تھی اور وہی گندی سوچیں اسکو ایسا کرنے پر مجبور کرتی تھی اور وہ اپنے مزے اور لذت کے لیے بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے دولت اور محبت کے چکروں میں پھنسا کر ایک گندی اور غلط زندگی میں مبتلا رہتی تھی اس نے نجانے میرے علاوہ کتنی لڑکیوں کو تباہ و برباد کیا تھا کتنی لڑکیوں کی زندگی کو اجیرن بنایا ہوگا مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں نے جو جو کیا وہ کتنا غلط تھا وہ کتنا بڑا جرم تھا کتنا بڑا گناہ تھا مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی تھی میں آئینے کے سامنے اپنے آپ سے نظر نہیں ملا سکتی تھی میرا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔

میری امی جان کی طبیعت بہت خراب تھی میں ہسپتال گئی وہاں پر میری ملاقات فری سے ہو گئی بہت بری حالت تھی فری کی اڑا اڑا سا رنگ فتنہ سی رنگت خستہ سا لباس کوئی حال نہ تھا اس کا اتنی خوبصورت ہوتی تھی کہ امیر ہوتی کہ آج تو بہت غریب لگ رہی تھی مجھ سے رہا نہ گیا میں نے پوچھ لیا اس نے کہا شہزادی میرے پاس جتنی دولت تھی میں نے گندے کاموں میں اور لوگوں پر لٹا دی ہے اب میرے پاس کچھ نہیں ہے کوئی میری بات ترک نہیں سنتا نہ کوئی لڑکا نہ کوئی لڑکی زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوں فری نے مجھے بتایا کہ آپ سے بچھڑ کر کچھ عرصہ بعد میں نے ایک بہت بڑے زمیندار سے شادی کر لی تھی اس کی پہلی بھی شادی ہوئی تھی اس نے مجھے الگ سے مکان لے کر دیا گھر دیا اور پیار دیا میں اپنی زندگی میں بہت خوش ہوں بس میں تم سے شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ بہت برا کیا شاید اسی کی سزا بھگت رہی ہوں شہزادی خدا کے لیے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا میں نے آپ کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی تھی میں تو گناہوں کی دنیا میں رہتی تھی مگر تم کو بھی گناہوں میں دھکیل دیا تھا مجھے معاف کر دینا مجھے معاف کر دینا۔

اس نے ملتان میں ایک عباس نامی شخص سے شادی کر لی تھی وہ تھا تو بہت امیر مگر کنجوس بھی بہت تھا فری بیمار تھی اور وہ ہسپتال میں دوائی لینے آئی تھی اپنی امی کے پاس میں نے اس کو دل سے معاف کر دیا میں اب امیر تھی میرے پاس بہت کچھ تھا پھر میں نے اس کی ہر خواہش کو پورا کیا ہر ضرورت کو پورا کیا اس نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا میں اس کے لیے کر رہی تھی اس کے کپڑے دوائی سوٹ جوتے اس کا خرچہ میں نے اس پر اپنی دولت کو پانی کی طرح بہا دیا جب وہ امیر تھی تو اس نے میری خدمت کی تھی اب وہ غریب تھی تو میں نے اس کو اس سے بڑھ کر دولت پیسہ سب کچھ دیا ہر مہینے اس کے لیے گھر کا خرچہ بھی دیتی تھی اس کو کبھی کسی چیز کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا وہ بیمار تھی میں نے علاج کیا ٹھیک ہو گئی اس کی والدہ کی وفات ہو گئی تھی اور دوسرا بھائی نشہ کرتا تھا پھر وہ

آپ ... کے بعد میری امی بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں لیکن امی ابھی زندہ تھی مجھے ایک دن پی ٹی سی ایل سے فون آیا امی نے اٹھایا تو مجھے دیا دوسری طرف فری تھی فری نے کہا۔ شہزادی میں فری بول رہی ہوں مجھے آپریشن کے لیے پیسے چاہئیں کیونکہ میرا بچے کا آپریشن ہو گا لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ پیسے کا انتظام کرو میں آپ کو بعد میں واپس کر دوں گی۔ میں دوسرے دن ہی اس کے پیسے بھیج دیئے دو دن کے بعد صبح صبح ہمارے پی ٹی سی ایل نمبر پر کال آئی میں نے اٹھائی دوسری طرف فری کا خاوند بول رہا تھا اس نے بتایا کہ فری کا آپریشن تھا بیٹی پیدا ہوئی ہے اور فری اللہ کو پیاری ہو گئی ہے مجھے پہ تو قیامت ٹوٹ پڑی رو رو کر برا حال کر لیا سارے گھر والے بھی آ گئے پھر میں نے بتایا امی میں اور ہمارے گھر کے کچھ اور لوگ پھر ہم اس کے گھر گئے فری اس دنیا سے جا چکی تھی مگر اس کی خوبصورتی اس کا حسن آج بھی ویسا ہی تھا دل چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ لپٹ کر جی بھر کے رولوں مگر ایسا ممکن نہ تھا پھر فری کو منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا۔

اس کے شوہر عمران عباس نے اپنے خاندان والوں کو بتا دیا کہ میری بیوی تھی اور میری بیٹی ہے حجاب فری کی بیٹی بھی بہت پیاری تھی بلکہ اپنی ماں کی طرح خوبصورت میں نے سچے دل سے فری کو معاف کر دیا تھا۔

یہ تھی میری داستاں میری تمام لوگوں سے ایک گزارش ہے کہ خدا کے لیے اپنے بچوں کو اپنے بہن بھائیوں کو اپیل کرتی ہوں کہ اپنے اپنے بچوں کا دھیان رکھا کریں ان کے دوستوں کا پتا رکھا کریں غلط سوسائٹی سے بچوں کو بچائیں اپنے

بچوں کو زیادہ آزادی نہ دیں ان کو ان کی حیثیت کے مطابق پیسے دیں ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جائیں گے اگر ہو سکے تو مجھے شہزادی اور فری دونوں کو معاف کر دینا میری اس داستاں سے اگر کسی ایک انسان کو بھی سمجھ آ گئی تو میری زندگی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

جی قارئین یہ تھی وہ سٹوری جو مجھے کرن شہزادی نے فون رپ بتائی آپ کو کیسی لگی آپ لوگوں کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا اک ایس ایم ایس نہ [illegible] دینا آخر میں یہ سٹوری اپنی والدہ مرحومہ کے نام کرتا ہوں اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے آمین۔ اللہ پاک تمام لوگوں کی ماؤں کو سلامت رکھے

اک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

غزل

جب سر شام اس نے زلفوں کو سنوارا ہوگا
ہاتھ میں کنگن آنکھ میں کاجل آوارہ ہوگا
اس کے جوڑے پہ سجا وہ سفید گلاب
رات سوتے میں کسی نے تو اتارا ہوگا
عالم تنہائی میں شب بھر کروٹیں لے کر
کوئی تو ہوگا جس نے پکارا ہوگا
ہائے وہ نیند میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں
جس نے دیکھا وہ دل وہیں پہ ہارا ہوگا
اس کے بے تاب لرزتے ہوئے ہونٹوں پہ فراز
ہمیں یقین ہے مچلتا ہوا وہ نام ہمارا ہوگا

رانئے عرفان حسن، خانیوال

غزل

اسے چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
عمر بیت گئی ہمیں پیار کرنا نہ آیا
اس نے مانگی بھی تو ہم سے جدائی مانگی
امور ہم تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا

آر حاجی غلام حسین خواجہ

غزل

بجا کہ آنکھ میں نیندوں کے سلسلے بھی نہیں
شکست خواب کے اب مجھ میں حوصلے بھی نہیں
نہیں نہیں! یہ خبر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے ! آ کے چلے بھی گئے ملے بھی نہیں
یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے ڈھلے بھی نہیں
ابھی سے میرے رفوگر کے ہاتھ تھکنے لگے
ابھی تو چاک میرے زخم کے سلے بھی نہیں
خفا اگرچہ ہمیشہ ہوئے مگر اب کے
وہ برہمی ہے کہ ہم سے انہیں گلے بھی نہیں

زاھد اقبال سحر، سمندری

غزل

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آنہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
کب مدت گلاب پہ حرف آنے پائے گا
تتلی کے پر اڑان کی گرمی سے جل گئے
آگے تو رف ریت کے دریا دکھائی دیں
کن بستیوں کی سمت مسافر نکل گئے
پھر چاندنی کے دڑام میں آنے کو تھے گلاب
صد شکر نیند کھونے سے پہلے سنبھل گئے

زاھد اقبال سحر، سمندری

طوائف کا پیار

--تحریر۔احمد حسن عرضی قبولہ شریف۔0300.4632945۔

ریاض بھائی ۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔طوائف کی محبت۔کے ساتھ حاضر ہوں۔سلام عقیدت۔میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹر صاحب کو نیا سال مبارک ہو میں اس بار آپ کی خدمت میں ایک ایسی داستاں لے کر حاضر ہوا ہوں اس سے پہلے آپ نے کبھی ایسی داستاں نہ پڑھی ہوگی اور نہ سنی ہوگی آپ اس داستاں کو پڑھیں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی ہیں کیسے عشق محبت دوستی کے نام پر گناہ کیے جاتے ہیں جن کو سن کر انسان کی روح کانپ جاتی ہے ایک لڑکی کی داستان جس نے ایک لڑکی سے محبت کی اس نے کیسی محبت کی کس قسم کی محبت کی اسکے ساتھ کیا کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے میری یہ داستاں ضرور پڑھیئے گا۔ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کردیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا

والدین کی بے وقت موت نے ایاز کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی اس حادثے ن اسے گم سم کر کے رکھ دیا تھا نیم پاگل سا ہو گیا۔ہوتا کیوں نہ اتنا بڑا حادثہ تھا اتنا خوب صورت گھرانہ اتنا اچھا ملنسار گھرانہ پل میں یاتم کدہ بن گیا تھا ایاز کے والد اور والدہ اور بہن بذریعہ کار لاہور سے پنڈی جا رہے تھے کہ راستے میں گاڑی ایک تیز رفتار لوڈ ٹرک سے جا ٹکرائی جس سے ڈرائیور سمیت تمام گھر والے موقع پر ہی جان بحق ہو گئے تھے والدین زندہ تھے تو آزاد تھا ملنسار بولتا چلتا پھرتا لیکن اب وہ اکیلا ہوا تو اسے احساس ہوا کہ جیسے اس کی دنیا اندھیر ہو گئی ہے اور وہ بالکل اکیلا ہو گیا تھا حالانکہ اس کے ددست احباب تھے رشتہ دار عزیز وقارب تھے لیکن پھر بھی وہ تنہا تھا امیر کبیر تھا کروڑوں کی جائیداد کا اکیلا وارث تھا لیکن سچی خوشی نہ حاصل کر سکا تو اس کے دوست اس کا دل بہلانے کے لیے مختلف جگہوں پر لے جانے لگے کبھی ایک شہر تو کبھی دوسرے شہر کبھی سیر گاہوں میں تو کبھی پارکوں میں لیکن اس کا دل نہ بہل سکا تو اس کے دوست اسے بازار میں لے گئے جہاں اچھے اچھوں کے دل بہل جاتے تھے کبھی ایک کوٹھے تو کبھی دوسرے کوئی لڑکی اس کے دل کو نہ بھائی اور مایوس ہو کر واپس جا ہی رہے تھے کہ انتہائی درد بھری اور سریلی آوز سنائی دی۔

ایاز کے قدموں کو جیسے زمین نے پکڑ لیا ہو اس نے آواز کی سمت معلوم کرنے کے لیے گھوم کر دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ پرسوز آواز سامنے والے کوٹھے سے آ رہی تھی پھر کیا تھا اس کے قدم خود بخود ہی آواز کی سمت اٹھتے چلے گئے سیڑھیاں چڑھ کر جیسے ہی ہال میں داخل ہوا وہ

جہاں تھا وہی کھڑے کا کھڑا رہ گیا اس کی آنکھیں پلک جھپکنا تک بھول گئیں تھیں دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگی وہ ایک ہی ٹک اس کم سن دوشیزہ کو دیکھے جا رہا تھا جو ہلکے چلنے کے انداز میں پھل کھائی ہوئی گا رہی تھی جبکہ دو تین خوبصورت لڑکیاں بھڑکیلے نیم عریاں لباس پہنے ناچ کر سامنے بیٹھے لوگوں کا دل بہلا رہی تھیں ایاز تو بس اس سفید کپڑوں میں ملبوس حور کو دیکھے جا رہا تھا جو اس وقت سن بالِ سَول کی طالبہ لگ رہی تھی وہ بغور اس کا سراپا دیکھنے لگا چندے آفتاب چندے مہتاب چہرے کے دل کش نقوش سرخ و سفید اور بے داغ چہرہ یہ دل میں کھب جانے والی موٹی موٹی سیاہ آنکھیں اٹھی ہوئی ناک حسین و جمیل سرخ ہونٹ جیسے ابھی کسی کا خون پیتے پیتے اٹھی ہو صراحی دار گردن ایسی شفاف کہ پانی پیئے تو گلے میں چلتا نظر آئے دیدہ زیب و دلفریب جوانی فخر سے ایسے تنی ہوئی کہ زاہدوں کے وضو ٹوٹ جائیں الغرض وہ پیکرِ شباب تھی مجسمہ حسن تھی وہ پری چہرہ اس دنیا کی مخلوق نہ لگتی تھی وہ سب میں انوکھی تھی اس کی آواز میں درد تھا ساز تھا اس کی چال میں عجیب سی مستی تھی لچک تھی مشک تھی بس وہ سحر زدہ ہو کر اسے ہی دیکھے جا رہا تھا اس کے دوست شاید اس کی نظروں کو بھانپ گئے تھے کہ اب یہ بہل جائے گا اس لیے وہ ایاز کو پکڑ کر آگے لے گئے اور ایک خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گئے اور ایاز ۔۔وہ تو گانا سن ہی کہاں رہا تھا بس ہوش سے بیگانہ اس پری پیکر کو دیکھے جا رہا تھا جو اس کے دل میں کھب چکی تھی کب گانا ختم ہوا کب لوگ اٹھ کر گئے اسے کچھ پتا نہ چلا جب اس کے دوستوں نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اب انہیں یہاں سے چلنا چاہئے کیونکہ رات آدھی سے زیادہ ہوگئی ہے وہ بے دلی سے اٹھا اور واپس آ گیا وہ واپس بنگلہ پر آ تو گیا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنا سب کچھ اس کوٹھے پر ہار آیا تھا وہ باقی رہ جانے والی رات کروٹیں بدلتا رہا سارا دن بے چین رہا وہ بے قراری سے رات ہونے کا انتظار کرنے لگا اور پھر یونہی ذرا سا اندھیرا پھیلا تو وہ بغیر کسی دوست کے اکیلا ہی کوٹھے پر جا پہنچا ابھی کوٹھے والے اپنے ساز وغیرہ درست کر رہے تھے عجیب گاہک تھا جو وقت سے بہت پہلے ہی آ گیا تھا اس کی یہ بے چینی و بے قراری بوڑھی خرانٹ نائیکہ سے چھپ نہ سکی وہ اسے نظروں ہی نظروں میں تولتے ہوئے اس کی بلائیں لینے لگی تو ایاز سے رہا نہ گیا اور اس نے نائیکہ سے پوچھ لیا وہ جو کل رات گا رہی تھی سفید لباس والی وہ آج بھی گائے گی ناں اس کا نام کیا ہے کیا وہ آج بھی آئے گی ۔وہ سوال پر سوال کرتے ہوئے بولا تو وہ اس کا بھولا پن دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولی۔

شہزادے گائے گی کیوں نہیں اسکا کام ہی گانا ہے اور ہاں نام اسکا شہناز ہے

شہناز شہناز کب آئے گی اور کتنی دیر بعد آئے گی ۔وہ بے قراری سے بولا۔

وہ پھر مسکرائی اور بولی ۔۔کیوں بہت زیادہ اچھی لگی ہے کیا۔

ہاں۔

اچھی ہوگی بھی کیوں ناں لاکھوں خرچ کیے ہیں اس پر ابھی تو اس کی نتھ بھی نہیں اتری تمہاری جیب میں رقم ہو تو میں اس سے تمہاری ملاقات کروا سکتی ہوں ۔ملاقات کا سن کر وہ خوشی سے جھوم اٹھا

اس کی خواہش پوری ہو رہی تھی جلدی سے تمام جیبوں میں ہاتھ ڈال کر تمام روپیہ نکال کر نائیکہ کے آگے ڈھیر کر دیا جیبیں دیکھ کر نائیکہ نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے قدرے بے رخی سے کہا۔

بس یہی کچھ برخوردار اتنے پیسوں سے تو لوگ ہمارے کوٹھے کی پہلی سیڑھی بھی نہیں چڑھ پائے جبکہ تم تو اندر بھی آ گئے ہو اٹھاؤ ان پیسوں کو اور واپس چلے جاؤ ان پیسوں سے تو کسی ریڈھی سے روٹی چھولے کھا لینا نائیکہ نے کہا تو وہ اسے حیرانی سے دیکھتے ہی رہ گیا تھا کیونکہ وہ کم سے کم دس ہزار روپے تھے جنہیں وہ ٹھکرا رہی تھی وہ اندر جانے کو مڑی تو ایاز جلدی سے آگے آ گیا اور عاجزی سے بولا۔

دیکھو ایسے نہ کرو مجھے یہاں کے اصولوں کا پتہ نہیں ہے آج میری شہناز سے ملاقات کروا دی یقین کرو میں بہت امیر ہوں تمہیں بہت سارے پیسے لا کر دوں گا پلیز ایک بار ملوا دو میں اسے دیکھے بنا نہیں رہ سکتا ہوں۔

اس نے عاجزی سے کہا تو نائیکہ سے سوچنے کا انداز میں سر ہلایا پھر نوٹ سمیٹتے ہوئے بولی ٹھیک ہے۔میں تم پر اعتماد کرتی ہوں کیونکہ تم شکل و صورت سے اچھے اور سچے لڑکے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا تو جیبوں کا وزن شہناز کے حسن کے برابر ہو ورنہ اندر نہیں آؤ گے اب آؤ میں تم کو شہناز سے ملوا دوں لیکن ہاں ذرا جلدی باہر نکل آنا اس نے رات کے گانے کی تیاری بھی کرنی ہے نائیکہ اس کے آگے آگے چلتے ہوئے بولی اور پھر مختلف کمروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ایک کمرے کے سامنے رکی دستک دی اور پھر بغیر کوئی جواب سنے اسے ساتھ لیے اندر داخل ہوگئی ایاز جھجکتا ہوا اندر داخل ہوا پھر اس کی آنکھیں ایک بار پھر شہناز کو دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئی شہناز ایک انتہائی باریک سے سفید لباس میں ملبوس نیم دراز ہوئی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی اسکا حسین وجمیل پر شباب بدن باریک لباس سے جھانک رہا تھا ان کو اندر آتے دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تو نائیکہ بولی

شہناز بیٹی یہ تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے باتیں ذرا جلدی ختم کرنا تا کہ گانے کے لیے تیار ہو سکو۔

نائیکہ نے کہا اور پھر وہ باہر چلی گئی تو اس پیکر شباب نے بڑی ادا سے آداب کہا تو وہ ہکا بکا رہ گیا وہ اس سے باتیں کرنے آیا تھا مگر اس کو جی بھر کے دیکھنے آیا تھا لیکن شاید وہ اس کے حسن سے بہت زیادہ ہی مرعوب ہوا تھا اس لیے دیکھ نہ پا رہا تھا تو وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا وہ کمرہ کسی بھی صورت اس پری چہرہ کے قابل نہ تھا وہ ابھی کمرے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ اس ساحرہ کی آواز سنکر چونک گیا وہ کہہ رہی تھی۔

آپ کھڑے کیوں ہیں آئیں بیٹھیں ناں۔

اوہ۔ہاں۔اس نے کہا اور پھر جھجکتے ہوئے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا چند لمحوں خاموشی چھائی ہوئی تھی پھر وہ بولی۔

آپ خاموش کیوں ہو کچھ بولیے ناں۔

جی کیا۔وہ ہکلاتے ہوئے بولا تو وہ مسکرا پڑی اس کی مسکراہٹ میں بھی ترنم تھا پھر اس نے بڑی ادا سے اپنی پنڈلیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور گنگنائی،

بولنا کیا ہے اب یہ بھی مجھے سیکھنا پڑے گا بھئی کچھ اپنے بارے میں مجھے بتاؤ کچھ پوچھو اس نے بڑی ادا سے کہا تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور بولا

میرا نام ایاز ہے میں ایک مل اونر کا بیٹا ہوں کچھ ماہ پہلے میرے والدین کا انتقال ہو گیا اس بھری دنیا میں تنہا ہوں قریب تھا کہ میں تنہائی سے گھبرا کر خودکشی کر لیتا کہ اچانک تم نظر آ گئیں اب میں جینا چاہتا ہوں کیا۔تم۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور چاہتا نائیکر اندر داخل ہوئی اور ایاز سے بولی۔

مسٹر تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے اب تم جا سکتے ہو بے بی نے ابھی تیاری کرنی ہے تم اب کل آنا اور یہ یاد رکھنا کہ آج کی طرح ملاقات تم ادھار پر کر کے جا رہے ہو اب تم جاؤ۔نائیکر نے کہا تو ایاز نے رحم طلب نظروں سے پہلے نائیکر کو دیکھا پھر شہناز کی طرف دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی تو اسے مجبوراً اٹھنا پڑا اور وہ تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں اترتا ہوا واپس آ گیا۔

ساری رات وہ اس کے حواسوں پر چھائی رہی ساری رات وہ خیالوں ہی خیالوں میں وہ اس سے باتیں کرتا رہا اس پیکر شباب میں جانے کیا جادو تھا کہ وہ گھائل ہو کر رہ گیا تھا کروٹیں بدلتے رات گزر اور پھر شام ہوتے ہی سبز سرخ نوٹوں سے ساری جیبوں کو بھر کر وہ پھر مجسمہ حسن کے کوٹے پر جا پہنچا۔نائیکر نے اسے دیکھتے ہی ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر بولی۔ایاز نے سبز سرخ نوٹ تمام جیبوں سے نکال کر اسکے سامنے ڈھیر کر دیئے تو وہ قدرے نرم انداز میں بولی۔

دیکھو برخوردار تم شاید اس بازار میں نئے نئے آئے ہو پھر تمہیں یہاں کے حالات کا علم نہیں ہے جتنے پیسے تم لائے ہو اتنے پیسوں سے تو بے بی کا میک اپ کا سامان بھی نہیں آتا اتنے پیسوں سے تم کا۔ ن سے۔ نہیں کر سکتے بے بی ایک ہیرا ہے جس پر ہم لاکھوں خرچ کیے ہیں بے بی کے بے شمار چاہنے والے ہیں جو اس کے ہلکے سے اشارے پر اپنی فیکٹریاں اس کے نام کرنے کو تیار ہیں اور تم ہو کہ چند نوٹ اٹھا کر چلے آئے ہو کیا تمہاری نظر میں جوہری ہیرے کی قیمت نہیں لگا سکتے پھر میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تم اتنے پیسوں سے بے سے ملاقات کرو لیکن جانے تم نے بے بی پر کیا جادو کر دیا ہے کہ صبح سے بار بار تمہارا ہی پوچھ رہی ہے اب جاؤ اس سے مل لو لیکن ہاں ذرا جلدی اس نے گانا بھی گانا ہے۔

نائیکر نے اچھی خاصی تقریر کرتے ہوئے کہا تو وہ پرشوق قدم اٹھاتا ہوا شہناز کے کمرے کے سامنے چال گیا دھڑکے دل سے ہلکی سی دستک دی تو اندر سے آواز آئی آ جاؤ تو وہ اندر داخل ہو گیا لیکن پلکیں تک جھپکانا بھول گیا وہ مجسمہ حسن باریک سیاہ لباس میں ملبوس بیڈ پر نیم دراز تھی جسے اس کا سرخ وسفید بدن عجیب سی بہار دکھا رہا تھا اس کی ایک ٹانگ خوبصورت ران تک برہنہ تھی سرخ سفید رات نے ایاز کے جذبات بکھیر کر رکھ دیئے تھے لیکن پھر خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا وہ گنگنائی۔

اتنی دیر سے کیوں آئے ہو۔میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔وہ بڑی خوبصورتی سے اپنی برہنہ ٹانگ کو ہلا کر اس کے جذبات کو مزید بکھیرتے ہوئی بولی۔وہ ایک ہی دن میں آپ سے تم پر آ گئی تھی اس کی بات سن کر وہ خوشی سے جھوم اٹھا تھا کہ وہ بھی سارا دن اس کا ویٹ کرتی تھی وہ خوشی سے جھومتے ہوئے بولا

میں تو جب تم کہو آنے کو تیار ہوں۔ایاز نے کہا تو شہناز کے حسین وجمیل چہرے پر اداسی کے سیاہ بادل چھا گئے پھر درد بھرے انداز میں بولی

آہ۔کاش میں آزاد ہوتی کاش مجھے تم سے ملنے میں آزادی ہوتی

اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے لے جا سکتا ہوں

میں تو جی جاں سے چاہتی ہوں لیکن میری ماں ایسا نہیں چاہے گی کیونکہ اس کی نظروں میں میں سونے کی چڑیا ہوں ایاز میں بہت مجبور ہوں یہ کہہ کر وہ سسکیاں سی لینے لگی تو وہ درد سے کراہ اٹھا جلدی سے اس کے قریب بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا

پلیز شہناز رونا نہیں میں تمہیں روتے نہیں ہنستے دیکھنا چاہتا ہوں میں تمہیں بڑی سے بڑی رقم دے کر بھی خرید کر لے جا سکتا ہوں میں ابھی تمہاری ماں سے بات کرتا ہوں۔

نہیں ایاز پلیز ابھی بات نہ کرنا تم ابھی صرف ان کا اعتماد حاصل کرو تا کہ ہم آزادی سے ملتے رہیں ان کو پیسے وغیرہ دیتے رہو کوئی اچھا سا وقت دیکھ کر میں خود ان سے بات کروں گی اور ہاں میری طرف سے تم مطمئن رہو میں صرف اور صرف تمہاری ہوں میرے گورے بدن کے صرف اور صرف تم ہی مالک ہو۔۔

شہناز نے اسے کہا اور پھر ایاز سے اس نے وعدہ لیا کہ ہر روز اس سے ملنے آیا کرے گا اور پھر صاف ظاہر ہے کہ ملاقات کرنے کے لئے نائیکر کو راضی کرنا پڑتا اور یوں پھر وہ اس کو بہلانے لگی بری اداؤں سے باتیں کر رہی تھی بار بار اپنے کانچ کے بدن سے کپڑا اٹھا کر اس کے جذبات میں آگ بھر رہی تھی وہ اسے مکمل طور پر لوٹ لینا چاہتی تھی اور پھر واقعی بھی اس کے دل میں آگ لگ گئی ایاز کے بدن میں چیونٹیاں رینگنے لگیں شدت جذبات سے اس کا بدن کانپنے لگا آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں اس سے پہلے کہ وہ شہناز کو اپنی بانہوں میں بھرتا بوڑھی نائیکر اندر داخل ہوئی ایاز کو شہناز کے اتنے قریب بیٹھے دیکھ کر اس نے سخت انداز میں ایاز سے کہا۔

دیکھو برخوردار میں اعتماد کر کے تمہیں بے بی سے ملنے دیتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں تم اس کے اتنے زیادہ قریب ہو جاؤ پیسے دیتے وقت تو سوچ میں پڑ جاتے ہو ہاں بے بی تم بھی احتیاط کرو میں نے تم پر لاکھوں خرچ کیے ہیں میرے لگے پیسے ضائع نہ کرو اور ہاں برخوردار اب تم جاؤ تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے نائیکر نے کاہ تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یوں وہ دل میں پیاس لیے واپس آ گیا۔

شب و روز گزرنے لگے وہ پھر روز ملاناغہ کوٹھے پر آتا اور وہ پھر روز اپنے جسم کے کسی نہ کسی حصے کی جھلک دکھا کر اس کی پیاس بڑھا دیتی نائیکر پہلے ہزاروں اور اب لاکھوں صرف ملاقات کے لیے بٹورتی چلی گئی۔

ہاں اب صرف اتنا ہو گیا تھا کہ اس کو دن کے وقت ملاقات کرنے کی اجازت مل گئی تھی اور کبھی کبھی وہ اپنے ایک گارڈ کی موجودگی میں شہناز کو شاپنگ کے لیے بھی اپنی گاڑی میں باہر لے جاتا جس سے وہ ہزاروں پھر لاکھوں کے زیورات ملبوسات و دیگر سامان خریدتی رہی اور پھر ایک دن اس نے ایک گاڑی کی فرمائش بھی کر دی تو ایاز اسے ڈیلر کے پاس لے گیا جہاں سے اس نے اپنی من پسند کی گاڑی لے لی

ایسے ہی دن گزرنے لگے ایاز کو ابھی تک

اس سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا وہ صرف ابھی تک ہاتھ ہی پکڑنے تک محدود تھا حالانکہ وہ کئی بار اس سے وہاں سے بھاگ جانے کا کہہ چکا تھا لیکن وہ ابھی اسے ٹال رہی تھی کبھی کہتی کہ ابھی موقع نہیں ہے ابھی وہ وقت نہیں آیا اور وہ زیادہ اصرار بھی نہیں کرتا وہ اپنے بدن کا سہارا لیتی کسی بھی حصے کی ہلکی سی جھلک دیکھا دیتی اور وہ رام ہو جاتا وہ اسے الو بناتی رہی اور وہ چپ چاپ اسکے آس پاس ٹہلتا رہا کہ کبھی تو وہ اس کی بنے گی۔

وہ اس کے عشق میں اتنا ڈوبا کہ اس کا عشق دیوانگی اختیار کر گیا اسی دیوانگی میں پہلے بنک بیلنس ختم ہوا پھر لوگوں سے ادھار لینا شروع کر دیا جب لوگوں نے ادھار دینا بند کر دیا تو وہ اپنی پراپرٹی فروخت کرنے لگا کبھی بنگلہ تو کبھی کار اور پھر اس نے فیکٹری بھی فروخت کر ڈالی کیونکہ اس کی کاروبار میں عدم دلچسپی کی وجہ سے کاروبار ٹھپ ہو گیا تھا کروڑوں کی فیکٹری اونے پونے بک گئی اب اس کے پاس بہت کم روپے رہ گئے تھے کار پر کوٹھے پر آنے والا اب پیدل آنے لگا تھا

معمول کی طرح آج بھی وہ نوٹوں سے جیبیں بھرے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا آج وہ بہت کچھ سوچ کر آیا تھا وہ آج حتمی فیصلہ کرنے کا سوچ کر آیا تھا۔حسب معمول نائیکہ کی مٹھی گرم کر کے وہ شہناز کے کمرے میں پہنچا تو وہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی ایاز کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس کے گلے کا ہار بن گئی۔اتنے عرصے میں یہ پہلا موقع تھا جو اس کے اتنے قریب آئی تھی وہ اس سے لپٹی کھڑی تھی دونوں کے بدن ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے وہ بہت خوش لگ رہی تھی ایاز جو آج بہت کچھ کہنے کا سوچ کر آیا تھا اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کر دم بخود رہ گیا تمام باتیں اس کے ذہن سے نکل گئی بس دل چاہتا تھا کہ وہ وقت تھم جائے اور وہ اسی طرح اس کے گلے لگی رہے آج وہ پہلے سے بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی آج اس کے جسم کے حصے اور بھی بہت زیادہ برہنہ تھے وہ مدہوش تھا اور ہوتا جا رہا تھا وہ انہیں چھونا چاہتا تھا اور انہیں محسوس کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی اور اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔

ایاز پلیز مجھے ان نظروں سے مت دیکھو میں تم سے جو وعدہ کیا ہے کہ میں تمہاری ہوں پھر اتنی جلدی کیوں ہے تھوڑا سا تو انتظار کر لو میں نے آج ماں سے بات کی تھی بڑی مشکل سے راضی ہوئی لیکن اس نے شرط رکھی ہے کہ تم کم از کم دو ماہ اس کے پاس اور رہو اس نے یقین دلایا ہے کہ اس دوران اس کا گورا بدن میلا نہیں ہونے دے گی۔

دو ماہ بہت زیادہ ہیں میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا پل پل مجھ پر بھاری ہے پلیز جلدی کرو میں اب اور تنہا نہیں رہ سکتا

ایاز ضد مت کرو شکر کرو وہ راضی ہو گئی ہے ورنہ تم یہاں کا ماحول نہیں جانتے ماں ہمیں زبردستی یہاں سے جانے نہیں دے گی اس نے بے شمار غنڈے پال رکھے ہیں جو ہمیں کہیں بھی چین سے جینے نہیں دیں گے سوچو ایاز جب صلح سے ہمارا کام بن رہا ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم ذلیل ہوں بس میرے لیے دو ماہ اور انتظار کرو پلیز ایاز انتظار کرو گے ناں۔

شہناز نے اپنے گریباں کے بند کھول کر

اسے جھلک دکھاتے ہوئے کہا تو ایاز کی آنکھوں میں جیسے آگ بھڑک گئی دل کی پیاس ایک بار پھر بھڑکی۔اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا شہناز اس کی نظروں کو پہچان کر پیچھے ہٹ گئی اور بولی۔

نہیں ایاز نہیں تمہیں دو ماہ کی بات ہے پھر میں دن رات تمہاری ہوں۔شہناز نے اسے بہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی دلفریب اداؤں اور جسم کے حصوں کا سہارا لیتے ہوئے اسے بہلا ہی لیا چند باتیں کرتے اس کو چلتا کیا وہ باہر نکلا تو دوسرے دروازے سے نائیکہ اندر داخل ہوئی اور مسکراتی ہوئی بولی بے بی تم ٹھیک جا رہی ہو بس اب یہ چند ہی دن اور نکالے گا کل کہہ رہا تھا کہ اس نے اپنی فیکٹری بھی فروخت کر دی ہے جس میں سے آدھے سے زیادہ میں لے چکی ہوں باقی کتنے دل چلیں گے دو ہفتے یا ہر مہینہ تم ٹالنے کی کوشش کرتی رہو اور میں جلدی سے پیسے بٹورتی رہوں اب ہمیں جلدی فارغ کرنا ہو گا تاکہ سیٹھ ندیم پر پوری تیاری کے ساتھ ہاتھ صاف کر سکیں نائیکہ نے کہا تو شہناز مسکرائی اور کپڑوں کا بوجھ اتار کر بولی تم فکر کیوں کرتی ہو یہ مکمل میرے اختیار میں ہے اول تو یہ دو ماہ نکالے گا نہیں میں دو ماہ سے بہت پہلے ہی اسے پھانک کر دوں گی اور اگر کچھ بچ بھی گیا تو جھوٹا نکاح کر کے نکال لوں گی۔

شہناز نے شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا وہ بڑے پیار سے اپنے انگ انگ کو عام شیشے میں دیکھ رہی تھی جس کی بدولت وہ لیٹری بنی ہوئی تھی جس کی بدولت دولت مندوں کے ہوش اڑاتی تھی۔

کافی دیر وہ اپنے بدن کا جائزہ لیتی رہی پھر وہ دوسرا لباس پہن کر دوسروں کے دل بہلانے کی تیاری کرنے لگی۔بنک بیلنس پہلے ہی ختم ہو گیا تھا کوٹھی کار اور پھر فیکٹری بھی بک گئی اور پھر آہستہ آہستہ وہ کنگال ہوتے گئے اور یوں باقی رہ جانے والی دولت بھی شہناز ڈیڑھ ماہ میں حاصل کر چکی اب اس کے پاس کچھ بھی نہ رہا تھا اب اسکے پاس گھر تھا اور نہ پیسہ بس آس تھی کہ شہناز اسے ضرور ملے گی آج بھی وہ معمول کے مطابق کوٹھے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا آج اس کے پاس نوٹوں کے بنڈل نہیں تھے جیب میں صرف پانچ سو روپے کا نوٹ تھا آخر نوٹ اس نے اس آخری نوٹ پر ہاتھ پھیرا اور سیڑھیاں چڑھ کر ہال میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ نائیکہ ہال میں ٹہل رہی تھی اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف آئی اور اس کا راستہ روک کر بولی

اے شہزادے کہاں اندر گھسے جا رہے ہو

اپنی شہناز کے پاس جا رہا ہوں کیوں۔

پہلے مجھ سے تو ملتے جاؤ ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے لاؤ پیسے دو بے بی کے لیے فروٹ منگوانا ہے ۔تو ایاز نے جیب سے وہی پانچ سو کا نوٹ نکال کر نائیکہ کی بوڑھی ہتھیلی پر رکھ دیا جسے دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور بولی کیوں مذاق کر رہے ہو ان سے کونسا فروٹ آتا ہے اور نکالو۔

اور کہاں سے نکالوں یہی کچھ تو باقی بچا ہے اب یہ بھی لے لو۔

کیا مطلب کیا تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں

ہوتے تو لے کر آتا بینک بیلنس تمہیں پہلے دے چکا ہوں دو بنگلے فروخت کر کے اس کی رقم تمہیں دے چکا ہوں اور پھر فیکٹری سب کچھ تو قربان کر چکا ہوں بس آج یہ آخری نوٹ بچا ہے

اور یہ بھی تم لے لو اور مجھے اندر جانے دو ایاز نے کہا اور ایک دم سے نائیکہ کے تیور بدل گئے اس کے چہرے پر سختی آ گئی اور آخری نوٹ ایاز کی جیب میں ڈالتے ہوئے بولی۔

خبردار ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا پیسے جیب میں نہیں ہیں اور آ جاتے ہیں کوٹھے پر یہ کوٹھا ہے تمہارے باپ کا گھر نہیں جاؤ بھاگ جاؤ پہلے پیسے لے کر آؤ اور پھر اندر اب جاؤ۔

کہاں سے لاؤں اور پیسے ۔سب کچھ تو تمہیں دے چکا ہوں۔

عیش بھی تو کرتے ہو اس وقت یہ خیال کیوں نہیں آیا جاؤ اب دھندے کا وقت ہو چلا ہے دھندا خراب نہ کرو۔ نائیکہ نے غصہ سے کہا تو وہ بھی غصے میں آ گیا اور پھر دونوں میں تکرار ہونے لگی وہ اسے الزام دے رہا تھا اور وہ اسے الزام دے رہی تھی اتنے میں ایک خوبصورت سا جوان شہناز کی بانہوں میں بانہیں ڈالے کمرے سے باہر آیا اور پھر وہ شہناز کی پیشانی کو چومتے ہوئے پھر آنے کا وعدہ کر کے باہر چلا گیا۔

آہ ایک اور شکار لیکن ابھی شاید وہ مدہوش تھا ایاز کے دل میں نوجوان کی یہ حرکت دیکھ کر آگ سی لگ گئی ایک تو وجہ یہ تھی کہ وہ دل سے شہناز کو چاہتا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ کروڑوں روپے ضائع کر کے اس مرتبے تک نہیں پہنچ پایا تھا جہاں تک وہ جوان چلا گیا وہ آگ بگولہ ہوتے ہوئے شہناز سے بولا۔

شہناز شہناز یہ کیا حرکت ہے تم تو میری تھیں صرف میری۔

اے مسٹر تم کون ہو تم کیوں گلہ پھاڑ رہے ہو کیوں چیخ رہے ہو کیا تمہیں کوٹھے کے آداب کا بھی نہیں پتا۔ جاؤ یہاں سے اور پہلے یہاں آنے کے آداب سیکھو ورنہ شہناز نے سخت انداز میں کہا تو ایاز کے ہاتھوں سے طوطے اڑ گئے وہ لڑکھڑا کر رہ گیا اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے شہناز کو دیکھا جو کل تک اس کے گیت گاتی تھی جس کی ہر ادا صرف اور صرف اس کے لیے تھی جس کا پل پل صرف اس کے نام تھا آج وہ اسے پہچاننے سے انکار کر رہی تھی وہ سنبھلا اور التجائیہ انداز میں بولا

پلیز شہناز مذاق مت کرو مجھے یاد کرو میں تمہارا ایاز ہوں۔

ایاز۔ کس ایاز کی بات کر رہے ہو۔ یہاں تو آنے والا ہر شخص میرا ہوتا ہے کس کس کو یاد رکھوں گی اگر تمہاری جیب میں پیسے ہیں تو بیٹھ جاؤ گانا سن کر جانا اگر پیسے نہیں ہیں تو سیڑھیاں تمہارے پیچھے ہیں تم جا سکتے ہو شہناز نے کہا اور پھر اندر جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ وہ دوڑ کر اس کے سامنے پہنچ گیا اور اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔

نہیں نہیں شہناز میں تمہیں ساتھ لیے بغیر نہیں جاؤں گا تم تم صرف میری ہو تمہیں آج میرے ساتھ جانا ہی ہو گا آج آج مجھے کوئی نہیں روک سکے گا اس نے کہا تو شہناز اور نائیکہ چیخ کر اپنے غنڈوں کو بلانے لگیں جس کے نتیجے میں ایاز آدھ موہ ہو کر کوٹھے سے باہر سڑک پر پڑا ہوا تھا۔

آہ عرش سے فرش پر آنے میں دیر بھی کتنی لگتی ہے وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا اور اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا اور پھر چند ہی دنوں میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک دیوانہ جوان چند دن قبل تک شہزادہ ایاز کے نام سے جانا جاتا تھا آج وہ جوان شہناز بائی کے کوٹھے کے سامنے گندی نالی کے پاس مردہ

پڑا تھا کوئی اس کی لاش کو ڈھانپنے والا بھی نہیں تھا ایسے میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ خوشبوؤں میں ڈوبی ہوئی شہناز آئی ایک خوبصورت مالدار نوجوان کے ساتھ وہاں سے گزری اور جب لاش کے قریب سے گزری تو صرف ایک سرسری نظر سے لاش کو دیکھا پھر ناک پر رومال رکھے وہاں سے آگے نکل گئی شاید اسے لاش سے بو آ رہی تھی آہ۔ بوگلی میں لاش پڑی تھی لیکن بازار کے کوٹھوں پر بجنے والے سازوں میں ذرا بھی تھرا تھراہٹ نہ ہوئی شاید ان کی نظر میں وہ انسان نہیں جانور مرا پڑا تھا شاید یہی زندگی ہے عبرتناک زندگی اور طوائف کی عیاری۔

احمد حسن عرضی۔ قبولہ شریف۔

روز کی طرح سے وہ آج بھی آیا ہوگا
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا
آپ کو معلوم ہے وہ آج نہیں آئی ہے
میری ہر دوست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا
کیوں نہیں آئی وہ، کیا بات ہوئی ہے آخر
خود سے اس بات پر سو بار وہ الجھا ہوگا
کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں بولوں گا
آپ ہی آپ کئی بار وہ روٹھا ہوگا
وہ نہیں ہے تو بلندی کا سفر کتنا کٹھن
سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا
راہداری میں، ہرے لان میں، پھولوں کے قریب
اس نے ہر سمت مجھے آن کے ڈھونڈا ہوگا
نام بھولے سے جو میرا کہیں آیا ہوگا
غیر محسوس طریقے سے وہ چونکا ہوگا
ایک جملے کو کئی بار سنایا ہوگا
بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا
یہ جو لڑکی نئی آئی ہے کہیں وہ تو نہیں
اس نے ہر چہرہ یہی سوچ کر دیکھا ہوگا
جان محفل ہے، مگر آج، فقط میرے بغیر
ہائے کس درجہ وہی بزم میں تنہا ہوگا
کبھی سناٹوں سے وحشت ہوئی ہوگی اسے
اس نے بے ساختہ پھر مجھے پکارا ہوگا
چلتے چلتے کوئی مانوس سی آہٹ پا کر
دوستوں کو بھی کسی غور سے روکا ہوگا
یاد کر کے مجھے، نم ہو گئی ہوں گی پلکیں
آنکھ میں پڑ گیا کچھ، کہہ کے یہ ٹالا ہوگا
اور گھبرا کے کتابوں میں جولی ہوگی پناہ
ہر سطر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا
جب ملی ہوگی اسے میری علالت کی خبر
اس نے آہستہ سے دیوار کو تھاما ہوگا
سوچ کر یہ کہ بہل جائے پریشان دل
یونہی بے وجہ، کسی شخص کو روکا ہوگا
اتفاقاً مجھے اس شام میری دوست ملی
میں نے پوچھا کہ سنو، آئے تھے وہ؟ کیسے تھے؟
مجھ کو پوچھا تھا؟ مجھے ڈھونڈا تھا چاروں جانب؟
اس نے اک لمحے کو دیکھا مجھے اور پھر ہنس دی
اس ہنسی میں تو وہ تلخی تھی کہ اس سے آگے
کیا کہا اس نے مجھے یاد نہیں ...... لیکن
اتنا معلوم ہے ...... خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا

ارم الطاف خان، ملتان

کچھ کھلے تو سہی موسم کی یہ سازش کیا ہے
زندگی سر پر میرے دھوپ ہے یا سایہ ہے
کوئی ٹوٹے ہوئے خوابوں کے لئے روتا ہے؟
اے برستی آنکھ تمہیں کیا سوجھا ہے
تم نے دیکھا ہے کسی کو اٹھاتے غم عشق
اب جو مجھ سے نہ اٹھا تو تعجب کیا ہے
میں نے جانا تھا تیرا درد بھی ہے رات کی رات
کٹ گئی رات مگر درد ٹھہرا وہیں ہے
لاؤ پھر جوڑ کے دیکھوں تو یہ ٹکڑے دل کے
میری جانب نگراں اب بھی کوئی چہرہ ہے
قافلہ عمر کا ٹھہرا تھا جہاں پہلے پہل
آج تک دل میں اسی دشت کا سناٹا ہے

ارم الطاف خان، ملتان

زندگی

تحریر۔ افسانہ کنول۔ کھوئی رٹہ۔۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ زندگی۔ کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میں نے تقریباً چار سال سے جواب عرض کی خاموش قاری ہوں زندگی میں پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں امید ہے کہ آپ میری کاوش کو جواب عرض میں شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے پلیز ریاض بھائی پلیز میری کہانی ضرور شائع کرنا ورنہ میری بہت انسرٹ ہوگی پلیز کہانی شائع کر کے شکریہ کا موقع فراہم کریں۔ یہ کہانی آج کے اس معاشرے کے لیے ایک سبق آموز کہانی ہے امید کرتی ہوں سب کو پسند آئے گی قارئین سے التماس ہے کہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کریں مجھے آپ کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔۔

زندگی دنیا میں بدلتے دو موسموں کا نام ہے خوشی اور غم جب انسان کوئی خوشی پاتا ہے تو وہ پھولے نہیں سماتا لیکن جب ایک غم کا سامنا ہوتا غم اتنا بڑا لگتا ہے کہ اس کے آگے زندگی کوئی معانی نہیں رکھتی انسان ہار کر مایوس ہو جاتا ہے دوستو مایوسی گناہ ہے اگر سب کچھ ہار کر کچھ پانے کی ہمت ہو تو سمجھو کچھ نہیں ہوا کیونکہ کوشش کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا جب ایک خوشی ملتی ہے ایک غم بھی ساتھ ہوتا ہے اور جب ایک غم ملتا ہے اور جب ایک غم ملتا ہے تو اس کے پیچھے خوشی پردے میں ہوتی ہے انسان کو چاہیے وہ غم کا پردہ اٹھا کر خوشی کو دیکھے لیکن انسان کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

قارئین میری یہ کہانی میری ایک دوست کی ہے جو ایک اچھی زندگی گزار رہی ہیں ان کی عمر تقریباً پینتالیس سال کے قریب ہے اس لیے میں انہیں آنٹی کہتی ہوں آیئے ان کی کہانی سنتے ہیں۔

میرا نام نسیم ہے میں ایک امیر اور عزت دار گھرانے میں آنکھ کھولی جب میں کچھ بڑی ہوئی تو مجھے گاؤں کے پرائیوٹ سکول میں داخل کروایا گیا ابتداء میں کچھ کمزور تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ محنت کی وجہ سے لائق ترین ہوتی گئی میرے ابو اور میرے تایا بڑے تاجر تھے ہم دو بہنیں تھیں جبکہ تایا کا صرف ایک ہی بیٹا تھا سجاد ہم سب ایک ہی حویلی میں رہتے تھے سکول سے واپسی پر میں اور سجاد اکٹھے ہی کھیلتے اور سکول کا کام کرتے خاص کر کے جب ساون کی بارشیں ہوتی تو ہماری عید ہو جاتی ہم جہاں بھی جاتے اکٹھے ہی جاتے وقت بے لگام گھوڑے کی مانند بھاگتا رہا ہم نے میٹرک

کر لائی پھر مجھے گھر بٹھا لیا گیا جبکہ سجاد شہر ڈگری کالج میں جانے لگا اب سارا سارا دن بوریت میں گزر جاتا شام کو جب سجاد واپس آتا میں خوش ہو جاتی ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے پھر اظہار بھی ہو گیا سجاد ہر طرح سے میرا خیال رکھتا میں بھی اس پر جان وارتی تھی میں نے اپنی بڑی آپی کو بتا دیا وہ ہنسنے لگی پھر ہمارے والدین نے ہماری محبت کو محسوس کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ سجاد اور نسیم کی شادی کر دی جائے ایف اے پاس کرنے کے بعد سجاد کے ابو نے کالج چھڑوا دیا اور کہا۔۔

تم نسیم سے شادی کر لو سجاد نے بغیر اعتراض کے فوراً مان گیا تقریباً ایک ماہ کے بعد میری اور سجاد کی شادی ہو گئی پوری دولت کا حقدار صرف سجاد ہی تھا میں یہ سوچ کر بہت خوش ہوئی کہ میری لو میرج ہوئی ہے۔

قارئین خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ اس ظالم دنیا میں اپنے پیار کو پا لیتے ہیں سجاد حد سے زیادہ خوش تھا وہ دولہا بنا ہوا بہت خوبصورت لگ رہا تھا میں بھی دلہن کے روپ میں سجاد کی منتظر تھی پھر نکاح ہوا یوں میں سجاد کے نام کے ساتھ منسوب ہو گئی۔

ہماری زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں سجاد ایک اچھا ہمسفر بھی ثابت ہوا سجاد نے مجھے حد سے زیادہ پیار کیا میں دعا کرتی کہ خدا سب کو سجاد جیسا ہمسفر دے میں سجاد کا بہت خیال رکھتی صبح سویرے بستر چھوڑ کر نماز پڑھتی کلام پاک کی تلاوت کرتی اور سجاد کو نماز پڑھنے کا کہہ کر کچن میں چلی جاتی سب کے لیے ناشتہ بناتی اپنے ساس اور سسر کو ناشتہ دے کر سجاد اور میں ناشتہ کرتے اور جب سجاد چلے جاتے میں گھر کے سارے کام کر کے فون پر سجاد سے باتیں کرتی اور رات کو جب سجاد گھر آتے میں کھانا گرم کرتی اور ہم ساتھ ساتھ کھانا کھاتے کھانے سے فارغ ہو کر میں اور سجاد اپنے ساس سسر یعنی تایا اور تائی کے کمرے میں جاتے میں اپنے ساس سسر کے پاؤں دباتی وہ مجھے بہت دعائیں دیتے اور سر پر بوسہ دیتے میری اس خدمت کی وجہ سے سجاد بہت خوش تھا وہ اکثر کہتا

نسیم میری جان آج تم میرے والدین کی خدمت کرو گی تو کل ہماری اولاد بھی خدمت کرے گی ہماری شادی کو دو سال ہوئے خدا رب العزت نے ہمیں ایک چاند جیسے بیٹے سے نوازا ہمارا بیٹا ہماری محبت تھی ہم نے مل کر اس کا نام احسن رکھا خوشیاں ہمارے گھر کی دہلیز سے چپک گئی لوگ مبارکباد دیتے ہمارے گھر آتے میں بہت خوش تھی کہ ہماری تقدیر میں صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں لیکن یہ خوشیاں عارضی ثابت ہوئی ایک دن جب سجاد باہر گئے تو راستے میں کار ایکسیڈنٹ ہوئی کار ڈرائیور تو اسی وقت مر گیا لیکن سجاد ہسپتال تک پہنچ گئے ڈاکٹر فوری سجاد کو ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے جب ہمیں خبر ملی میں ایک پل کے لیے پاگل ہو گئی میرے سسر اور ساس بھی میرے ساتھ رو پڑے ڈاکٹر نے کہا کہ اگر بارہ گھنٹے تک ہوش آ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ سوری آپ لوگ دعا کریں خدا بہتر کرے گا میں ساری رات روتی رہی اور دعا کرتی رہی

اے میرے مولا میرا سجاد میرے پیار ہے میرا شوہر ہے میری زندگی ہے میں اس کے بغیر مر جاؤں گی میرے سجاد کو بچا لے اے میرے خدا

اپنی رحمت کا صدقہ میرے سجاد کو بچا لے لیکن خدا نے میری دعا قبول نہ کی ۔اور میرا سجاد زندگی کی بازی ہار گیا میں پھوٹ پھوٹ کر روئی مجھے صبر کیسے آتا میری تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی میں دن بھی روئی رات بھی روئی میرا بیٹا احسن ہمارے پیار کی نشانی ہے میں خود سے بڑھ کر اسے پیار دوں گی کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ کیوں نہ زندگی کو ختم کر لوں اور سجاد کے پاس چلی جاؤں لیکن پھر خیال آتا ہے کہ ہمارے بیٹے احسن کا کیا بنے گا لاوارث ہو جائے گا نہ ماں کا پیار نہ باپ کا سایہ یہ بھی مر جائے گا میرے ساس سسر نے مجھے اکثر کہتے بیٹا سجاد تو اب اس دنیا میں نہیں رہا تم کو جینا ہے ہمارے لیے لیکن میں انہیں کیسے بتاؤں کہ جدا ہونے والا کوئی ایک نہیں میرا سب کچھ وہی تھا میری سانس تھا وہ میرا سہارا تھا وہ میری دھڑکن تھا

پھر خود میں نے وقت اور حالات کا سامنا کیا اور گھر پر سلائی کڑائی کرنے لگی اس سے دو فائدے ہوئے تھے ایک تو من کام میں لگ گیا اور دوسرا میں اپنا خرچہ خود نکال لیتی تھی اس بات کا عمل جامہ پہنانے کے لیے میں کپڑے سلائی کرنا شروع کر دیئے اب سارا سارا دن کپڑوں کی سلائی کڑائی کرتی اور اس میں گزارا ہو جاتا میرا بیٹا احسن پانچ سال کا ہو گیا تو اسے سکول داخل کروا دیا میرے سسر روز میرے بیٹے کو سکول چھوڑنے اور چھٹی کے وقت لینے چلے جاتے ہیں ادر جب واپس آتے ہیں تو میں احسن کو کھانا کھلاتی اور پیار دیتی میں احسن کے لیے اچھے سے اچھے کپڑے جوتے اور کھلونے خریدتی رات کو اپنے ساس سسر کے پاؤں دبانے کے بعد اپنے لخت جگر کو مالش کرتی اور کہتی بیٹا ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو نماز پڑھنا سکھایا اور میرے سسر جب مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تو احسن کو بھی لے جاتے جس سے احسن پانچ وقت کی نماز کا عادی ہو گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس نے بھی جینا سیکھ لیا اور آج میرا بیٹا ہماری محبت میرا سہارا ہے میرا احسن اٹھارہ سال کا ہو چکا ہے میں نے قریب ہی رشتہ داروں میں اس کی شادی بھی کر لی ہے میری بہو انیلہ سلجھی ہوئی لڑکی آداب قدر دان عورت ہے آج سجاد کی بات سچ لگ رہی ہے وہ کہتا تھا کہ آج تم والدین کی عزت کرو کل تمہاری اولاد بھی تمہاری عزت کرے گی آج میرا احسن صبح سویرے کام پر چلا جاتا ہے رات کو جب واپس آتا ہے تو میرے قدموں میں بیٹھ جاتا ہے میں کہتی ہوں بیٹا اوپر میرے برابر بیٹھو آپ کے قدموں میں کر اپنی جنت کو دیکھتا ہوں ماں آپ نے میرے لیے دنیا کی ہر چیز بنائی میں اپ کو سکھ نہ دے سکا ماں اگر انجانے میں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دینا میں اپنے بیٹے کو بوسہ دے کر سینے سے لگا لیتی ہوں میری بہو انیلا میرے پاؤں دباتی ہے میں اپنے ساس اور سسر کے پاجا کر اپنی خوشیاں بانٹتی ہوں وہ مجھے دعائیں دیتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے یہاں میں ہر نماز کے بعد سجاد کے لیے دعا مغفرت کرتی اور احسن کی کامیابی اور اپنے ساس سسر کی زندگی مانگتی ہوں اور تمام آسائشوں پر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں وقت کے اور حالات نے مجھ سے میرے سجاد کو چھین لیا میرے دل کی بستی میں سجاد آج بھی آباد ہے۔

قارئین کل میری زندگی میں کیا فساد بنے میں نہیں جانتی لیکن آج میں زندگی میں بہت خوش

ہوں خدا ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

قارئین یہ تھی میری دوست نسیم کی کہانی امید ہے سب کو پسند آئے گی اپنی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا سب کے خطوط کا انتظار رہے گا والسلام

کسی کے جانے سے کوئی مرتا نہیں یہ حقیقت ہے زندگی وقت گزر ہی جاتا ہے کچھ پا کر کبھی کچھ کھو کر بھی ۔وقت گزر ہی جاتا ہے۔

افسانہ کنول کوٹلی کھوئی رٹہ۔

غزل

میری غزلوں کا عنوان پوچھتے ہیں لوگ
دل میں کون ہے نام پوچھتے ہیں لوگ
چھوڑ کر چلا گیا مجھے اکیلا شہر میں
کتنے میں بک گیا دام پوچھتے ہیں لوگ
میں سنگ دل تھا یا وہ ہرجائی
اک یہ سوال عام پوچھتے ہیں لوگ
کل کیا ہو گا مجھے خود خبر نہیں
میری محبت کا انجام پوچھتے ہیں لوگ

غزل

ہر شخص سے الفت کا اقرار نہیں ہوتا
ہر چہرے سے کبھی دل کو پیار نہیں ہوتا
جو روح کو چھوڑ جائے جو دل میں اتر جائے
اس عشق کا لفظوں میں اقرار نہیں ہوتا
جب پیار جدا ہو تو یہ حسن بھی ویران ہے
کیونکہ محبوب بنا کوئی سنگھار نہیں ہوتا
کیا سمجھو گے تم ہماری بے جان سی محبت کو
یہ عشق کا سودا ہے سر بازار نہیں ہوتا

قطعہ

جینا چاہتے ہیں مگر زندگی راس نہیں آتی
مرنا چاہتے ہیں مگر موت پاس نہیں آتی
اداس ہیں ہم اس زندگی سے کنول
یادیں بھی تڑپانے سے باز نہیں آتی

افسانہ کنول کھوئی رٹہ۔

ہزاروں غم میرے سینے میں چھپے ہیں لیکن تبسم
میں نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے
☆ ——— طلعت تبسم-بنوں

مجھ کو معلوم نہ تھی شب ہجر کی یہ رمز
جب تو میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سو ہو گا
☆ ——— رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس

دوستی پہ مرنا دوستی پہ جینا
اگر منظور نہ ہو تو دوستی نہ کرنا
☆ ——— محمد افضل جواد-کالا باغ

ہر رات تجھے دیکھ سونا ہر صبح تجھے دیکھ جگنا
ہیں اپنے بھی مشاغل عجیب سے عجیب تر
☆ ——— ایم جنید پیرزادہ-پکل پیران

مدینے کی گلیوں میں ہو شام میری
تڑپتا ہوا دل دعا مانگتا ہے
☆ ——— عبدالرحمن گجر-گاؤں نین لانجھہ

اب نیند سے کہہ دو ہم سے صلح کر لے صنم
وہ دور چلا گیا جس کے لئے ہم جاگا کرتے تھے
☆ ——— محمد اشرف زخمی دل-ٹیکسی

ملے تو ہزاروں لوگ زندگی میں اے ناز بلوچ
وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
☆ ——— اے ناز بلوچ-گڈانی

نگاہوں کے تصادم سے یہ کیسا انقلاب آیا
ادھر آنکھوں نے جرأت کی ادھر رخ پہ نقاب آیا
☆ ——— محمد خورشید اجنبی-گاؤں مالکین

ویرانوں میں کھلتے ہیں جن کو کھلنا ہوتا ہے
دیواریں توڑ کر بھی ملتے ہیں جن کو ملنا ہوتا ہے
☆ ——— نبیل احمد گبول-جلاب گوٹھ

کیا غم ہے کیا خوش ہے معلوم نہیں
اپنے ہیں کہ اجنبی معلوم نہیں
جس کے بغیر ایک پل نہیں گزرتا
کیسے گزرے کی عمر معلوم نہیں
☆ ——— عمران رمضان جوہ-شیخ موڑ

نادان پرندہ

تحریر۔ فیصل ندیم ساحل۔ 0346.4752726

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ نادان پرندہ۔ کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میں نے تقریباً کئی سال سے جواب عرض کا قاری ہوں زندگی میں کئی بار لکھنے کی جسارت کر چکا ہوں امید ہے کہ آپ میری کاوش کو جواب عرض میں شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے پلیز ریاض بھائی پلیز میری کہانی ضرور شائع کرنا ورنہ میری بہت انسرٹ ہو گی پلیز کہانی شائع کر کے شکریہ کا موقع فراہم کریں۔ یہ کہانی آج کے اس معاشرے کے لیے ایک سبق آموز کہانی ہے امید کرتی ہوں سب کو پسند آئے گی قارئین سے التماس ہے کہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کریں مجھے آپ کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔۔

جانے کس سمت اڑا کھلی فضاؤں میں وہ ساحل
اک نادان پرندہ کہ جو قیدی تھا میرے دل کا

ارے یار ساون کہاں جا رہے ہو جانا نہیں کیا آج میرے ساتھ گھر۔

نہیں یار آج مجھے تھوڑا سا کام ہے کہیں تو وہاں سے ہو کر ہی گھر جاؤں گا تم چلے جاؤ۔

ٹھیک ہے بھئی کل آفس میں ہی ملاقات ہو گی پھر خدا حافظ۔

ساون آفس سے نکلا اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے مطلوبہ کام کی طرف چلا گیا دوسری طرف جگنو اور اس کی فیملی گاڑی میں بیٹھ کر واپس کینڈا جانے کے لیے ائیر پورٹ کی طرف نکلے جگنو اپنی سہیلی تمنا جو کہ اس کی کزن بھی رشتے میں سے الوداعی ملاقات کر رہی تھی۔

اچھا تمنا اب اجازت دو تمہاری بہت یاد آئے گی مجھے یہاں یہ تمہارے ساتھ بیتائے ہوئے کچھ دن میری زندگی کا ایک بہترین اثاثہ ہیں ہو سکے تو چھٹیوں میں ہمارے پاس کینڈا چلی آنا دونوں مل کر خوب انجوائے کریں گے۔ گاڑی اپنی رفتار سے چلی جا رہی تھی جگنو جاتے ہوئے پلوں کو غور سے ذہن نشین کر رہی تھی تبھی جگنو کی ماں نے کہا۔

کیا بات ہے بیٹا بہت مس کر رہی ہو پاکستان کو جاتے ہوئے۔

ہاں موم کینڈا میں ایسی لوکیشن دیکھنے کو جو نہیں ملے گی پھر اور سکینڈلی لیکر کے جانے پھر یہاں کب آنا ہو گا بھی یا نہیں۔

ارے نہیں بیٹا ایسا نہیں کہتے ڈونٹ بی بیٹی۔

یہ سچ ہی تو ہے موم آخر زندگی ہے ہی کتنی بس کچھ پل کی کب کہاں کیا ہو جائے کون جانے اگلی

جگنوبات کرنے ہی والی تھی کہ گاڑی کسی چیز سے زور سے ٹکرایا سکرین ٹوٹ گئی ساری فیملی اپنے اپنے گماں میں ششدر رہی تھی ڈرائیور نے گاڑی روکی تو سبھی گاڑی سے باہر نکلے جگنو سب سے پہلے باہر نکلی اور پیچھے ویران اور سنسان سڑک پر نظر اٹھائے دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے گاڑی سے پیچھے کچھ فاصلے پر کوئی انسان بے سدھ پڑا تھا وہی آدمی تھا جو جگنو کی گاڑی سے ٹکرایا تھا اور بے ہوش پڑا تھا جگنو نے اسے سیدھا کر کے دیکھا چہرے پہ سر سے بہنے والا خون اتنا زیادہ تھا کہ اس کی حالت کسی خون میں نہائے انسان جیسی ہوگئی تھی۔ جتن کرنے شروع کر دیئے جگنو نے اسے ہوش میں لانے کے لیے جھنجھوڑنے لگی اور پریشانی کے عالم میں اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں جگنو جب اس کی نبض چیک کی تو چل رہی تھی مگر سانس رک گئی تھی جگنو نے اسے مصنوعی سانس دینا شروع کر دیا اور آخر تھوڑی سی دیر کے بعد اسے سانس آ گیا سانس چلنے پہ جگنو نے تھوڑا سا سکون کا سانس لیا جگنو نے اپنے آس پاس جب اپنی فیملی کو پایا تو اپنے ڈیڈی سے کہا ڈیڈی مشکل سے اس بیچارے کی سانس چلی ہے اس کی حالت بہت سیریس ہے چلیں فورا کسی قریبی ہسپتال میں لے جانا پڑے گا۔

جگنو کے ڈیڈی یہ آپ کہہ رہے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں نا اس کی کیا کنڈیشن چل رہی ہے زندگی اور موت سے لڑ رہا ہے اور وہ آپ بجائے اسے ہوسپٹل لے جانے کے یہ کہہ رہے ہیں کہ چلو یہاں سے۔

اس لیے بیٹی کہ ہماری فلائٹ کا ٹائم ہو چکا ہے اور دوسرا اگر پولیس کو پتہ چل گیا کہ یہ ہماری گاڑی سے لگا ہے تو ہم بری طرح پھنس جائیں گے خدانخواستہ اگر یہ مر گیا تو اور بھی بڑی پرابلم ہو جائے گی اسی لیے کہہ رہا ہوں ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ اسے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں کوئی نہ کوئی تو اسے دیکھ کر ہوسپٹل میں پہنچا ہی دے گا

ڈیڈی آپ انسان ہیں یا جانور ایک انسان جو مر رہا ہے اس کی جان کے بجائے آپ کو اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے شرم آ رہی ہے آج مجھے آپ کو ڈیڈی کہتے ہوئے بھی۔ بس ڈیڈ میں اسے اس حالت میں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی اگر آپ لوگ جانا چاہتے ہیں تو جائیں میں بعد میں آ جاؤں گی۔

لیکن بیٹی ہم تمہارے بغیر کیا کریں گے کینڈا جا کر چھوڑ دو اسے یہ ایک حادثہ تھا اور کچھ نہیں۔ باپ نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

نو ڈیڈ میں اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتی چاہئے کچھ بھی ہو جائے۔

آخر جب جگنو ان کے ساتھ نہیں گئی تو وہ اسے وہی چھوڑ کر کینڈا اکیلے ہی روانہ ہو گئے جگنو کسی گاڑی کے آنے کا انتظار کرنے لگی خدا خدا کر کے ایک گاڑی آئی تو جگنو نے اسے گاڑی میں ڈال کر ہوسپٹل پہنچا دیا داکٹروں نے کہا اس کی حالت بہت سیریس ہے لہذہ آپ کو کافی انتظار کرنا ہوگا جگنو ڈاکٹر سے کہا۔

ڈاکٹر صاحب پلیز کسی طرح سے بچا لیجئے پلیز ڈاکٹر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا دیکھیے ہم تو صرف اپنی طرف سے کوشش ہی کر سکتے ہیں چلیں باقی زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے چلئے آپ دعا کریں۔

جگنو دعا کرنے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد

ڈاکٹر نے آ کر بتایا میڈیم وہ بچ تو گیا ہے لیکن ابھی کچھ کہنے سننے کی حالت میں نہیں ہے اسے کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے لہذہ بہتر ہوگا کہ آپ اسے شام تک تنگ نہ کریں شکریہ۔

یہ خبر سنتے ہی جگنو کی جان میں جان آ گئی اور کہنے لگی شکر ہے خدایا اس کی جان بچ گئی ہے پھر اس نے اپنی سہیلی تمنا کو فون کر کے اپنے پاس ہوسپٹل میں بلایا۔

جگنو کیا بات ہے کیا ہوا خیریت تو ہے ناں تم نے ہوسپٹل بلایا ہے مجھے تم لوگ تو واپس کینڈا جا رہے تھے پھر اچانک ہوسپٹل میں انکل اور آنٹی ٹھیک تو ہیں ناں اور وہ تمہارے ساتھ نہیں کہاں ہیں وہ۔

جگنو نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے تمنا موم ڈیڈ تو کینڈا چلے گئے ہیں لیکن میں نہیں گئی۔

وہ کیوں جگنو تم کیوں نہیں گئی آخر۔

اس لیے کہ ہم جا رہے تھے تو راستے میں گاڑی سے ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا پھر جگنو نے ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔

تمنا تم یہ سن کر حیران ہوئی۔

اوہ تو یہ بات ہے سچ میں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اور میں تمہاری ہمت کو داد دیتی ہوں جگنو آج کل زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہی لوگ مرتے رہتے ہیں اور کوئی پوچھتا بھی نہیں ویسے اب کیسی طبیعت ہے اس شخص کی جگنو۔

ٹھیک ہے اب خطرے سے باہر ہے لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ اسے آرام کی ضرورت ہے اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

ٹھیک ہے تم ٹینشن نہ لو میں ہوں ناں تمہارے ساتھ اب خدا نے چاہا تو وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا رات گئے آخر کار اسے ہوش آ گیا ڈاکٹر باہر آیا اور کہا۔

میڈم آپ کے شوہر کو ہوش آ گیا آپ مل سکتی ہیں اس سے جگنو اور تمنا یہ سن کر ڈاکٹر کی طرف دیکھتی رہ گئیں تمنا حیرانی کے عالم میں جگنو سے پوچھنے لگی۔

جگنو تم نے بتایا کیوں نہیں وہ تمہارا شوہر ہے اور شادی کب کی تم نے ہاں۔

تمنا تم جو سوچ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے میری اس سے شادی نہیں ہوئی وہ تو ڈاکٹر شاید اس کے لیے میری تڑپ دیکھ کر کچھ اور ہی سمجھ گیا لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں نے یہ سب انسانیت کے ناطے کیا ہے۔

اچھا ہوا ڈاکٹر نے خدا ہی ہمارا رشتہ بنا دیا کوئی پولیس کیس نہیں بنے گا اب تم یہی ٹھہرو یا پھر میرے ساتھ چلو گی اندر۔

میں تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی جگنو دیکھو تو کوئی ہے بچارہ۔ یہ دونوں کمرے میں چلی گئیں تو جگنو اسے دیکھ کر ڈاکٹر کی کہی جانے والی بات میں کھوئی ہوئی تھی کہ تبھی تمنا نے کہا۔

ارے جگنو یہ تو ساون ہے جگنو چونک گئی اور پوچھا تمنا تم جانتی ہو اسے۔

ہاں جگنو میں جانتی ہوں اسے ہم دونوں کی ملاقات ایک آفس میں ہوئی تھی اس کا نام ساون ہے۔ لیکن یہ رہتا کہاں ہے میں نہیں جانتی کوئی بات نہیں تمنا میں پوچھ لیتی ہوں اس سے جگنو نے اس کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا کیسے ہو اب۔ وہ گہری نگاہوں سے جگنو کو دیکھنے لگا اور بولا۔

تم کون ہو اور میں یہاں پر کیا کر رہا ہوں تمنا

کہا ساون نے پہچانا میں تمنا ہوں یاد ہے ہم آفس میں ملے تھے ایک روز یہ میری فرینڈ ہے کینڈا سے آئی ہے یہاں پر۔

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا کون ہو تم لوگ اور مجھے یہاں کیوں رکھا ہوا ہے جگنو نے کہا تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اس لیے تمہیں ہوسپٹل لایا گیا ہے تمہارا نام ساون ہے ناں لیکن تم کہاں رہتے ہو بتاؤ ہمیں وہ پھر سے بولا کون ساون میں یہاں رہتا ہوں مجھے نہیں پتہ اور ساتھ ہی کراہنے لگا۔

تمنا نے فورا ڈاکٹر کو بلایا اور کہا یہ ہم سے الٹے سیدھے سوال کر رہا ہے اور تبھی کرانے لگا چلے ڈاکٹر نے انہیں باہر جانے کا کہا اور پھر سے ساون کا چیک اپ شروع کر دیا تقریبا دو گھنٹے بعد جب ڈاکٹر ایمرجنسی روم سے باہر آیا تو بولا میڈم مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کے شوہر کی یادداشت کھو چکی ہے اور وہ اپنا دماغی توازن برقرار نہیں رکھ سکے میڈیکل کی زبانی میں ہم ایسی حالت کو پہنچنے والے مریضوں کو پاگل کہتے ہیں شاید ان کے دماغ میں چوٹ بہت گہری لگی ہے جس کی وجہ سے وہ نیم پاگل ہو گئے ہیں لیکن میڈیم گھبرایئے نہیں ہم نے ریگولر میڈیسن لینے والے ایسے کئی مریضوں کو ٹھیک ہوتے ہوئے دیکھا ہے ایک جھٹکے کے ساتھ جگنو کرسی پر گر گئی ڈاکٹر چلا گیا اور تمنا جگنو کو حوصلہ دینے لگی صبر سے کام لو جگنو کیا ہوا تم تو ایسے پریشان ہو رہی ہو اس کے لیے جیسے وہ سچ میں تمہارا شوہر ہو۔

تمنا یہ بچارا کتنی آنکھوں کا چراغ ہوگا گھر میں جو پاگل ہو چکا ہے اس کے تو گھر والوں کو یہ بھی علم نہیں ہے شاید کبھی کہ ان کا بیٹا زندہ ہے یہ تو ایک حادثہ ہے جیسے نہ تم بدل سکتی تھی نہ میں اور شاید اب نہ ہی یہ ڈاکٹر جگنو تم پریشان نہ ہو میں پولیس سے بات کرتی ہوں وہ نہ ہی اس کے پیرنٹ کو ڈھونڈ لیں گے۔

نہیں تمنا ایسا مت کرنا پلیز میں جانتی ہوں پولیس کچھ نہیں کر پائے گی اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ساون کا علاج میں کرواؤں گی اور خود ہی اس کی دیکھ بھال کروں گی چاہے مجھے اکیلے کتنی محنت ہی کیوں نہ کرنا پڑے لیکن جگنو اس طرح تمہاری زندگی میں بہت ساری پرابلم آ سکتی ہیں تم اس کیلئے کیسے ہینڈل کرو گی یہ سب کچھ جو کرنے میں تو دور کہنے میں بھی امپوسبل لگ رہا ہے کر لوں گی تمنا مجھے کرنا ہی ہوگا شاید تقدیر بھی یہی چاہتی ہے۔

جگنو نے وارث کے طور پر ساون کو کچھ دن بعد ہوسپٹل سے تمنا کے گھر منتقل کیا اور اس کا علاج جاری رکھا لیکن کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد جب تمنا کے پیرنٹ تنگ آ گئے تو جگنو نے ساون کو ایک کروائے کے گھر منتقل کر دیا اور خود بھی وہی رہنے لگی تمنا نے بارہا کہا کہ مت جاؤ لیکن جگنو نے تمنا کے سامنے اپنے گھر کے سارے حالات رکھ دیئے اب تمنا نے جگنو کو اپنے ریفرنس پہ ایک آفس میں جاب دلوا دی جگنو دن بھر آفس میں کام کرتی اور رات کو جاتے ہوئے ساون کی ادویات بھی لیے جاتی گھر اور رات گئے اس کے پاس پڑی رہتی اکثر اوقات تو وہ وہی ساون کے بیڈ پر ہی سر رکھ ہوئے سو جایا کرتی تھی وقت کی رفتار چلتی رہی جگنو کے ساتھ کچھ وقت بتانے اکثر اس کی سہیلی تمنا آ جایا کرتی اور وہ اس سے جی بھر کے باتیں کرتی وہ اکثر پوچھتی تمنا ساون کچھ ٹھیک ہوا

ہے یا نہیں۔ تو اس پر جگنو ہمیشہ یہی کہتی ہو جائے گا مجھے امید ہے وہ ضرور ایک دن ٹھیک ہو جائے گا۔

ایک روز جب جگنو آفس گئی ہوئی تھی تب کسی طرح ساون گھر سے باہر نکل گیا اور جانے کہاں چلا گیا جگنو جب گھر آئی تو اسے ہر جگہ ڈھونڈنے لگی جب وہ کہیں نہ ملا تو آخر ٹوٹ کر بچاری رو پڑی اور کافی روتی رہی پھر اس نے تمنا کو فون کر کے اپنے پاس بلایا اور آتی ہوئی تمنا کے گلے لگ کر رو پڑی۔

ارے جگنو کیا بات ہوئی ہے کیوں رو رہی ہو کچھ تو بتاؤ کیا ہوا ہے۔

تمنا ساون کہیں چلا گیا ہے کھو گیا ہے۔

ارے جگنو یہ تو اچھی بات ہے ناں وہ خود ہی چلا گیا اب تو تمہارا کوئی قصور نہیں ہے ناں پھر کیوں رو رہی ہو تم۔

اس لیے تمنا کہ میں ساون سے محبت کرنے لگی ہوں بے انتہا محبت پلیز اسے ڈھونڈنے میں میری مدد کرو تمنا اسے حوصلہ دیتے ہوئے چپ ہو جاؤ جگنو ہم ضرور اسے ڈھونڈ لیں گے یہ دونوں شہر کے ہر اسٹاپ پہ ہر جگہ ڈھونڈ کر جب تھک گئیں تو تمنا نے کہا مجھے لگتا ہے ہمیں پاگل خانے جا کر دیکھنا چاہئے دونوں پاگل خانے چلیں گئیں وہاں جب جگنو نے دیکھا تو ساون کھانا لینے کے لیے لائن میں لگا تھا جگنو رو پڑی اور پھر اسے وہاں سے نکلوا کر واپس اپنے پاس لے آئی آج دوبارہ ملنے سے جگنو بے تابی سے ساون کو دیکھ رہی تھی اور ساون بھی اس روز کے بعد ایک ہی سال تک ساون گھر سے کہیں گیا تھا اور پھر ایک دن قدرتی طور پر سیڑھیوں سے گر گیا اس کے سر پر چوٹ لگی اور کافی خون بہہ نکلا۔ لیکن جب ساون کو ہوش آیا۔ تو اسکی یادداشت واپس آ چکی تھی دراصل اس کے سر پر لگی چوٹ نے جما ہوا خون باہر نکال دیا تھا اور وہ ٹھیک ہو گیا تھا تمنا اور جگنو اس کی یادداشت واپس آنے پر بہت خوش ہوئیں لیکن یادداشت واپس اآتے ہی ساون جگنو کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اب وہ اپنے گھر جائے گا وہ جب گھر کے لیے چل پڑا تو پیچھے سے جگنو کہنے لگی اپنی سہیلی سے میں اکیلی رہ گئی ہوں تمنا میرا وہ نادان پرندہ اڑ گیا ہے اب کبھی واپس نہیں آئے گا وہ جگنو کی محبت دیکھ کر تمنا نے جاتے ہوئے ساون کو روک کر بتایا کہ جگنو اس سے پیار کرتی ہے اس نے تمہاری خاطر اپنوں کو چھوڑ دیا علاج کروایا تمہارا لیکن ذرا سوچو کوئی اپنے پیار کے لیے اتنا نہیں کرتا تو اس نے تمہارے لیے کیوں کیا ہوگا ساون کے دل میں جگنو کی محبت جاگ اٹھی اور وہ اسی وقت واپس آ گیا۔

جگنو تم نے میرے لیے اتنا کچھ کیا اور میں تمہیں چھوڑ کر جا رہا تھا میں تمہاری محبت کو سلام کرتا ہوں اور اظہار محبت کرتا ہوں کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے مل گئے اور ہنسی ہنسی رہتے ہوئے شادی کر لی۔

☆ —— محمد عارف۔ ناصرہ
اے زلف صنم آ تجھے چہرے سے ہٹا لیں ذرا
کہ تیری ہی طرح ہم بھی پریشان بہت ہیں

☆ —— سید عمران ساحل۔ وزیر آباد
عارف ذرا سی دیر میں آئے تھے خواب آنکھوں میں
پھر اس کے بعد مسلسل آئے عذاب آنکھوں میں

☆ —— سید عارف شاہ۔ جہلم
آتی ہوئی میت دیکھ کے بھی تم اٹھ کر آ نہ سکے
وہ چار قدم تو دشمن بھی تکلیف گوارا کرتے ہیں

کوچئی

--تحریر- پرنس مظفر شاہ- پشاور-

ریاض بھائی- السلام وعلیکم- امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے- کوچئی- کہانی لے کر ایک بار پھر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں امید ہے کہ آپ اس کاوش کی تمام غلطیاں دور کر کے شائع کر کے بندہ ناچیز مشکور رہے گا میرے ساتھ میرے دوست لالا جمال دین- احسان چکوالی- منیر خان- سرگودھا- اور مرید عباس- نیازی موجود ہیں ان سب کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ریاض بھائی اور جواب عرض کے تمام سٹاف کو خوش وخرم رکھے اور جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے مجید احمد جائی آف ملتان- دوست محمد وٹو- نثار احمد حسرت- ریاض حسین شاہد- حاجی انور لانگ- یاسر ملک- اور باقی سب کافی سارے دوست جواب عرض کی محفل سے غیر حاضر ہے میرے بھائیو واپس آ جاؤ یہ دکھی نگری میں آ جاؤ

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا--

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کوئٹہ میں سروس کرتا تھا میں کوئٹہ سے ایک مہینہ کی چھٹی آتا تھا سردیوں کا موسم تھا میں روٹین کے مطابق اپنے گاؤں میں چھٹی گزار رہا تھا ایک دن میں روڈ کے کنارے کھڑا تھا کہ میرے بچپن کا ایک دوست اس نے گاڑی رکوائی اور مجھے بیٹھنے کا کہا پشاور کے نشتر ہال میں اباسین پروگران کی ریکارڈنگ ہو رہی تھی اور یہ پروگرام پی ٹی وی پر دکھایا جاتا تھا ہر ہفتے میں بھی خوش ہو گیا کہ چلو پی ٹی وی کے پروگرام میں ہم بھی شرکت کریں گے اور اپنے دوست کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا گاڑی میں کپڑے بیچنے والی دو عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں ایک کی عمر چالیس سے پینتالیس سال جبکہ دوسری کی عمر بیس سے پچیس سال کے درمیان تھی اور پشتو زبان میں کپڑے بیچنے والوں کو کوچئی کہتے ہیں یہ دونوں عورتیں افغانی کوچئی تھیں جو کہ ہمارے علاقے میں کپڑے بیچنے صبح آتی تھی اور شام کو گھر واپس چلی جاتی تھیں ان کا گھر پشاور افغان کالونی میں تھا باتوں باتوں میں میرا دوست حضرت سید دونوں کے ساتھ فری ہو گیا اور گپ شپ لگانا شروع کر دیا تو پتہ چلا کہ جوان لڑکی کا نام زاہدہ ہے اور ساتھ والی پارٹنر ہے جو کہ اکھٹے کپڑے بیچتی ہیں پورے راستے گپ شپ ہوتی رہی آخر کار پشاور کے افغان کالونی میں وہ دونوں اتر گئیں اور ہم نشتر ہال پہنچ گئے نشتر ہال میں بہت زبردست پروگرام تھا مختلف پشتو سنگرز نے گانے گائے اور بڑے دلچسپ خاکے پیش کیے گئے تقریبا رات دس بجے پروگرام ختم ہو گیا اور ہم گھر واپس آ گئے البتہ میرے دوست حضرت سید نے زاہدہ کے بارے میں بہت باتیں کی زاہدہ تھی بھی

بہت خوبصورت اس کے نقش و نین بہت
خوبصورت تھے اور خاص افغانی ڈریس میں بہت
خوبصورت لگ رہی تھی بحرحال ہم نے واپس آنا
تھا آ گئے اگلے دن جب میں حضرت سید سے ملا تو
اس نے پھر زاہدہ کی تعریفیں شروع کر دیں اور اس
سے ملنے کا پلان بنا رہا تھا میں سمجھ گیا کہ جناب کو
عشق کی بیماری لگ گئی ہے اس لیے اس کو آرام نہیں
آ رہا۔

بحرحال میں چار دن گزر گئے مجھے حضرت
سید فٹ بال کے گراؤنڈ میں ملا علیک سلیک کے
بعد اس نے مجھے بتایا کہ کل زاہدہ ہمارے گھر آئی
تھی ہم دونوں نے اکٹھے چائے بھی پی اور کھانا
بھی کھایا اور خوب گپ شپ لگائی مزید اس نے
انکشاف کیا کہ تین سال پہلے زاہدہ کی شادی اپنے
کزن سے ہوئی تھی لیکن اس کا شوہر افغانستان
میں مارا گیا اور وہ بیوہ بن کر اپنی ماں اور بھائیوں
کے ساتھ پاکستان آئی جبکہ والد پہلے فوت ہو چکے
تھے اب یہاں آ کر کپڑے کا کاروبار کرتی ہے اور
میں نے دو تین جوڑے بھی اس سے خریدے ہیں
اور مزید یہ کہ اگلے ہفتے پھر آئے گی

میں نے مذاق میں کہہ دیا کہ مسٹر عاشق صاحب
آپ نے دو چار دنوں میں سارا کام ختم کر دیا ہے
یہ تو دو سال میں بھی ممکن نہ تھا اب اگلی ملاقات پر
شادی کا پیغام دے دو اور سال کے اندر اندر ان
سے شادی بھی کر لو لیکن یاد رکھو کہ یہ لوگ وفادار
نہیں ہوتے

حضرت سید جواب دیا کہ تو نہ بھی ملی تو بھی
میں تیرا ہوں یہ کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے
میری اپنی زندگی ہے یاد رہے کہ حضرت سید شادی
شدہ تھا لیکن شادی اس کی مرضی سے نہیں ہوئی تھی
اس لیے وہ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن ایک
دوست کی حیثیت سے میری ساری ہمدردیاں اس
کے ساتھ تھیں کیونکہ کچھ چیزیں ایسی تھی کہ میرے
بس میں نہیں تھیں اس لیے میں اپنی چھٹی گزار کر
واپس کوئٹہ چلا گیا زندگی روٹین کے مطابق گزر
رہی تھی حضرت سید کی زاہدہ سے کتنی ملاقاتیں ہو
ئی اور عہد و پیماں ہوئے یہ ایک الگ داستان تھی
لیکن میں اتنا بتا دیتا ہوں کہ ان دونوں کا ایک
دوسرے کے بغیر جینا مشکل ہو گیا حضرت سید کے
پاس اپنی گاڑی بھی تھی اچھی گزر بسر ہو رہی تھی اور
خاص کر یہ کہ والدین کا اکلوتا بیٹا تھا ذہین بھی کافی
تھا اور پورے خاندان کی آنکھوں کا تارا تھا۔

حضرت سید زاہدہ کے عشق میں کچھ اس قدر
کھو گیا کہ ہمیں بھی بھول گیا اور یہ بھی پتہ چلا کہ
دونوں کے والدین اس پر راضی نہیں ہیں کہ دونوں
کی شادی ہو جائے البتہ یہ عشق کی کہانی ہر زبان پر
عام ہو گئی۔

دل دماغ متفق نہ ہوئے پاک و ہند کی طرح
یہ محبت مجھے مسئلہ کشمیر لگتا ہے

کبھی سوات کی سیر اور کبھی مالاکنڈ کا چکر
اور کبھی پیر بابا کی زیارت کرنا ان کی روٹین بن گیا
تھا دن گزرتے گئے اور ان دونوں کا عشق پروان
چڑھتا رہا حضرت سید تو تھا لاڈلا جبکہ زاہدہ بھی اپنی
مرضی کی مالک تھی کسی سے ڈر خوف نہیں تھا دونوں
کے عشق کا خوب چرچا تھا۔

عشق واجب تھا ہم پر جو ہم نے کر ڈالا وفا
فرض ہے تم پر دکھتے ہیں ادا کرتے ہو یا قضا کر
تے ہو انہیں دنوں میں میری شادی تھی حضرت
سید زاہدہ سے بات کی اور شادی کے سارے کپڑ
ے ہم نے زاہدہ سے خرید لیے اس وجہ سے ہمار

ے گھر والوں کے ساتھ بھی جان پہچان ہو گئی اور
یوں وہ ہمارے گھر بھی آتی جاتی رہی کئی سال اس
طرح ہی گزر گئے لیکن دونوں کی شادی نہ ہو سکی
البتہ دونوں کی محبت میں ذرا برابر بھی کمی نہ آئی
میں بھی جب گھر آتا تھا تو دونوں سے ملاقات کرتا
تھا اور حال احوال پوچھتا تھا۔

اپنے آپ کو مارنا حرام ہے لیکن
تیرے بنا جینا جائز نہیں

ایک دفعہ گرمیوں کا موسم تھا میں وادی کوئٹہ
میں تھا اور اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا مجھے گاؤں
سے حضرت سید نے فون کر کے بتایا کہ زاہدہ مجھ
سے ناراض ہو گئی ہے اور اپنی پوری ٹیم کے ساتھ
کوئٹہ آئی ہے دو تین مہینے ادھر رہے گی اور گرمیوں
کے موسم میں ادھر کاروبار کرتی ہو گی یار زاہدہ کا پتہ
کر لو کہ وہ کوئٹہ کی کس جگہ رہے میرا تو اس کے بنا
جینا حرام ہے پتا نہیں وہ کیا کیا کہتا رہا میں تسلی دی
کہ مجھے ایک ہفتہ کا ٹائم دو کوئٹہ شہر میں ڈھونڈ لونگا
آپ فکر نہ کرو اگلے دن میں ڈیوٹی پر گیا تھا جب
واپس موٹر سائیکل پر آ رہا تھا تو مجھے دو کپڑے بیچنے
والی دو عورتیں یعنی کوچنی مل گئی میں نے ان سے
زاہدہ کا پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے
ساتھ رہتی ہے ہمارا ڈیرہ زرغون روڈ پر ہے لیکن
آج وہ پشین گئی ہوئی ہے میں قدرے مطمئن ہو گیا
ور شام کو موٹر سائیکل پر مطلوبہ جگہ پر پہنچا وہاں
کافی لڑکیاں اور عورتیں تھیں جو کے کپڑے کا کام
کرتی تھی ان میں زاہدہ کو ملا پوری صورت سے
سے آگاہ کیا زاہدہ نے مجھے بتایا کہ مجھے پتا تھا کہ
ہ آپ کے ذریعے مجھے ڈھونڈ لے گا آخر ڈھونڈ لیا
ں نے ان سے چائے پی اور واپس اپنی جگہ جو کہ
ینٹ میں تھی لا گیا حضرت سید کو فون کر کے پوری
صورتحال سے آگاہ کیا۔ ٹھیک دو دن بعد حضرت
سید بذریعہ ٹرین کوئٹہ پہنچ گیا میں نے جب اس کی
دیوانوں والی حالت دیکھی تو حیران ہو گیا میں نے
ان کو بتایا کہ مجنوں لیلیٰ کے پیچھے ادھر بھی پہنچ گیا ہو
ویسے آپ نے مجنوں کا ریکارڈ بھی توڑ دیا ہے
حضرت سید نے بتایا کہ پرنس صاحب یار یہ مذاق
نہیں زاہدہ کے بغیر ایک پل جینا مشکل ہے یا سر
اس کے بغیر جی نہیں سکتا کیا کروں

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر
ایک بات کہہ کر تو دیکھ کہ مجھے تیرے بغیر نیند
نہیں آتی

مختصر یہ کہ شام کو میں نے حضرت سید کو موٹر
سائیکل پر بٹھایا اور زاہدہ کے ڈیرے پر لے گیا
زاہدہ ابھی تک نہیں آئی تھی ہم دونوں گپ شپ
لگا رہے تھے کہ زاہدہ آئی اس کے ساتھ دوسری
کوچنی بھی تھیں علیک سلیک کے بعد میں نے موٹر
سائیکل حضرت سید کو دی اور کہا کہ آپ جب بھی
فارغ ہو واپس آ جاؤ موٹر سائیکل آپ کے پاس
ہی رہے گا میں رکشے میں بیٹھ کر واپس آ گیا اور پھر
رات دیر سے آیا پورا ایک ہفتہ ہو گیا صبح جانا اور
شام کو واپس آنا اس ایک ہفتے میں اس نے چمن
زیارت پشین ہنہ اوڑک ہنہ جھیل اور پورے کوئٹہ
کی سیر کی اور وہ بھی زاہدہ کے ساتھ ہفتہ گزرنے
کے بعد حضرت سید زاہدہ کو لے کر واپس پشاور
آ گیا اور ریلوے اسٹیشن پر الوداع کیا اور کافی
ساری سامان لی کر دیا چلو ہم نے بھی دوستی کا حق
ادا کر دیا اور اسپیشل مجھ سے تو بہت خوش ہوا اس
کے بعد کئی سال گزر گئے میرا تبادلہ کوئٹہ لاہور ہو گیا
اور پھر لاہور سے راولپنڈی آ گیا حضرت سید اور
زاہدہ کے عشق میں ذرہ فرق نہیں آیا جتنا عرصہ گزر رہا

تھا اتنا عشق مضبوط ہوتا گیا۔

وہ لہجہ وہ تیور قسم ہے تیرے وعدوں کی
ذرا بھی شک نہیں ہوا کہ تیرا پیار چھوٹا ہے

چند ماہ پہلے حکومت پاکستان نے اعلان کر دیا کہ تمام افغانی واپس اپنے ملک افغانستان جا میں واپس جانے والوں کو چار ہزار ڈالر بھی ملیں گے اور انکو منزل مقصود پر بھی پہنچا ئیں گے اس کا اعلان با قاعدہ بین الاقوامی ادارے نے بھی کیا اور یوں افغانی واپس جانا شروع ہو گئے۔

ہزاروں کے حساب سے افغانی واپس اپنے ملک چلے گئے اور جا رہے تھے جو کئی سالوں سے یہاں آباد تھے وہ لوگ بھی چلے گئے یہ حکومت پاکستان کی پالیسی بھی ہے اور اپنے ملک سے بوجھ کم کرنے کا ایک پلان بھی ہے۔

تجھے شاہ رگ میں رکھا ہے جان من
اتنا قریب دیکھ کر بھی میرا دل نہیں بھرتا

پچھلے دنوں حسب روایت مجھے چھٹی مل گئی تو میں اپنی کار میں گھر جا رہا تھا مجھے راستے میں حضرت سید ملا اس کی حالت دیکھ کر مجھ اس پر رحم آ گیا میں نے کار روکی اور اس سے ملا اس کی حالت پوچھی اس نے بھرے بازار میں رونا شروع کر دیا میں نے چپ کروایا اور پوچھا کہ آخر مسئلہ کیا ہے اس نے اتنا ہی بتایا کہ وہ چلی گئی۔

کون وہ اور کہاں چلی گئی ۔زاہدہ کوچی افغانستان چلی گئی۔

اف ربا یہ کیا ہو گیا میرے ذہن میں وہ سٹوری گردش کرنے لگی میں نے حضرت سید کو کار میں بٹھایا اور پوری سٹوری سننے کے لیے تیار ہو گیا اس کی آنکھوں میں آنسو کی لڑکیاں تیر رہی تھیں اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اس نے مجھے بتایا کہ چند

کوچی

دن پہلے زاہدہ گھر والوں کو حکم ملا تھا کہ آپ واپس جانے کی تیاری کریں لیکن یہ جانا نہیں چاہتی تھی آخر کار مجبور ہو کر جانے کے لیے تیار ہوئی رات سارا سامان لوڈ ہو گیا اور لوگ بھی میں بھی ساتھ تھا تمام ٹرک قافلے کے شکل میں بارڈر پر پہنچ گئے وہاں پر سارا سامان ان لوڈ کر دیا جو بارڈر سے دوسری طرف تمام ضروری کاغذات درست کر دیئے گئے اور پورا قافلہ جو کہ تقریبا دو سو ہند مشتمل تھا افغان احکام کے حوالے کر دیا گیا زاہدہ بھی رو رہی تھی اور میں بھی رو رہا تھا اس طور خم بازار میں بڑا تماشہ بنا سارے لوگ ہمارا تماشہ دیکھ رہے تھے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رو رہے تھے وہاں پر سکیورٹی کے ایک بندے نے مجھے پکڑ کر ایک سائیڈ پر بٹھایا اور زاہدہ کو بارڈر پار کروا دیا زاہدہ اپنے قافلے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی اور گاڑی جلال آباد کی طرف چل پڑی۔

زاہدہ کے دو بھائی اور ایک ماں بہن اور ماں بھی ساتھ تھی ان سب کو میرے اور زاہدہ کے بارے میں پتہ تھا کیونکہ ہمارا عرصہ بہت زیادہ ہو گیا تھا اور ویسے بھی میں زاہدہ کے گھر آتا جاتا رہا وہ تمام گھر والے مجھ سے پردہ وغیرہ نہیں کرتے تھے۔

نہ جانے ایسا کون سا رشتہ ہے
میرا اور اس کے درمیان
ہزاروں اپنے ہیں مگر یاد بس اس کی آتی ہے

تو پھر اس بارڈر سکیورٹی کے بندے نے مجھے پشاور کی گاڑی میں بٹھایا اور میں پورے راستے روتا رہا اور زاہدی کو یاد کرتا تھا درہ خیبر کی خوبصورت وادی کا بھی مجھ پر ترس نہیں آیا وہاں کے سنگلاخ چٹانیں بھی میری بے بسی پر ہنس رہی

تھیں میں ایک بارے ہوئے جواری کی طرح واپس آیا اور اور میں کیا کر سکتا تھا بس میری مجبوری تھی اور میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا

تیری محبت سے لے کر تیرے الوداع کہنے تک
صرف تمہیں چاہتے ہیں تم سے کچھ نہیں چاہتے

بس اپنے علاقے میں پہنچا تو پہلی ملاقات آپ سے ہوئی آپ نے کار میں بٹھایا اور ساتھ لے آیا یار یہ بتاؤ کہ افغانستان تو بہت بڑا ملک ہے وہ کس شہر کے رہنے والے تھے مزار شریف یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلا گیا اور میں دیکھتا رہ گیا۔

اگر تیرے بغیر جینا ہوتا تو قسم ہے خدا کی
تجھے یاد کرنا بھی گناہ کبیرہ سمجھتے

قارئین فیصلہ آپ کریں کہ اب میرا دوست کیا کرے افغانستان چلا جائے اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا اس کی محبت کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے لیکن میرے خیال میں یہ ممکن نہیں ہے نہ وہ افغانستان جا سکتا ہے اور نہ زاہدہ کو چھوڑ سکتا ہے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی محبت کو آہستہ آہستہ دل جائے۔

مثل تصویر ہوتے ہیں کچھ لوگ
گلے لگانے سے اکثر شفا ملتی ہے

اب تو میری

ب تو میری تنہائیوں کو بھی مجھ سے وحشت ہونے لگی
ہے
عا کرو کہ یہ موت ہی اب مجھ سے وفا کرے
کتنے تنہا ہوئے ہیں ہم فقط تمہارے روٹھ جانے سے
ساقی
کچھ ہمیں اس محبت کی اتنی کراری سزا تو مت دے
کتنی تنہا ہے میرے دل کی بستی
دیکھے تو ملنے چلے آؤ ایک بار
چی

روٹھنے والوں کا کیا وہ تو بن بتائے روٹھ جاتے ہیں
مریو
دکھ تو ان کو ہوتا ہے جو انہیں حد سے زیادہ چاہتے ہیں
ہم تنہا زمانے میں فقط اس لیے ہیں مریو
کہ ہمیں آج تک کوئی مخلص چاہنے والا نہیں ملا

مریو۔ چکوال۔

کچھ ہم بھی پاگل تھے

کچھ عمر کی پہلی منزل تھی
کچھ رستے تھے انجان بہت
کچھ ہم بھی پاگل تھے لیکن
کچھ وہ بھی تھے نادان بہت
کچھ اس نے بھی نہ سمجھایا
یہ پیار نہیں آسان بہت
آخر ہم نے بھی کھیل لیا

جس کھیل میں تھے نقصان بہت
جب بکھر گیا تب یہ جانا
آتے ہیں یہاں طوفان بہت
اب کوئی نہیں جو اپنا ہو
ملنے کو تو ہیں انسان بہت
اے کاش وہ واپس آ جائے
یہ دل ہے اب سنسان بہت

مریو۔ چکوال۔

☆ ــــــ محمد محسن ساغر۔ عارف والہ
زندگی بدل تو جاتی ہے خوش رہنے سے
اداس بہت ہوتا ہے دل غم سہنے سے
☆ ــــ محمد لقمان اعوان۔ گاؤں سریانوالہ
قبرستان میں اتنی خاموشی کیوں ہوتی ہے شہباز
لوگ تو اسے آباد کرتے ہیں اپنی جان دے کر

تنہائی

تحریر۔ شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ تنہائی۔ کہانی کے ساتھ حاضر ہوں۔ سلام عقیدت۔ میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹر صاحب کو نیا سال مبارک ہو میں اس بار آپ کی خدمت میں ایک ایسی داستان لے کر حاضر ہوئی ہوں اس سے پہلے آپ نے کبھی ایسی داستان نہ پڑھی ہوگی اور نہ سنی ہوگی آپ اس داستان کو پڑھیں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی ہیں کیسے عشق محبت دوستی کے نام پر گناہ کیے جاتے ہیں جن کو سن کر انسان کی روح کانپ جاتی ہے ایک لڑکی کی داستان جس نے ایک لڑکی سے محبت کی اس نے کیسی محبت کی کس قسم کی محبت کی اسکے ساتھ کیا کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے میری یہ داستان ضرور پڑھیئے گا۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں

بارش کی چند بوندیں پڑی جو زمین پر مہک اٹھی نہ جانے کب کی آس پہ قائم تھی یہ گھڑی جیسے اک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی چھو گیا بڑی مدت سے آس لگائے تنہائی میں بیٹھے پرانی یادوں کو لیے کہ شاید زخمی دل کو بھی سکون مل جائے کوئی ایسا گناہ بھی نہ تھا مگر سزا ایسی ملتی رہی کہ پل پل مر بھی نہ پائے یوں اس طرح بیٹھے جانے کب سے کب بچھڑے سوچ سوچ کر اپنی بکھری زندگی کو سمیٹ رہے تھے بند کمرہ اور کھڑکیوں سے آتی ٹھنڈی ہوا اور لہراتے پردے اک خاموش رات میں بہت کچھ کہہ رہے تھے میں اور میری تنہائی اور یہ ادھوری زندگی کی شام کچھ گزرے وقت کی ٹوٹی تصویریں کچھ آنے والی زندگی کا ڈر نا جانے کب زندگی بیت جائے ایسی حالت میں ایک عجیب سی کیفیت اور ہاتھ میں قلم لے کے لکھ دوں ایک ہی پل میں دل کے وہ تمام دکھ بیان کر دوں اس بارش میں اپنے آنسو تمام دکھ شاید کوئی نظر کرم میرے دل کی فریاد سن لے ایسے میں کچھ ایسے الفاظ دل سے ابھرے۔

بہت ناز کرتے تھے ہم تیری وفا پر راحت
پھر کیوں دل توڑ دیا آج ہمارا
خون کیا کچھ اس طرح سے میرا
نا کہہ سکے کسی سے نا بنا کوئی سہارا
محبت بس نام ہے دکھاوے کا ہمیشہ
ہم کر آج بھی کرتے ہیں ذکر ہمارا
جو کیا ہے آپ نے سلوک ہم سے
نا کرنا پھر کسی سے اب دوبارہ

کچھ اس طرح بیٹھے لکھ رہے ہیں اپنی بیتی داستاں کہ اچانک فون کی گھنٹی نے کسی بھولی بسری زندگی سے باہر نکالا نمبر پہچان میں نہیں آ رہا

تھا اور میری عادت نہیں انجان فون کال
لینے کی اتنے میں میسج آیا تو میں نے دیکھنا بہتر سمجھا
[illegible] ایک دم حیران رہ
گئی یہ فون کال کس کی ہوگی پھر اتنے میں ایک اور
میسج آیا جس میں لکھا تھا غلطی انسانوں سے ہوتی
ہے اچھے دل والے معاف کر دیتے ہیں اب بھی
میں سمجھ نہیں پائی کون ہے جو معافی مانگ رہا ہے
اور کال بھی کرتا ہے۔
ابھی میں سوچ بھی نہیں پائی تھی کہ فون ہے
پھر کال آ گئی میں نے فون اٹھا لیا۔ ہیلو کہنے والی تھی
کہ جواب آیا
پلیز فون بند نہ کرنا میں شانی ہوں پلیز میری
بات سن لو پھر چاہے جو مرضی سزا دینا شانی میری
خالہ زاد کا بیٹا تھا جس سے میری پچھلے کئی سالوں
سے دوستی تھی میری امی کے انتقال سے پہلے خالہ
چاہتی تھی کہ میرا رشتہ شانی سے ہو جائے مگر ابو نے
نا کر دی میں دل ہی دل میں شادی کو پسند کرتی تھی
مگر ابو کے آگے کچھ بھی کہنا ممکن نہیں تھا امی نے
کافی چاہا مگر بات نہ بنی اور اپنے حالات میں شانی
مجھ سے خفا ہو کر امریکہ چلا گیا اس طرح ہمارا رابطہ
ٹوٹ گیا کئی سال بعد جب اس کا فون اچانک آیا
تو حالات بدل چکے تھے بیچ میں اس نے کئی بار
کوشش کی مگر میں نے بات تک نہ کی اسی دوران
امی فوت ہو گئیں اور ابو نے میری شادی چچا کے
بیٹے حامد سے کر دی حامد بذات خود اچھا تھا مگر چچی
کبھی مجھے اپنی بہو نہ بنا پائی ہمیشہ لڑتے جھگڑتے
رہنا مشکل سے سات ماہ نکلے کہ حامد کار ایکسیڈ
نٹ میں موقع پر ہی چل بسے پھر تو جیسے چچی کو موقع
مل گیا تھا مجھے نکالنے کا آخرکار جو قسمت نے کیا تھا
اب میرا وہاں رہنے کا کوئی مقصد نہیں تھا ابو ملنے
آئے تو میں ان کے ساتھ آ گئی دل ہی دل میں
ٹوٹ سی گئی تھی نہ کوئی اپنا ایسا تھا جس کے گلے لگ
کر رو لیتی آج ابو کو بھی اپنے فیصلے پہ پچھتاوا تھا کہ
میں نہ ہی یہ رشتہ زبردستی کرتا مگر ہونا بھی کیا
تھا جب قسمت میں لکھا ایسی ہی تھا بحر حال وقت
گزرتا گیا اب ایسے میں اچانک شانی کا فون آیا
حیران کر دینے والی بات ہی تھی نا ہر ایک انسان کی
اپنی سوچ ہوتی ہے۔
کہو شانی کیا حال ہے کیسے ہو آپ۔ آج
کیسے فون کیا۔
کیسی ہو میں اب پاکستان آیا ہوں تو پتا چلا
گھر سے مجھے تو کسی نے فون پہ بتایا ہی کچھ نہیں
اور میں نے جب بھی فون کیا تم نے کبھی بات نہیں
کی ایسا بھی کیا غصہ میرب تم تو مجھے سمجھ سکتی تھی نا
میں آج بھی تم سے دور نہیں
میں نے فون بند کر دیا اور میرے آنسو نا
جانے کیسے میرا دل پھوٹ کر رو پڑا کافی کالز کرتا
رہا مگر میں نے فون نہ اٹھایا جیسے ایک بار پھر کسی نے
میرے زخموں کو ہرا کر دیا تھا۔

بھول جانا اتنا آساں ہوتا اگر کبھی
تو بھول گئے ہوتے کبھی کے تمہیں
ایک لمحہ بچھڑنا گوارہ نہ کیا تھا ہم نے
مدت ہوئی تیرا ذکر بھی کیے ہمیں
یہ قصور تیری بسائی دنیا کا ہے
پھولوں کے بدلے کانٹے بوئے تم نے

محبت اگر سچی ہوتی تو تب ہی جدا نہ ہوتے
زمانے سے لڑ کے کے لیے تیار ہوتے میرے اس
رویے سے شانی کو اور تجسس ہوا کہ ایک بار اب ملنا
ہے۔ اور دوسرے ہی دن شانی اپنی امی کے ہمراہ
گھر آ گیا میں نے جب دیکھا خالہ کو تو ایسے محسوس

ہوا کہ امی آ گئیں میری آنکھیں نم ہو گئیں۔
خالہ نے مجھے گلے لگا لیا پیار کیا شانی سے
نظریں چرا رہی تھی مگر وہ ہر بار مجھ سے بات کرنے
کا بہانہ تلاش کرتا رہا۔
رات گئے تک تمام گھر والے بیٹھے باتیں
کرتے رہے اور ایسے میں اچھا موقع دیکھ کر خالہ
نے پھر ایک بار ابو سے بات کی کہ میرب میری
بہن کی بیٹی ہے اس طرح جو بھی ہوا وہ قسمت کی
مرضی بھی گھائی مگر آج بھی میں اپنی بیٹی بنانے کی
منتظر ہوں۔ شانی آج بھی اتنا پیار دے گا جتنا وہ پہلے
دے سکتا تھا ایک بار سوچ کر دیکھیں مگر ابو نے اس
وقت نا ہاں کی اور نہ نا کی بس خاموش رہے آخرکار
ایک دن نکل گیا میں اپنے کمرے میں تھی کہ ابو
اندر آئے اور کہا
میرب بیٹا کچھ بات کرنی ہے تم سے
جی ابو ایک دم سے میں نے جواب دیا۔
بیٹا تیری خالہ کل سے آئی ہے اور میرے
جواب کی منتظر ہے کیا کہوں بچے آج کوئی بھی
زندگی کا فیصلہ لینے سے پہلے تیری رائے پہلے ہے
میں ذرا سی مسکرائی اور کہا
ابو کل تک جب میں آپ کی امانت تھی تو
آپ نے میری رائے نہ پوچھی کیا آج اتنی پرائی
ہو گئی کہ میری رائے کی ضرورت آپ کو لینی پڑ گئی
ہے اگر آپ اپنی مرضی آج بھی کرتے ہو تو کیا میں
نے نا کرنی آپ کے خلاف چلنا ہے۔ بس ابو کی
آنکھ بھر آئی اور میرے سر پر پیار دیا اور خاموش
چلے گئے کھانے کا وقت ہوا جب نے کھانا کھایا
پھر شام کی چائے کا وقت ہوا تو خالہ نے ہمت کر
کے ابو سے پوچھا۔
آج میری شام تک واپسی ہے مجھے آپ کا
جواب چاہئے کیا سوچا ہے پھر آپ نے بھائی۔
ابو بولنے لگے تو ایک دم بات کاٹتے ہوئے
خالہ نے کہا گستاخی معاف بھائی کچھ بھی کہنے سے
پہلے ایک بار میرب کی طرف دیکھیں اور پھر میری
طرف یہ تو وعدہ نہیں کرتی زندگی کب تک ساتھ
دے گی میرا مگر جب تک ہوں اسے بیٹے بنا کر
رکھوں گی
یہ سن کر ابو کی آنکھ بھر آئی اور ہاں کر دی جب
مرضی شانی کو سہرا باندھ کر لے آؤ میں بیٹی رخصت
کر دوں گا خالہ کی تو جیسے خوشی ہی سنبھل نہیں پا رہی
تھی بحر حال ایک ہفتہ کے دن رکھے گئے اور میری
نئی زندگی کا آغاز ہو گیا آج میری بھولی بسری
زندگی کا اختتام تھا مگر پھر بھی وقت تو لگے گا پرانے
زخم بھرتے میں نے بھی خاموشی سے سب تسلیم کیا
کہ جو وقت گزر گیا اسے یاد کیوں کرنا آگے بھی تو
زندگی پڑی ہے بس ایک التجا ہے اس مالک حقیقی
سے کہ میرے لیے بھی کچھ رحمت کر دیں۔
شازیہ چوہدری شیخوپورہ۔

میری ماں تجھے میرا مسکرانا یاد آئے گا
وہ اتنے پیار سے مجھ کو بلانا یاد آئے گا
میں نادان ہوں جو روتا ہوں تو ہاتھوں سے کھلا مجھ کو
ماں تجھے وہ پیار سے مجھ کو کھلانا یاد آئے گا
میری ضد تھی کہ اب میں لنچ بھی تیرے ہاتھوں سے
کھاؤں گا
میرے بستے میں تجھے وہ لنچ چھپانا یاد آئے گا
لگا کر اپنے سینے سے مجھے رخصت تو کرتی تھی
وہ مڑ مڑ کر تجھے میرا ہاتھ ہلانا یاد آئے گا
امیدیں اب نہیں رکھنا میری ماں واپس آنے کی
تجھے اب عمر بھر میرا وہ جانا یاد آئیگا
کشور کرن۔ پتوکی۔

محبت تمہیں سلام

تحریر۔ ریاض احمد باغبانپورہ لاہور۔ 0341.4178875۔ قسط نمبر 1

محترم بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین کرام آج کافی عرصہ کے بعد ایک قسط وار کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں لکھنے کو دل تو بہت کرتا تھا لیکن وقت کی کمی تھی اس لیے کئی سالوں سے کچھ بھی نہ لکھ سکا لیکن اب لکھ دیا ہے امید ہے کہ آپ کے دلوں پر یہ کہانی راج کرے گی یہ کہانی عشق کی ہے چاہت کی ہے محبت کی ہے جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دولت بیکار لگتی ہے۔ نشا نے علی کو چاہا ایک رانگ نمبر پر اس کی علی سے بات ہوئی اور بات ایسی ہوئی کہ اس کی زندگی میں محبت چاہت نے کروٹ بدل لی تھی وہ بھول گئی تھی کہ علی ایک غریب انسان ہے جبکہ وہ ایک رئیس زادی ہے اس کو تو بس علی سے محبت ہوگئی تھی اور ایسی محبت کی کہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کو علی سے کتنی محبت ہے اس کو تو ہر طرف علی کا ہی چہرہ دکھائی دیتا تھا اس کے سپنے دیکھتی تھی اس میں نے اس کہانی کا نام محبت تمہیں سلام رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

نشا قارئین کرام کچھ مصروفیات کے باعث میں محبت تمہیں سلام کا اگلا حصہ نہ لکھ سکا جس کے لیے معذرت خواہ ہوں آپ قارئین کی کال سے اندازہ ہوا کہ آپ سب کو محبت تمہیں سلام کی اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے تو آئیے اب اگلی قسط کی طرف چلتے ہیں اور کوشش کروں کہ آپ کو اب ہر ماہ یہ قسط وار کہانی پڑھنے کو ملتی رہے گی۔ علی پیسوں کے لالچ میں نشاء کے گھر ماں کے ساتھ پہنچ جاتا ہے۔ کچھ حصہ پچھلا لکھ رہا ہوں تاکہ آپ سب سمجھ جائیں۔

علی آؤ میرے ساتھ اتنا کہہ کر وہ اندر کمرے کی طرف چل دی۔ علی بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آگیا۔ نشا نے کمرے میں لگی ہوئی ایک الماری کھولی اور دس لاکھ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیئے اور کہا۔

میری جان اگر مزید ضرورت ہو تو بتانا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ مکان بنانے کے لیے یہ کم پڑ جائیں گے۔ یہ سن کر علی کو حوصلہ ہوا۔ وہ بولا۔

ہاں جانتا ہوں کہ کم پڑ جائیں گے لیکن کام شروع تو ہو تم کون سا کہیں بھاگی جا رہی ہو ضرورت پڑے گی تم کو آواز دے لیں گے۔ اور پھر میرے گھر میں سب کچھ تمہارا ہی تو ہے تم جب سے میری دوست بنے ہو ہمارا رہن سہن بدل گیا ہے ہم بھول ہی گئے ہیں غربت بھی کوئی بلا ہوتی ہے۔ علی کی بات سن کر نشاء ایک گہری سانس لے کر رہ گئی صرف دوست اس کے علاوہ کچھ بھی

نہیں کاش علی ایک بار کہہ دے کہ وہ بھی صرف اسی کا ہے لیکن علی نے ایسا نہ کہا تھا

علی میں تمہارے ساتھ تو زندگی بھر کے لیے ہوں تم ہی مجھ سے دور ہو میں تو تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔ بس تم ایک بار میرے بننے کی حامی بھرلو۔

نہیں نہیں نشا تم کو سب کچھ بتلاچکا ہوں کہ میں رضیہ کو چاہتا ہوں اور وہی میرا پیار ہے۔ تم کو پہلے دن کہا تھا کہ تم میری دوست ہو بس اس کے آگے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہے۔ علی ایک گہری سانس نے کر رہ گیا اور اس کے منہ سے نکلا کاش میں نشاء نہ ہوتی رضیہ ہوتی۔ اس کی اس بات پر علی مسکرادیا۔ اور پھر شام تک وہ ماں بیٹا نشا کے گھر میں رہے اس کے بعد وہ واپس آگئے۔ ماما بہت ہی خوش تھی کہ اس کے ہاتھ میں دس لاکھ موجود تھے اور ایسی ہی حالت علی کی بھی تھی وہ بھی ماما کے ساتھ ساتھ خوش تھا۔

بیٹا ہماری تو لاٹری لگ گئی ہے میں نے کچھ سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دن میرے ہاتھ میں دس لاکھ ہوں گے پوری زندگی بیت گئی ہے لیکن میں نے اتنے پیسے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ماں نے خوشی سے علی کو کہا جو گاڑی میں گہری سوچ میں تھا وہ سمجھ نہ سکا کہ اس کی ماں نے کیا کچھ اس سے کہا ہے۔ کہاں گم ہو بیٹا ماں نے اس کے کندھے کو دباتے ہوئے کہا۔

اوں۔۔ وہ اتنا ہی کہہ سکا؛۔ ماں میں نشاء کے بارے میں سوچ رہا تھا ماما ہم اس بچاری کے ساتھ غلط کررہے ہیں اس کے جذبات کے ساتھ کھیل رہے ہیں وہ جس محبت کو لے کر چل رہی ہے شاید میں اس کو وہ محبت نہ دے سکوں اور میں نہیں چاہتا کہ میں مزید اس کو لوٹوں ۔علی کی بات سن کر ماں چونکی۔

پاگل ہوگیا ہے تو۔ میں کچھ اور سوچ رہی تھی اور تم کچھ اور کہنے لگے ہو۔ کچھ بھی غلط نہیں ہورہا ہے جو کچھ بھی ہورہا ہے ٹھیک ہورہا ہے اگر قسمت ہم پر مہربان ہوئی ہے تو ہم اس کو کیسے ٹھکرائیں۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اگر تم اس کو غلط سمجھ رہے ہو تو میں وہ کچھ کردوں گی جو تم نے سوچا بھی نہ ہوگا۔

کیا کیا۔ وہ چونکا۔

یہ کہ تمہاری شادی نشاء کے ساتھ۔

نہیں نہیں۔ ماما نہیں اب ایسا مت کرنا میں رضیہ کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا ہوں وہ میرا پیار ہے۔ پیسوں کی خاطر میں اپنے پیار کو کھونا نہیں چاہتا ہوں۔ آپ نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا ہے ہاں پہلے دن میرے دل میں لالچ آیا تھا لیکن اب نہیں ہے اب میرا ضمیر مجھے جھنجھوڑ رہا ہے کہ میں نشاء کے ساتھ جو کچھ بھی کررہا ہوں غلط کررہا ہوں۔ اور شاید میں اب مزید ایسا کچھ نہ کروں۔

تیرا۔۔ تیرا۔ تیرا دماغ خراب ہوگیا ہو ماں نے اتنا کہا اور پھر خاموش ہوگئی کئی لمحات خاموشی میں بیت گئے تب وہ بولی دیکھو میرے کچھ خواب ہیں کچھ سپنے ہیں جو پورے ہورہے ہیں خدا کے لیے میرے ان سپنوں کو ٹوٹنے نہ دینا۔ تم جانتے ہو کہ ہماری زندگی کتنی کٹھن گزری ہے آج اگر کچھ مل رہا ہے تو۔۔۔۔ پلیز بیٹا اپنے ضمیر کو سمجھاؤ کہ ہم کچھ بھی غلط نہیں کررہے ہیں اور ہم زبردستی تو اس سے نہیں رہے ہیں وہ اپنے شوق سے دے رہی ہے دیکھا نہیں تم نے اس کے اعلی شان بنگلے کو اربوں روپے کی مالک ہے۔ اگر اس میں کچھ رقم ہمیں وہ دے رہی ہے تو کیا حرج ہے۔ آخر کو وہ اکیلی ہی تو اس ساری جائیداد کی مالک ہے۔ اتنی جائیداد کو اس نے کہاں لے کر جانا ہے۔ بس تم چپ رہنا کچھ بھی مت بولنا۔ وہ جو جو کرتی ہے اس کو کرنے دینا اور ویسے بھی مجھے رضیہ کے پچھن کچھ اچھے نہیں لگ رہے ہیں وہ یوں لگ رہا ہے جیسے ہم لوگوں سے نہیں ہمارے ہاتھ میں جو پیسے آرہے ہیں ان سے محبت کرتی ہے میں نے اس کی باتوں سے نوٹ کیا تھا۔

ماں کی اس بات پر علی چونکا۔ ایسے جیسے اس کی ماں نے اس کی دل کی بات کو اچک لیا ہو۔ ایسا ہی وہ بھی محسوس کررہا تھا۔ کہ رضیہ کو اس سے زیادہ اس کی دولت سے محبت ہو۔

ہاں ماں لگتا تو ایسے ہی لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارا وہم ہو۔ کیونکہ وہ بچپن سے میرے ساتھ ہے مجھ سے پیار کرتی ہے اور یہ پیار منٹوں لمحوں میں ختم نہیں ہوجاتا ہے۔ پیسے کی لگن کسے نہیں ہوتی ہے ہم اس کو غلط سمجھ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ دل میں کتنی خوش ہو کہ اس کی تمام ضرورتیں مجھ سے پوری ہورہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی طرح اس کے دل میں ہزاروں خواب ہوں ہزاروں سپنے ہوں جو وہ پورے کرنا چاہتی ہو۔ علی کی باتوں نے ماں کو لاجواب کردیا۔ اور باقی کا سفر خاموشی سے بیت گیا۔ لیکن ماں دل میں بہت ہی خوش تھی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ وہ جلدی ایک اچھا سا مکان بنانے میں کامیاب ہوجائے گی اور پھر اس کو نشاء کی باتیں بھی یاد تھیں کہ ماما مکان کے لیے بہت سارے پیسے ہونے چاہیے لیکن آپ ٹینشن مت لینا میں ہوں ناں آپ کی بیٹی میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ تھی قدرتی مسکراہٹ۔

چند دنوں میں مکان کی تیاری شروع ہوگئی تھی علی کے پاپا کی ڈیوٹی مکان بنانے میں لگ گئی تھی۔ وہ سارا دن پلاٹ پر رہتے اور رات گئے تک واپس آتے۔ اس کو کچھ بھی علم نہ تھا کہ اتنے پیسے کہاں سے آرہے ہیں۔ ایک جھوٹ تھا جو ان سے مسلسل بولا جارہا تھا کہ علی کی لاٹری لگی ہے اور مکان بنانے کے لیے پیسے ان کے پاس موجود ہیں اگر کم پڑ گئے تو کسی سے پکڑ لیں گے۔ وہ ان کی باتوں سے مطمئن تھا لیکن اس کے دل میں ایک خلش تھی کہ جیسے ان کے ساتھ مسلسل جھوٹ بولا جارہا ہے کہ خیر ایک اچھے مکان کا ڈھانچہ تیار ہوگیا تھا۔ علی کا رابطہ مسلسل نشاء کے ساتھ تھا بلکہ اس کی ماما کا بھی اب رابطہ ہوگیا تھا علی ماما کی بات بھی کروادیتا تھا۔ ماں نشاء سے بات کرکے بہت ہی خوش ہوتی تھی اور دعائیں بھی دیتی تھی کہ اس کی وجہ سے آج ہم معاشرے سے برابری کررہے ہیں ورنہ ہمیں تو کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔ اور وہ ہر بار مسکرادیتی تھی۔

نشاء بیٹی میں کئی دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کھوئی کھوئی سی رہتی ہو کیا بات ہے کیا کوئی مسئلہ ہے ایک دن نشاء کے پاپا نے پوچھ لیا۔ وہ پاپا کی بات پر مسکرادی۔

نہیں پاپا ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے بس ایسے ہی دل نہیں چاہتا ہے کہیں بھی جانے کو دل چاہتا ہے کہ میں ہوں اور تنہائی ہو۔ بس۔

نہیں بیٹا۔ میں بہت کچھ محسوس کررہا ہوں بتاؤ کیا بات ہے میں تمہارا باپ ہوں اور پھر تم ہی میرا سب کچھ ہو۔

پاپا کی بات پر وہ ایک آہ بھر کر رہ گئی ان کو کیا جواب دیتی کہ وہ کسی سے پیار کرنے لگی ہے اور جس سے پیار کرتی ہے وہ کسی کو پیار کرتا ہے اس کا پیار یکطرفہ ہے وہ کیا بتاتی اس کے پاس پاپا کی بات کا جواب نہ تھا اس کا دل چاہا کہ وہ رو دے لیکن ایسا کر کے وہ پاپا کو پریشان نہ کرنا چاہتی تھی۔ بس ٹالتی ہی رہی اور پاپا بھی اس کی باتوں میں آ گئے۔ اور مسکرا کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

آہ علی تم نے مجھے کس سوچ میں ڈال دیا ہے میں نے تو کبھی سوچا نہ تھا کہ مجھے تم سے اتنا شدت سے پیار ہو جائے گا۔ اے کاش میں نشاء نہ ہوتی رضیہ ہوتی جس سے تم پیار کرتے جس کی تم ہر خواہش کو پورا کرتے۔ کاش میں تمہارے پیار کو خرید سکتی لیکن پیار بکتا نہیں ہے اگر بکتا ہوتا تو میں کب کا تم کو حاصل کر چکی ہوتی۔ پاپا کے جانے کے بعد وہ سوچتی ہی رہ گئی اور پھر اس نے علی کو کال کر دی۔

ہائے علی جان۔

ہائے نشاء۔ علی نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا ہو رہا ہے۔ نشاء نے سوال کر دیا۔

وہی پہلے والے تمام سلسلے ہیں بس تمہارا ہی ذکر ماں کے لبوں پر رہتا ہے۔ تمہاری تعریفیں کرتے کرتے وہ تھکتی نہیں ہیں۔ پتہ نہیں تم نے ان پر کیا جادو کر دیا ہے۔ علی کی بات پر وہ آہ بھر کر رہ گئی اور انجانے میں ان کی زبان پر سے نکل گیا کاش علی یہی جادو تم پر چلا ہوتا۔

کیا کہا۔۔۔ علی چونکا۔

کچھ نہیں۔ اچھا بتاؤ تمہاری رضیہ کیسی ہے۔

وہ فٹ فاٹ ہے کل ہی وہ مجھے ملی تھی وہ ہی سندر لگ رہی تھی بس دل چاہ رہا تھا کہ وہ میرے سامنے بیٹھی رہے اور میں اس کو تکتا رہوں۔ علی رضیہ کی تعریفیں کرتا جا رہا تھا اور وہ اندر سے کٹتی جا رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ فون بند کر کے رو دے۔ لیکن ایسا نہ کر سکی وہ بس بجھے دل سے سنتی جا رہی تھی۔ وہ کیا کیا بولتا رہا وہ کچھ بھی جان نہ سکی بس اتنا جانتی تھی کہ اس کا دل پھٹتا جا رہا ہے اور وہ دل کے بوجھ تلے دبتی جا رہی ہے۔ فون بند ہو گیا تو اس کی ساتھ ہی آنکھیں بھی بہہ نکلیں۔ آج وہ کھل کھلا کر روئی تھی۔ آج سے پہلے وہ اتنا نہیں روئی تھی آج سے پہلے علی نے کبھی بھی رضیہ کی اتنی تعریفیں نہ کی تھیں جتنی آج اس نے کر دی تھیں۔

یا خدایا میں کیا کروں۔ میں اس ظالم انسان سے پیار کر چکی ہوں ایسا پیار جو آج تک کسی نے نہ کیا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور ساتھ ساتھ علی کے فون کے بارے میں بھی سوچ رہی تھی وہ کیا کرے کچھ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

بیٹا تم نے کبھی بھی مجھ کو نشاء بیٹی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ وہ کیسی ہے کیا کچھ کہتی ہے۔ آج کل تم دونوں کی دوستی کیسی جا رہی ہے کچھ بھی نہیں بتایا ہے سچ پوچھو تو میرا دل اس کو اپنی بہو بنانے کو کرتا ہے۔ رہنے دو رضیہ کو بس نشاء بیٹی کا سوچو بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ کتنا پیار ہے اس کے دل میں۔ کتنی چاہت کی تھی اس نے ہماری ہمیں یہ تک احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ہم اس کے سامنے کیڑے مکوڑے ہیں۔ ہماری اس کے سامنے کوئی بھی تو حیثیت نہیں تھی۔ لیکن اس نے اپنوں جیسا سلوک کیا تھا۔ نہ صرف اپنا سمجھا تھا

بلکہ جو جو ہم نے کہا وہ اس نے کیا ہماری جیبیں نوٹوں سے بھر کر ہمیں بھیجا ہے۔ ماں نے علی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں ماں سچ کہتی ہو۔ علی نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی بہت ہی اچھی ہے اس جیسا شاید کوئی بھی نہ ہو لیکن میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں جس میں رضیہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ رضیہ ہی میری زندگی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر رضیہ مجھے نہ ملی تو شاید میں جی نہ پاؤں۔ اور پھر نشاء کو سب معلوم ہے میں نے اس سے کہا ہوا ہے کہ میں اس سے دوستی تک بات کیا کروں گا اس کے آگے نہ وہ سوچے نہ میں۔

ہاں جانتی ہوں کہ تم نے اس کو ایسا ہی کہا ہوا ہے لیکن وہ بہت آگے تک سوچ چکی ہے اتنا آگے تک کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہوا ہے کہ وہ تمہارے سپنے دیکھتی ہے تمہیں چاہتی ہے تم سے پیار کرتی ہے تمہاری پوجا کرتی ہے۔ اگر تم اس کو نہ ملے تو شاید وہ جی نہ سکے۔ ماں نے اس کو سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ مسکرا دیا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ پھیکی تھی بہت ہی پھیکی۔ ساتھ اس کے موبائل پر بیل بجنے لگی اس نے دیکھا تو رضیہ کا فون تھا۔

لو رضیہ کا فون آ گیا ہے۔ ساتھ اس نے کال او کے کر دی۔ ہاں رضیہ بولو۔

علی تم کہاں ہو میں تم کو تلاش کرتی پھرتی ہوں لیکن تم پکڑائی نہیں دیتے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ تم اونچے لوگ ہم غریب تم کو کیسے دکھائی دیں گے۔

علی مسکرا دیا۔ اور بات کرتا کرتا باہر صحن میں آ گیا کہ اس کی ماں اس کی باتیں نہ سن سکے۔ ہاں تو میری جان مجھ کو کیوں تلاش کر رہی تھی بولو ناں غلام حاضر ہے۔

ایک تو تمہیں باتیں بنانی بہت آتی ہیں لیکن کر کچھ بھی نہیں سکتے ہو میں اس وقت مارکیٹ میں کھڑی ہوں ایک جیولری کا سیٹ مجھے بہت ہی پسند آیا ہے اور میں وہ ہر حال میں لینا چاہتی ہوں اور تم ہی مجھے لے کر دے سکتے ہو اور میں لینا بھی تم سے چاہتی ہوں۔

واؤ۔ علی خوشی سے بولا۔ میں ابھی آیا۔ بس کچھ دیر میرا ویٹ کرو۔ اتنا کہہ کر اس نے موبائل بند ہی کیا تھا کہ نشاء کی کال آ گئی۔ اوہو اس نے بھی ابھی کال کرنی تھی۔ اتنا سوچ کر اس نے کال او کے کر دی۔

علی میری جان کہاں گم ہو۔ کل سے تم نے کوئی بھی رابطہ نہیں کیا ہے گھر میں سب خیریت تو ہے ناں۔ مجھے تمہاری ٹینشن لگی ہوئی ہے۔

ہاں نشاء میں بالکل ٹھیک ہوں فٹ فاٹ ہوں۔ بس ابھی ابھی رضیہ کی کال آئی تھی وہ مجھے بلا رہی ہے۔ اور تم جانتی ہو کہ وہ بلائے تو مجھے اس کے پاس جانا ہوتا ہے۔ علی کی بات سن کر وہ بجھ سی گئی اس کے پاس اور بات کرنے کو کوئی بھی جواب نہ رہا تھا وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے بس اس کو دیکھتی رہی۔ علی فون بند کر کے چل دیا۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے جواب عرض کا آئندہ کا شمارہ ضرور پڑھیے

قارئین کرام کچھ ٹینشن کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکا معذرت خواہ ہوں آئندہ شمارہ مکمل کہانی آپ کو پڑھنے کو مل جائے گی۔

بے درد زمانہ

۔۔تحریر۔شاہد رفیق سہو۔کبیر والا۔0345.3272617۔

آپا شبانہ سب سے بڑی اور میں والدین کی نو اولادوں میں سب سے چھوٹی تھی ان دنوں ایف اے کی طالبہ تھی جب ایک روز آپا کا فون آیا کہ ان کے جیٹھ کے بیٹے کی شادی ہے ہم سب کو مدعو کیا تھا لاہور میں رہتی تھیں ابو جان کافی سخت مزاج تھے ہم کو کہیں جانے کی اجازت نہ تھی حتیٰ کہ سگی بہن کے گھر بھی نہیں یہی سبب تھا کہ میں نے ابھی تک آپا کا گھر نہیں دیکھا تھا امی نے فون پر بات کی اور آپا نے بتایا کہ وہ ناسازی طبع کے باعث شادی میں نہیں آسکتی تو انہوں نے اصرار کیا کہ آپ نہیں جاسکتی تو مجھے اور شہزاد کو بھیج دیں وہ بولیں۔

کیسے بھیج دوں تمہارے ابو ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔آنکھوں میں لاہور دیکھنے کے حسین خواب سجائے میں اڑ گئی کہ کالج کی چھٹیاں ہیں کبھی کہیں نہیں گئی اس بار ضرور جانا ہے آپ ابو سے بات کریں والدہ جانتی تھیں وہ فورا منع کردیں گے لہذہ بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جب میں لاہور جانے کی آرزو میں دو دن تک روتی رہی تو ماں کو ترس آگیا بہت سمجھ کر والد صاحب سے بات کی حسب توقع ہی جواب ملاتم جارہی ہو تو ثانیہ کو ساتھ لے جاؤ وہ اکیلی نہیں جاسکتی میری خاطر والدہ کو تیاری باندھنا پڑی۔وہ بلڈ پریشر کی مریض تھی سفر سے گھبراتی تھیں لیکن آپا نے بار بار فون کر کے کاہ کہ آپ ضرور آئیں ورنہ میرے سسرال والے ہی سمجھیں گے کہ آپ لوگ ان کی خوشی میں شامل ہونے سے کتراتے وہ آپا شبانہ کا یہ کہنا بجا تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی ان کی نند اور بڑے دیور کی شادی پر ہم سے کوئی شرکت نہ کرسکا تھا اس بار انہوں نے سختی سے الٹی میٹم دے دیا کہ اگر نہیں آئے تو ہمیشہ کے لیے ناتا ختم کرلیں گے والد صاحب نے جانے سے معذرت کرلی اور وہ

کسی بیٹی کے ہاں جا کر رہنے میں بس کی محسوس کرتے ہیں ہمیشہ بیٹوں کے سسرال سے دور رہی ہے امی جان البتہ رشتوں کو نبھالی ہیں کہ لاہور جائیں گے شادی میں خوب مزہ آئے گا سبھی رشتے داروں سے ملاقات ہوگی شادی میں پہننے کے لیے تین خوبصورت جوڑے بیگ میں رکھے جیولری جوتے وغیرہ پوری تیاری دودن پہلے ہی کر لی تھی بدقسمتی سے جس روز جانا تھا امی جان کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی بلڈ پریشر بڑھ گیا انہوں نے شہزاد سے کہا دردانہ چھوٹی بہن کو کہو گاڑی بھیج دے اس کا ڈرائیور ہمیں لاہور چھوڑ کر آجائے گا میں کوچ میں ہرگز رسفر نہیں کرسکتی دردانہ باجی امیر گھر میں بیاہی ہوئی تھی ان کے پاس تین گاڑیاں تھیں ایک باجی ہی کے زیر استعمال رہتی تھی کسی رنجش کی وجہ سے آپا نے باجی دردانہ کو مدعو نہ کیا تھا لہذہ وہ نہیں جا رہی تھیں لیکن انہوں نے گاڑی بھیجوا دی تھی امی جان نے والد صاحب سے چوری چھپے گاڑی منگوائی تھی ابو ہرگز دامادوں کا احسان نہیں اٹھاتے تھے ان کو پتا چلتا قطعی ہم کوان کی کار میں لاہور جانے کی اجازت نہ دیتے فعہ مختصر ہم دردانہ باجی کے گھ ٹیکسی میں پہنچے وہاں ان کی گاڑی لاہورروانہ ہوئے امی نے دردانہ سے کہہ دیا تھا کہ یہ بات تمہارے ابو کو پتا نہیں چلنا چاہیے یہ اہتمام امی جان نے دراصل میری خوشی کی خاطر کیا تھا کہ میں لاہور جانے کے لیے مری جا رہی ہوں صبح دس بجے ہم لوگ اپنے گھر سے روانہ ہوئے لیکن پچیس منٹ کے سفر کے بعد امی جان کی طبیعت بگڑنے لگی ان کا بی پی بڑھ گیا اور دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی تب انہوں نے ڈرائیور کو کہا زمان گاڑی واپس لے لو دوبارہ ہم دردانہ باجی کے گھر لوٹ آئے امی کی حالت دیکھ کر باجی کہنے لگی سفر ملتوی کیجئے یہ نہ ہو کہ راستے میں کوئی مسئلہ بن جائے یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو آگئے اپنی قسمت کو کوسنے لگی امی نے میری طرف دیکھا تبھی بولیں۔

شہزاد تم اور ثانیہ چلے جاؤ دو تین دن کی بات ہے تب تک میں دردانہ کے پاس رہ لوں گی واپسی میں مجھے لیتے ہوئے گھر جانا ماں کی پرواہ کیے بغیر ہی میں خوشی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی یوں ہم دونوں بہن بھائی لاہور روانہ ہو گئے پانچ گھنٹوں کا سفر پلک جھپکتے ہی کٹ گیا شام چار بجے ہم آپا کے گھر پہنچے جب ہوش سنبھالا تو پہلی بار ان کے گھر آئی تھی ان کا گھر بڑا ہی خوبصورت تھا ناصر بھائی کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی بڑی دھوم دھام تھی مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا اپنی میں خوبرو بھی تھا جس کا نام شاہ معظم تھا یہ آپا کی چھٹی جٹھانی کا بھائی تھا قریبی رشتے دار ہونے کی وجہ سے گھر میں آزادانہ گھوم رہا تھا گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور شہزاد سے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا پہلی نظر میں مجھے محسوس ہوا کہ اس نے مجھے پسند کر لیا ہے پھر جلدی ہی اس نے میرے بھائی کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی جوڑ لیا تھا جلد وہ دونوں زیادہ تر ساتھ نظر آنے لگے تاہم جونہی شہزاد ادھر ادھر ہوتا معظم کی نگاہیں مجھے تلاش کرنے لگتیں شادی کے گھر میں کام بہت ہوتے ہیں وہ بہانے بہانے سے مجھے کام بتاتا حالانکہ وہاں اور بھی رشتے دار لڑکیاں موجود تھیں۔ بار بار مہمانوں کے لیے چائے بن رہی ہے آپا نے مجھے کچن سنبھالنے کو کہا وہاں چائے بنانے لگی کہ اچانک وہ مجھ پر آ کر گرا جیسے کسی نے اسے دھکا دیا

ہو میں بوکھلا گئی تو وہ معذرت خواہانہ لہجے میں کہنے لگا مجھے معاف کرنا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا نہ جانے کس نے مجھے دھکا دیا ہے وہ جھوٹ بول رہا تھا دروازے پر کوئی نہ تھا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا شادی والا گھر تھا لہذا صبر کا گھونٹ پی کر چپ ہو رہی تھی مہندی کی رسم آج رات اور کل رخصتی تھی شام کو نہا دھو کر سب تیار ہونے لگیں میں نے بھی اپنا ایک سبز کلر کا خوبصورت جوڑا زیب تن کر لیا اور ہاتھوں میں چوڑیاں چڑھا لیں ہلکا سا میک اپ کیا تو رنگ روپ اور نکھر گیا لڑکیاں صحن میں گیت گا رہی تھیں میں ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئی تب مجھے احساس ہوا دو نگاہیں مسلسل مجھ پر مرکوز ہیں معظم گھوم پھر کر میری جانب آجاتا ہے تبھی میرا دل دھڑک جاتا کہ کہیں کی توجہ کو کوئی رنگ نہ دے آپا کو کچھ خبر نہ تھی کیونکہ وہ شادی کے کاموں میں مصروف تھی اور رت جگے میں شہزاد باہر مردوں میں جا کر بیٹھ گیا تھا کچھ لڑکیاں اور خواتین اس سے پردہ کرتی تھیں لڑکیاں دیر تک ڈھولک پر گیت گاتی رہیں۔

وہ رات میری زندگی کی یادگار شب تھی یہاں سب کچھ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ جیسے کسی تاریک سیارے سے جنت کے باغ میں آگئی ہوں شادی کا دن آن پہنچا رت جگے کے باعث سبھی دیر سے بیدار ہوئے ناشتہ کے بعد دوپہر کی تیاری شروع ہوگئی معظم پھر بہانے بہانے سے قریب آنے لگا کبھی باہر جگ میں ٹھنڈا پانی لے جاتا تو کبھی چائے بنانے کی فرمائش کرتا میں تنگ آچکی تھی مجھ سے بات کرنے کو یہ سب کر رہا ہے ورنہ یہ کام وہ اپنی کزنوں سے بھی کہہ سکتا تھا مجھے زیادہ فکر اپنی بدنامی کی تھی کہ کسی نے اس کی توجہ کو نوٹ کر لیا تو شادی والے گھر میں میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں گی۔ لیکن معظم سنبھل نہیں پا رہا تھا لگتا تھا جیسے اس کو کسی کی پرواہ ہی نہ ہو۔ نکاح شام کو ہو گیا رخصتی رات گیارہ بجے لہذہ دس بجے برات کو لڑکی کے ہاں گھر جانا تھا باہر بہت سی کاریں قطاروں میں کھڑی تھیں جن میں بیٹھ کر ہم سب برات کی صورت میں دلہن کے گھر جانے والے تھے برات روانہ ہونے ہی والی تھی کہ چھوٹی سی بچی نے میرے پاس آکر کہا۔

ثانیہ آپی آپ کو بھائی بلا رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ دلہا کی کار میں آجائیے میں سمجھتی بھائی نے گاڑی دلہا کی کار سے اس وجہ سے آگے رکھی ہے کہ ہم گاڑیوں کے ہجوم میں پھنس نہ جائیں میں نے جلدی سے باہر جھانکا واقعی سجی ہوئی دلہا کی کار سے آگے ایک کار موجود تھی میں گیٹ سے نکل کر کار کے پاس پہنچی تو وہاں شہزاد کے بجائے معظم موجود تھا کہنے لگا۔

میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ شہزاد سامنے سے آ رہا تھا جلدی کرو ورنہ ہم پھنس جائیں گے بغیر سوچے میں گاڑی میں بیٹھ گئی بھائی کے آنے کا انتظار بھی نہ کیا کیونکہ معظم نے کچھ اس طرح کہا کہ میں پریشان ہوگئی میرے بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

بھائی کہاں ہے۔

وہ آ رہا ہے بھئی یہ کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ وہ کہاں آ رہا ہے کہا۔ میں نے اس نے ذرا درشتی سے پوچھا۔

دیکھ نہیں رہی ہو ہماری گاڑی نے دلہا کی گاڑی کا رستہ روکا ہوا ہے پیچھے لے جانی ہے

جب تک میں قطار میں لگا تا ہوں شہزاد آ جائے گا یہ کہہ کر اس نے گاڑی کو چوک سے نکال کر سڑک پر ڈال دیا آپ تو کہہ رہے تھے کہ شہزاد آ رہا ہے اور اب گاڑی لیے جا رہے ہیں میں نے اپنی امی کو لینا ہے اور بہن گھر پہ انتظار کر رہی ہے ادھر رش کی وجہ سے وہاں تیار ہونے چلی گئی تھیں اس کی بات کا یقین کر کے خاموش ہو گئی یوں کہنا چاہیے کہ اسکے سامنے بولنے کی ہمت نہ کر سکی یہ سوچ رہی تھی کہ بہانے سے اس نے بھائی کو چھوڑ دیا ہے تا کہ مجھ سے تنہائی میں تھوڑی بات کر سکے غالبا بات بھی یہی تھی مگر تمام رشتے مجھ سے کام نہ کیا چند منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک گھر کے سامنے گاڑی روک دی اور اس کا اپنا گھر تھا لیکن مجھ سے جھوٹ بولا کہا تھا کہ والدہ اور بہن تیار ہو رہی ہیں وہ تمام لوگ شادی کے گھر میں موجود تھے بہر حال گاڑی کچھ اس طرح کھڑی کی تھی کہ اس کو تالا کھولتے نہ دیکھ سکی دروازہ کھول کر اندر گیا اور فورا باہر آ گیا ان کو دو چار منٹ لگیں گے تم گھر میں آ جاؤ ایسے گاڑی میں بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں ہے امی تم کو بلا رہی ہیں با دل نخواستہ میں اتر کر گھر میں چلی گئی سامنے کمرے میں بتی جل رہی تھی ہم جیسی کنویں کی مینڈک لڑکیاں ہوتی ناسمجھ ہیں میں بھی اس خیال سے کمرے میں بے دھڑک چلی گئی کہ اندر اسکی امی اور بہن ہونگی مگر وہاں کوئی نہ تھا تم مجھے یہاں جھوٹ بول کر لائے ہو۔۔۔ کیوں خفگی سے پوچھا۔

تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی اس سے اچھا موقع پھر کہاں ملے گا ثانیہ پلیز دوست میری بات سن لو پھر چلتے ہیں خدا کے لیے غصے میں وقت ضائع مت کرنا اس نے کچھ اس طرح التجا کی کہ میں مجبورا بیٹھ گئی۔

اچھا جلدی کہو کیا کہنا ہے ایسا نہ ہو کہ وہاں برات چلی جائے۔

ارے وہاں ایسا ہنگامہ ہے کہ صبح تک کسی کو پتا نہیں چل سکتا کہ تم ہم کہاں ہیں بس ابھی چلتے ہیں اس نے شرافت سے تمہید کچھ اس طرح باندھی کہ میں ہمہ تن گوش ہو گئی میں تم کو حاصل کرنا چاہتا ہوں جب سے دیکھا ہے تمہارے ہی خیالوں میں رہنے لگا ہوں۔ اچھا تو پھر پھر یہ کہ تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ عزت سے حاصل کر لوں مجھے۔

اپنے والدین کو رشتے کے لیے ہمارے گھر بھیج دو مطلب یہ کہ تم بھی مجھ سے شادی پر راضی ہو بس یہی بات ہی تم سے پوچھنا چاہتا تھا پوچھ لیا تو بس اب چلو۔

چلو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی سمت جانے کی بجائے میری طرف آ گیا تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو وہ جذباتی ہو گیا وہ اپنے گھر میں محفوظ تھا لیکن میں نہیں تھی اب اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا وہ حدوں کو پار کر گیا واپسی میں روتی جا رہی تھی اس نے کہا مجھے معاف کر دو اس غلطی کو نبھا دوں گا یہ میرا وعدہ ہے قصوروار میں ہی ہوں تم نہیں ہو اپنے والدین کو رشتے کے لیے جلدی تمہارے گھر بھیجوں گا اپنے پیار کی قسم ہے مجھے ان باتوں سے کیا حاصل خاک میں مل جانے والی عزت واپس نہ ہو سکتی تھی اپنا غرور کھو چکی تھی شادی والے گھر میں مجھے دروازے پر اتار دیا برات روانہ ہونے والی تھی وہاں ایسی افراتفری مچی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا کسی نے میرے جانے اور لوٹ آنے کا نوٹس نہ لیا اتنے ہجوم میں بھلا کس کو ہوش ہوتا ہے کہ کون کہاں ہے برات روانہ ہو گئی اور میں آپا کے کمرے میں بستر پر چادر لپیٹ کر لیٹ گئی جانے کتنے گھنٹے روتی رہی تھی کہ صبح ہو گئی سہ پہر برات دلہن کے لے کر آ گئی اور رسمیں ہونے لگی کسی کو علم نہ تھا میں کہاں ہوں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں صبح آپا اپنے کمرے میں آئیں تو مجھے اپنے بستر پر پڑا پایا۔

کیا بات ہے انہوں نے سرد مہری سے پوچھا

کچھ نہیں آپا سر میں درد ہے جاگنے کی وجہ سے طبیعت بوجھل سی ہے۔

اچھا سو جاؤ میں دوسرے روم میں چلی جاتی ہوں یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈ روم سے چلی گئی۔

ولیمہ والے دن بھی میں کمرے میں بیٹھی رہی آپا نے ایک بار آ کر کہا بھی کہ کپڑے بدل لو تیار ہو جاؤ میں نے خرابی طبیعت کا بہانہ کر دیا تیسرے دن شہزاد بھیا اور میں لوٹ آئے امی باجی نادرہ کے پاس تھیں اور ہمارا انتظار کر رہی تھیں بولی اپنی خوشی پوری کر لی دیکھ لیا لاہور ایک روز اور ٹھہر کر شہر کی سیر کر لیتے تم لوگ آپ کی فکر تھی شہزاد نے جواب دیا یہ تو بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہے امی نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی۔ اسی کے شوق کی خاطر تو میں یہاں بیٹھی ہوں تین دن سے نادرہ باجی نے پوچھا اب تو خوش ہو ثانیہ

خوشی کا شائبہ تک نہ تھا میرے اوپر اور دل تھا کہ رو رہا تھا مگر ایک آس بھی تھی کہ جلدی معظم کے والدین رشتے لینے آئیں گے تو یہ دکھ کے داغ دھل جائیں گے آس کے سہارے کتنے دن گزر گئے آس نراس میں بدل گئی مگر معظم کے والدین رشتہ لینے نہ آئے میں اپنی ساری پونجی لٹا کر بھی انتظار کی آگ میں جلتی رہ گئی معظم نے پلٹ کر خبر نہ لی میں ایک واقعہ پارینہ تھی کوئی بھولی ہوئی داستاں محبت ایک آزمائش تو انتظار بھی صبر کا امتحان ہوتا ہے آخر کار اس امتحان کا نتیجہ آ گیا۔

ایک دن شہزاد بھائی کو ان کے دوست جناب معظم صاحب کی شادی کا دعوت نامہ ملا لکھا تھا دوست امید ہے آپ ضرور شرکت کریں گے یہ کارڈ ابا نے وصول کیا اور شہزاد بھائی سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جن کی شادی کا دعوت نامہ لاہور سے تمہارے نام آیا ہے کے سسرالی رشتہ دار ہیں شادی میں ملاقات ہوئی تھی لاہور میں پھر اس نے وہی زبان پوچھا ابا جان میں جاؤں ان کی شادی میں۔

کوئی ضرورت نہیں جانے کی شادی کا کارڈ ہمیشہ بزرگوں کے نام پر بھیجا جاتا ہے والد کی تنبیہہ پر بھائی کھسا گئے تبھی میں نے سوچا اے کاش کہ اس روز میں آپا کے یہاں جانے پر اس قدر بے قرار نہ ہوتی تو کتنی بڑی تباہی سے بچ جاتی ساری زندگی کے لیے معظم نے جو زخم میری روح پر لگایا وہ نہ لگتا والد صاحب کو سخت مزاجی مجھ پر پسند نہ تھی لیکن اب پتا چلا کہ والدین کی اولاد پر سختی دراصل ان کو کسی بڑے نقصان سے بچانے کے لیے ہوتی ہے۔

اے کاش یہ نکتہ پہلے سمجھ میں آ جاتا میری کہانی میں نئی نسل کے لیے ایک بڑا سبق ہے کہ کبھی ماں باپ کی سخت گیری سے دل گرفتہ نہ ہوں یہ صرف ہم جیسے نادانوں کو راہ راست پر رکھنے کے لیے ہوتی ہے ورنہ قدم بھٹک جائے تو عمر عزیز تباہ ہو جاتی ہے۔

رستے زخم

محمد عتیق ناچ۔ مبارکپور
0302.2993356

قارئین نے مجھے جس طرح کا پیار و محبت دی ہے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں گا اس ماہ بھی میں اپنے ایک دکھی دوست کی کہانی لے کر حاضر خدمت ہوں یہ کہانی مجھے کال پر لکھوائی گئی اور اس دکھی دل دوست کا کہنا ہے کہ عارف بھائی آپ کی کہانی محبت ایک دھوکہ ہے پڑھ کر میرے اندر ایک ہمت پیدا ہوئی ہے اور میں آپ کی بدولت آج پاکستان کے سب سے پہلے ڈائجسٹ میں اپنی آپ بیتی شائع کروانے کا سنہری موقع حاصل کر رہا ہوں اس لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ قارئین میرا نام حمزا اقبال ہے اور میں ضلع چکوال تحصیل گنگ کا رہنے والا ہوں۔

نہ ہارا ہے عشق اور نہ دنیا تھکی ہے عارف
دیا جل رہا ہے ہوا چل رہی ہے

میں نے بھی محبت میں زخم کھائے ہیں اور زخم بھی ایسے جو ہر وقت رستے رہتے ہیں کہتے ہیں یہ دنیا فانی ہے اس میں بسنے والے لوگ اور ان لوگوں سے وابستہ امیدیں بھی فانی ہیں یعنی ختم ہونے والی ہیں ہر انسان جانتا ہے کہ اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی خواہ اس کی زندگی میں خواں اس کے بعد تو پھر لوگ ایک امید ختم ہونے کے بعد دوبارہ امید کیوں کرتے ہیں ہر انسان کو اپنے اردگرد کے لوگوں سے کوئی نہ کوئی امید ضرور ہوتی ہے چاہے امید چھوٹی ہو یا بڑی ہر کسی کو اس امید سے پورے ہونے کا انتظار ہوتا ہے کئی لوگوں کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ جاتی ہے اور وہ رونے والوں میں سے بعض کے دلوں کو تو وقت سکون مل جاتا ہے بشرطیکہ امید معمولی ہو لیکن کچھ لوگ دوبارہ کسی سے امید نہیں لگاتے وہ اپنے نصیب کو کوستے رہتے ہیں اور خود کو قصوروار سمجھتے ہیں کہ کیوں انہوں نے متعلقہ انسان سے امید

لگائی تھی بعض لوگ چوکنے اور ہوشیار ہو جاتے ہیں تا کہ وہ اس بے وفا دنیا میں اپنا بچاؤ کر سکیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جب ان کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں ٹوٹ جاتی ہیں تو ان کے دل پتھرا جاتے ہیں آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں اور ان کے احساسات ختم ہو جاتے ہیں۔

قارئین شادی کے بعد طلاق ہو جائے تو چار ماہ دس دن عدت میں گزارنے پڑتے ہیں مگر مگر عشق کسی کو طلاق دے دے تو نا تو پھر اس کی ساری زندگی عدت میں ہی گزرتی ہے۔

میں نے دو ہزار دس میں میٹرک کیا اور اس کے بعد جاب کرنے کے لیے لاہور چلا گیا کیونکہ لاہور میں میرے بڑے بھائی اور کزن جاب کرتے ہیں اور وہاں میں تقریبا شام کے پانچ بجے پہنچا میرے ساتھ میرا کزن بھی بھائی اس سے پہلے میں اگر اپنے ماضی میں جاؤں تو مجھے کرکٹ کھیلنا اور دوستوں کے ساتھ گھومنا بہت اچھا لگتا ہے مگر اب امید اسہاں صرف انوکھی آپ بیتیاں سے ہے لیکن میں زندگی میں کچھ کرنا چاہتا ہوں اس لیے میں لاہور چلا گیا کہ شاید میرا کوئی مستقبل بن جائے۔ لیکن قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا خیر لاہور پہنچنے کے بعد شام کا کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کیا بعد میں بھائی اور کزن سے گپ شپ ہوئی میں بہت خوش تھا کیونکہ پہلی بار لاہور آیا تھا تھوڑی دیر بعد میرے بھائی کے موبائل کی گھنٹی بجی اور بھائی صاحب باہر چلے گئے اور کچھ دیر بعد انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ تم سے کوئی بندہ بات کرنا چاہتا ہے میں بہت حیران ہوا تھا کہ کون ہے وہ شخص جو مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے جبکہ میں اسے جانتا بھی نہیں ہوں خیر بھائی کے اصرار کرنے پر میں نے یونہی ہیلو کیا۔ تو میری آنکھیں باہر نکل آئیں اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میری سانسیں رک گئی ہوں کیونکہ میں نے اپنی لائف میں پہلی بار کسی لڑکی سے بات کرنے کی ہمت پیدا کی تھی میں بہت حیران تھا انہوں نے پانچ منٹ دس منٹ بات کی مگر میرے ذہن میں بار بار بات اور اس لڑکی کی آواز گونج رہی تھی کیونکہ اس کی آواز بہت ہی پیاری تھی اسکے بعد میں سو گیا تھا اور صبح میں انٹرویو کے لیے چلا گیا مجھے جاب نہیں ملی پھر مجھے گھریلو مسائل کی وجہ سے ہفتے بعد گھر آنا پڑا تھا لیکن وہی آواز میرے ذہن میں بار بار گونج رہی تھی اور میں بہت بے چین تھا کہ وہ لڑکی مجھ سے کیوں بات کر لی آخر وہ کیا ہے۔

خیر کچھ دن گزرے بھائی صاحب چھٹی لے کر گھر آئے اور میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس دن جس سے میری بات کروائی تھی وہ لڑکی کون تھی،

بھائی نے کہا بتاتا ہوں پریشان کیوں ہوتے ہو اس کے بعد بھائی اور میں علیحدہ کمرے میں سونے چلے گئے تو بھائی نے دوبارہ میری اس سے بات کروائی اس لڑکی سے تو وہ کہنے لگی۔

میں اپنی چھوٹی بہن سے آپ کی بات کروا تی ہوں جس کا نام سدرہ ہے میں نے سدرہ سے بات کی اس کی آواز میں واقعی بہت ہی جادو تھا اس کے بعد بھائی صاحب نے کہا اب بس کرو اور اب سو جاؤ۔

بھڑک اٹھی لو دیوانگی کی عارف
سبھی آشفتہ سر جلنے لگے ہیں۔

کیونکہ بھائی نے خود بات کرنی تھی موبائل

پہ اور میں سدرہ کی آواز کو اپنے دل میں سمائے ہوئے سو گیا صبح ہوئی میں نے ناشتہ کیا اور بے چین سا ہو گیا تھا کیونکہ میں سدرہ سے بات کرنا چاہتا تھا جبکہ وہ صبح سکول جاتی تھی خیر اس کے پاس موبائل بھی نہ تھا چار پانچ روز کے بعد اس کے گھر کے نمبر سے میرے گھر کے نمبر پر کال آئی اور مجھ سے بات کی میں نے ناراضگی ظاہر کی جناب ہم یاد آ گئے آپ کو۔

اس نے کہا میرے پاس موبائل نہیں ہے اس لیے آپ سے رابطہ نہ کر پائی۔

میں نے کہا تم اپنا موبائل لے لو پلیز۔

اس نے کہا کیا کرنا ہے۔

میں نے کہا مجھ سے بات کر لیا کرنا۔

اس نے کہا صبح اپنی دوست کے نمبر سے کال کروں گی اور پھر بات ہوگی۔

میں اس کو بھولنا چاہوں مگر بھلا نہ سکوں
وہ میری آنکھ کے پوشیدہ منظروں میں ہے

پھر اس نے وعدے کے مطابق مجھے دس بجے کال کی جب سکول میں اسے بریک ہوئی تھی اس کی آواز سن کر بہت خوش ہوا کیونکہ اب میرا اس سے رابطہ ہوتا رہتا تھا پھر آخر کار کچھ دن بعد اس نے اپنا موبائل لے لیا۔

قارئین سوری میں آپ کو بتانا بھول گیا ہوں میں گیارہ نومبر کو گیا تھا اور سدرہ سائرہ اور ارم یہ تین بہنیں تھیں اور ہمارے گاؤں سے تھوڑا سا دور رہتی تھیں اور ان کا میرے بڑے بھائی سے رابطہ ہوا تھا کیونکہ سائرہ میرے بھائی کو جانتی تھی اور اس لیے میری بات بھی ہوتی رہتی تھی وہ دن بھی کیا تھے یار و قسم سے میں ان دنوں خود کو دنیا کا بادشاہ سمجھنے لگا تھا مگر حقیقت میں میں تباہی کی طرف جا رہا تھا۔

کس قدر رانوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہو جائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
جس کے ساتھ ہو جائے حادثہ محبت کا

جب رت جگے زندگی کا حصہ بن جائیں تو مایوسی اور دکھوں کی پرچھائیاں ہر طرف رقصاں ہو ں زندگی زندگی کے کشکول کے چند سکتے بھی ازل سے ابد کی طرف بڑی رفتار سے چلنے لگتے ہیں۔

جب خواب نہیں کوئی کیا زندگی کا کرنا
صبح کو جی اٹھنا ہر رات کو مر جانا
ایسا نہ ہو دریا میں تم بار گراں ٹھہرو
جب لوگ زیادہ ہوں کشتی سے اتر جانا
سقراط کے پینے سے کیا مجھ پر عیاں ہوتا
خود زہر پیا میں نے تب اس کا اثر جانا
جب بھی نظر آؤ گے ہم تم کو پکاریں گے
چاہو تو ٹھہر جانا چاہو تو گزر جانا

قارئین مجھے یاد ہے جس دن میری سدرہ سے بات ہوئی تھی اس دن منگل کا دن تھا اور فروری کی اکیس تاریخ تھی سدرہ نے ایک دن کہا کہ آج رات ہم بات کریں گے کال پہ میں بہت خوش ہوا میری خوشی کی انتہا ہی نہ رہی اور میں نے سدرہ سے اس رات صبح چار بجے تک بات کی اس کے بعد سدرہ کو نیند آ گئی اور میں نے کہا سدرہ سو جاؤ اور صبح سکول بھی تو جانا ہے اب اسطرح روز کا معمول بن گیا تھا اور ہم بات کرتے ہوئے شرط لگا لیتے تھے کہ آج کوئی نہیں سوئے گا پوری رات اور ہم صبح اذان کے بعد بھی بات کرتے رہتے کیا دن تھے یار و قسم سے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں ان دنوں کے بیان کرنے کے لیے۔

خیر کچھ دن بعد اس نے مجھ سے کہا کہ حمزہ آپ نے مجھ سے ملاقات کا نہیں سوچا۔

تو مجھے یقین آیا بلکہ خیال آیا کہ یہ ملاقات بھی کوئی چیز ہوتی ہے کیونکہ آج سے پہلے میں نے تقریبا یہ لفظ تک نہیں سنا تھا گاؤں کا رہنے والا تھا مجھے کیا پتہ تھا ان کاموں کا۔

خیر میں نے کہا۔۔ سنڈے کو آؤں گا اور ملاقات کریں گے اس کے بعد میں اتوار کو پہلی بار اس سے ملنے گیا تھا۔

قارئین اسے دیکھا تو کیا بتاؤں کہ وہ کیسی ہے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں اس کی تعریف کے وہ بہت ہی خوبصورت تھی گول چہرہ گلابی ہونٹ لمبے بال چھوٹا قد اور لگی کبوتری کی طرح اس کی کمریوں کہہ لو کہ کسی حور سے کم نہ تھی اور آج تک میں اس سے اظہار محبت نہیں کر پایا تھا میری اس سے تقریبا چھ ماہ تک بات ہوتی رہی مگر میں نے اس سے محبت ایک خاص نعمت سے کی تھی مگر جانے کیوں لوگ محبت کی عظمت کو فراموش کر دیتے ہیں وہ ہر محبت کی تہہ میں نفسانیت ہی دیکھتے ہیں حالانکہ محبت کوئی بری چیز نہیں ہے ہمارے خیالات میں جو اس کو برا یا اچھا بناتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ محبت کو حسین اور پاکیزہ خیالات سے زندہ رہنا چاہئے کیونکہ سچی محبت ایک روحانی وصف ہے۔

یوں میں سدرہ سے ملاقات بھی کرتا رہتا تھا اور حمزے کی بات کے ان کے ایک قریبی رشتے دار کے گھر ہمارے پڑوس میں آتا تھا اور اکثر سدرہ کا وہاں آنا جانا رہتا تھا وہ بھی میری وجہ سے میری سدرہ سے بہت کلوزنگ ہو گئی تھی وہ بہت ہی اچھی لڑکی تھی اب میرا اور کوئی کام نہ ہوتا سوائے سدرہ کے بات کرنے سے میرے تمام دوتوں اور کزنوں کو پتہ چل گیا کہ میری سدرہ سے بات ہوتی ہے خیر میں نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی اور سدرہ سے تعلق برقرار رکھا میں اور سدرہ دونوں ایک دوسرے کے بہت ہی اچھے دوست تھے اور دل ہی دل میں محبت کرتے رہتے مگر مجھ میں ہمت نہ تھی کہ سدرہ سے محبت کا اظہار کرنے کی اور نہ سدرہ میں تھی کہ وہ اظہار محبت کر پاتی۔

آپ قارئین یقین مانیں کہ چھ مہینے بعد آخر بروز جمعہ ستمبر کو میں نے اظہار محبت کر ڈالا تھا اور سدرہ نے پہلے تو کچھ باتیں کیں لیکن پھر بعد میں مجھے لو یو ٹو کا میسج کر دیا جسے پڑھ کر میں بہت خوش ہوا۔

قارئین جب سدرہ دل کی دھڑکنوں میں یاد بن کر دھڑکتی ہے تو میری آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر جاتی ہیں اور دل میں کوئی موسم آتا ہے نہ جاتا ہے بس ایک بے بسی سی ہے جو ہر پل میرے دل و دماغ کو گھیرے رہتی ہے میرے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے گنوانے کے لیے دل میں ایک خلا سا ہے اب تو سوچ بھی تسلسل کے ساتھ تمہیں سوچ نہیں پاتی محبت تسبیح کے دانوں جبکہ دل اور اس کے احساسات لڑکی مانند ہیں اور ریشمی دھاگہ اور احساسات دانے ہیں اور سدرہ یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم میرے لیے کیا ہو

اس کے بعد میرے اور سدرہ کے درمیان بہت ہی گہری محبت پروان چڑھ گئی میں سدرہ کے بغیر اور وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں وعدے کر لیے میری سدرہ کی بڑی بہن سائرہ سے بات ہوتی رہتی تھی میں نے ان سے کہا۔

آپ نے میری اور سدرہ کی شادی ہر قیمت پر کروانی ہے۔

قارئین میں آپ کو ایک بات پوری تفصیل سے بتا دوں کہ میں اور سدرہ کی اس کے بعد بھی کافی دفعہ ملاقاتیں ہوئی تھیں لیکن میں نے کبھی اسے چھوا تک نہیں تھا کیونکہ میری ضمیر صاف تھا میں سدرہ میں سدری کی روح سے محبت کرتا تھا اس کے جسم سے نہیں اس طرح ہماری محبت غربت کی طرح بڑھتی رہی مگر کہتے ہیں نا کہ عروج کے بعد زوال آتا ہے۔ میری اور سدرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے لڑائی ہونے لگی تو سدرہ نے مجھ سے پورا ایک دن کال نہ کی اور پھر ہفتہ گزر گیا اس نے مجھے کال تک نہ کی اور ایسے ہی مہینہ گزر گیا مگر سدرہ نے میری خبر تک نہ پوچھی آخر کار مجھے ہی ضد توڑنا پڑی اور ایک مہینے بعد جب میں نے سدرہ کو کال کی تو اس نے میری کال نہ اٹھائی پھر اس طرح میں سدرہ کو تقریباً ایک مہینے تک کالیں کرتا رہا لیکن سدرہ نے میری کوئی کال اٹینڈ نہ کی میں اسے کالز اور میسجز کرتا رہا لیکن اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔

قارئین وہ سدرہ جو میرے بغیر ایک منٹ بھی نہیں رہ پاتی تھی آج پورا ڈیڑھ ماہ گزر گیا تھا سدرہ نے کوئی آنسر نہ دیا میں نے اس کی بہن کو کلاز کیں سدرہ کو کیا ہوا ہے لیکن کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا اور سدرہ کا نمبر مسلسل مصروف رہتا تھا دوسری کالز پر جب بھی کال کرتا تو آگے سے جواب آتا آپ کا مطلوبہ نمبر دوسری کال پر مصروف ہے۔۔

قارئین ہر رات ایک نیا زخم لگاتی ہے اور ہر دن نیا درد دے کر طلوع ہوتا ہے اب سدرہ کا انتظار زندگی خاصا بن چکا ہے اور اس کی یاد ادھورے خوابوں کو چکنا چور کرتی ہے جب سدرہ ملاقات کا شرف بخشتی تھی تو زندگی کی تمام خوشیاں پلٹ کر دل کے آنگن میں دوبارہ جلوہ گر ہو جاتی تھیں۔ سدرہ کی ہر آہٹ پر دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی سدرہ کے آج سکول جانے سے پہلے ہی آدھا گھنٹہ اس کے راستے میں کھڑا ہو گیا مجھے یقین تھا کہ وہ سکول ضرور آئے گی کیونکہ سدرہ کا آنا میرے لیے باعث مسرت ٹھہرتا اب میری زندگی کا مقصد اور آرزو وہی ہے کیونکہ اس کا حصول میری کامیابی ہے میں ہر روز بن سنور کر خوشبو لگا کر اس کا انتظار کرتا لیکن آج خلاف معمول اس کا آنا لیٹ ہو گیا کبھی کبھار اس طرح لیٹ ہو بھی جاتا ہے لیکن آج انتظار کی انتاہ ہو گئی تھی مجھے پورے دو گھنٹے ہو گئے مگر اس کا آنا لامحال نظر آیا میں بہت پریشان ہو گیا کیونکہ اس کو دیکھے بہت دن ہو گئے تھے میرا سارا دن بوجھل سا گزرتا تھا میرے اندر چڑچڑا پن پیدا ہو گیا تھا میں ہر کسی سے الجھا ہوا رہتا ایک دن میں سدرہ کے غم میں چھل چھل رونے لگا میرے والدین سے میری یہ حالت دیکھی نہ گئی ظاہر بات ہے وہ اپنے لخت جگر کو بھلا روتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے تھے۔

آنسو بہا بہا کر بھی ہوتے نہیں کم عارف
کتنی امیر ہوتی ہیں آنکھیں غریب کی

قارئین ایسے میں میں کیا کرتا میں سدرہ سے سچی محبت کرتا تھا اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا میں سدرہ کا عادی ہو چکا تھا میں نے اس سے بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر سدرہ میری ایک کال بھی اٹینڈ نہ کرتی مجھے پتہ تھا کہ میری دنیا اجڑ رہی ہے میں برباد ہو رہا ہوں ایک دن آخر اس

نے میری کال اٹھائی اور مجھ سے بڑی بے رخی میں بات کی اور کہنے لگی۔

حمزہ پلیز مجھے بھول جاؤ میں تمہاری نہیں ہو سکتی میں یہ سن کر بہت ٹوٹ چکا تھا۔

دینے ہوں اگر مجھے بعد میں آنسو
تو پہلے کوئی ہنسائے نہ رہا
زندگی میں کوئی بھی آئے نہ رہا
آئے جو کوئی تو پھر جائے نہ رہا
دل کے جو ارمان تھے دل میں ہی رہ گئے
عاشقی جو کی تھی ہم اشکوں میں بہہ گئے
غم کا افسانہ ہے درد یہ پرانا ہے
اتنا بھی کوئی ستائے نہ رہا
زندگی میں کبھی کوئی آئے نہ رہا
آئے جو کوئی تو پھر جائے نہ رہا
دینے ہوں اگر بعد میں آنسو
تو پہلے کوئی ہنسائے نہ رہا

قارئین میں بہت رویا سدرہ کے یہ الفاظ سن کر اور میں نے وجہ پوچھی کہ آخر بات کیا ہے تو اس نے کہا کوئی بات نہیں ہے میری تمہاری شادی نہیں ہو سکتی اس لیے مجھے کال نہ کرنا۔

اب مجھ سے کہاں رہا جاتا میں نے اسکی بہت منتیں کی وہ میں بتا نہیں سکتا میں سدرہ کے پاؤں میں گرنے کے لیے بھی تیار تھا کہ شاید سدرہ مجھے پیار کی بھیک ڈال دے مگر اس نے آگے سے کال کاٹ دی۔

قارئین اور اب میں جب بھی سدرہ کو کال کرتا ہوں تو اس کا نمبر دوسری لائن پر بزی ہوتا ہے میں بہت ٹوٹ چکا تھا بکھر چکا تھا بہت غصہ بھی آ[illegible] مجبور تھا سدرہ کے پیار میں پھنس چکا تھا سدرہ کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترس گئی تھیں مگر اسے میرا خیال تک نہ تھا۔

قارئین وقت ایک اہم شے ہے یہ گزرتا رہتا ہے اور ہر موڑ پر انسان کو ایک نیا تحفہ بخشتا ہے یہ وقت ہی ہے جس نے کبھی انسان کو تخت پر شاہی پہ بٹھایا اور تو کبھی تخت الٹ دیا ہے کبھی گھر آباد کیے ہیں تو کبھی انہیں گھروں کو ویران کر دیا ہے کبھی موسم گل کے تازہ پھول راہ میں بچھائے ہیں تو کبھی پت جھڑ کی بکھری ہوئی پتیاں نصیب میں لکھ دی ہیں یہ وقت ہی ہے جس نے کبھی خوابوں کی پیاری نصیبوں میں دی ہے اور تو کبھی نا معلوم رستوں کی مسافت لکھ دی ہے یہ وقت ہے جس نے کبھی لبوں پر حسین مسکراہٹ بکھیر دی ہے تو کبھی بھیگی پلکیں انسان کا مقدر بنا دیں محبت کا جذبہ تو مظہر ہے جسے انسان کے دل میں خدا نے پیدا کیا ہے یہ وہ شے نہیں کہ جس پر کسی کا زور چلے دل محبت کرنے سے پہلے اجازت نہیں لیتا محبت کا نہ تو کوئی مذہب ہوتا ہے نہ وطن اور نہ کوئی سرحد اگر کوئی محبت کو سزا دینا چاہیے تو وہ محبت کے لیے شکست نہیں بلکہ اس کی فتح ہوگی محبت ایک گہرا رشتہ ہے جسے سمجھنا بہت مشکل ہے محبت تو ایک سمندر کی مانند ہے جس کی گہرائی کوئی نہیں ناپ سکتا۔

جب وہ ایک شخص ہی نہ ملا عارف
لے کے ہم ساری کائنات کیا کریں گے

قارئین سچی محبت کا تعلق قلب و روح سے ہوتا ہے یہ دو جسموں کی نہیں بلکہ دو حقیقت دو روحوں کی داستاں ہوتی ہے سچی محبت دنیا میں کسی کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے ورنہ تو آج کل جعلی اشیاء کی طرح محبت بھی جھوٹی ہو گئی ہے سچی محبت میں ایک دوسرے کا خیال احترام عزت وفا اور

پاکیزگی کا احساس ہمیشہ غالب رہتا ہے سچی محبت اگر کہیں نصیب ہو جائے تو اسے ہرگز نہ ٹھکرانا کیونکہ محبت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں سچی محبت ہی عشق ہے اور عشق وہ الہام ہے جو کسی کسی پر ہی وارد ہوتا ہے۔

قارئین ایک دن آخرکار تھک ہار کر میں نے سدرہ کو خط میں لکھ کر بھیجا جو یوں تھا میری پیاری محبوبہ سدرہ۔

آداب محبت۔

تمہاری چاہت نے تو میرے دل میں گھر کر لیا ہے جب تمہارے نہ آنے کی خبر ملی تو میں انگاؤں پہ لوٹنے لگا میرے لیے تمہارا سایا ڈھلتی چھاؤں کی مانند نہیں ہے میں نے اپنے دوستوں کے سامنے تمہاری تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں پلیز میری زندگی میں لوٹ آؤ تمہاری بے رخی اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتی سدرہ تم نے مجھے زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں تو خودغرضی کہتا ہوں مگر تم نے میری محبت کو خاک میں ملا دیا ہے دیکھو اب بھی کچھ نہیں بگڑا عقل کے ناخن لو اور آئیں بائیں شائیں کرنا چھوڑ دو میری یہ بات ہمیشہ اپنے پلو سے باندھے رکھنا کہ مجھ پر تمہیں حاصل کرنے کی دھن سوار ہے مجھے ہرگز ہرگز دل کی شکستہ مت کرنا تمہارا انتظار میرے لیے شیطان کی آنت سے کم نہیں ہے تم کہو تو میں تمہارے لیے عرش سے تارے توڑ لاؤں میں تو ڈنکے کی چوٹ پہ بھی کہتا ہوں کہ تم ہی میری محبت ہو مگر تم ہو کہ ہر دم مجھ سے منہ پھیلائے رکھتی ہو جان مہربانی کر کے میرے محبت بھرے خطوط پڑھ کر سیخ پا مت ہونا میں تمہاری جدائی کی تاب نہیں لا سکتا تم سے یہ بھی درخواست ہے کہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا چھوڑ دو۔ میں نے تو سوچ لیا ہے کہ جب اکھلی میں سر دے ہی دیا ہے تو مخالفین کی گیدڑ بھکیوں سے کیا ڈرنا میں تو تمہارے لیے ہتھیلی پہ جان لیے پھرتا ہوں جواب کا منتظر صرف تمہارا حمزہ اقابل۔

جو لوگ وفا کرتے ہیں
کیسی وہ خطا کرتے ہیں
جینے کی تمنا خاک ہوئی
مرنے کی دعا کرتے ہیں
وہ غیر ہوئے ان کے حق میں
ہم اب بھی دعا کرتے ہیں
دیکھے ہیں بہت دنیا میں حسین
سب لوگ جفا کرتے ہیں
دنیا ہی نہیں ظالم عارف
ہم بھی تو خطا کرتے ہیں

قارئین میں نے ایک ماہ تک سدرہ کے جواب کا ویٹ کیا مگر کوئی جواب نہ ملا میں بہت اپ سٹ ہو گیا میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا بالکل زندہ لاش بن گیا میری وجہ سے میری فیملی بہت پریشان ہو چکی تھی مجھے کوئی خوشی نصیب نہیں ہو رہی تھی اور اس غم کی وجہ سے میں بہت سخت بیمار ہو گیا اور کچھ دنوں بعد مجھے کسی نے بتایا کہ سدرہ کا ایک لڑکے سے رابطہ ہے وہ دوبئی میں ہوتا ہے اور ان ہی کے گاؤں کا ہے اس کا نام عمران ہے میں نے جب یہ سب کچھ سنا تو میں نے رحمان کے منہ پہ تھپڑ مارا کیونکہ رحمان کی باتوں کا یقین نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سدرہ میری تھی میں نے اسے چاہا تھا میں سدرہ کو کسی کا نہیں ہونے دینا چاہتا تھا لیکن بعد میں جب رحمان نے سدرہ اور عمران کی ریکارڈنگ سنائی تو قارئین کرام آپ خود سمجھدار ہیں

پہلے ہی میری کیا پوزیشن تھی اور پھر اوپر سے یہ سب سن لینا میرے لیے موت کے جھٹکے سے کم نہ تھا۔

دل لگانے کی ہم کو ملی یہ سزا
کوئی اپنا بنا کے دغا دے گیا

قارئین زندگی کیا ہے ایک تر و تازہ کلی ہے جو پھوٹتی ہے تو ہر طرف خوشبو ہی خوشبو پھیلاتی ہے فضائیں خوشی سے جھومنے لگتی ہیں چمن سے خوشبو بھرے گیتوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں آہستہ آہستہ وہ نشو و نما پا کر ایک خوبصورت پھول میں تبدیل ہو جاتی ہے مگر پھر ایک ان کو دیکھا ہاتھ سے انہیں باغ سے جدا کر دیتا اور مسل کر زمین پر پھینک دیتا کچھ لوگ زندگی کو اس رات سے تعبیر کرتے ہیں جس میں سوائے تاریکی اور خاموشی کے اور کچھ نہیں ہوتا یہ سکوت وقفے وقفے سے کسی درندے کی خوفناک دھاڑ سے ٹوٹتا رہتا ہے تاریکی کا ڈر اور پرے درندوں کا خوف اس رات کو اور بھی وحشت ناک بنا دیتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس سفاک زمانے کی ٹھوکریں کھائیں اور ساری عمر غم برداشت کرتے رہے مگر اس دنیا میں چند لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی پوری حیات فقط خوشیوں کا چہرہ دیکھا اور زندگی کی خوشبوؤں سے معطر پھولوں سے بھرا ہوا وسیع و عریض باغ سمجھا غرض ہر کوئی زندگی کے بارے میں مختلف خیالات رکھتا ہے میں فقط اتنا ہی کہوں گا کہ ہر اندھیری رات کے بعد صبح کا روشن چمکتا ہوا سورج تمام تر توانائیوں کے ساتھ ضرور طلوع ہوتا ہے اور ہر پھول کے ساتھ ایک کانٹا بھی ضرور ہوتا ہے۔

ہو گئے بدنام ہم پیار میں تو کیا ہوا
اب چلتے ہیں وہ ساتھ ہمارے تو کیا ہوا
وہ جو گزرے تھے دن
تیری زلفوں کے سائے میں
اب کٹ رہے ہیں
تنہائی میں سارے تو کیا ہوا
اس حال میں چھوڑ دیا بھنور میں ہم کو
آپ خود لگے جا کنارے تو کیا ہوا
اٹھ اٹھ کے دیا کرتے تھے داد
مسکرانے کی مجھے
اب سنتے نہیں وہ گیت ہمارے تو کیا ہوا
جو رکھے تھے دشمن کو مٹانے کے لیے عارف
توڑ دیئے وہ تیر اپنوں نے سارے تو کیا ہوا

قارئین میں سدرہ کو کالز اس لیے نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بعد میں سدرہ نے اپنا نمبر تبدیل کر لیا تھا اور پھر بڑی مشکل سے سات ماہ بعد جب میں نے سدرہ کو میسج کیا تو ریپلائے میں نے فوراً یہ ٹیکسٹ لکھ کر بھیجا کہ کیا،

سدرہ تمہارا عمران سے رابطہ ہوتا ہے۔

پہلے تو وہ بھی نہ مانی لیکن جب میں نے ثبوت دیا تو پھر کہتی ہے پاگل عمران میرا پیار ہے اور تمہارے ساتھ تو میں نے صرف ٹائم پاس کیا تھا میں نے کہا سدرہ میں مر جاؤں گا میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔

وہ جواب میں کہنے لگی حمزہ مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے یہ میں تمہاری نہیں بن سکتی ہاں ایک بات ہے کل میرے سارے گھر والے یہ شہر جا رہے ہیں گھر پر کوئی نہیں ہوگا تم آ جانا اور اپنی ہوس بجھا لینا تمہارے پاس دو گھنٹے ہونگے جتنا مرضی پیار کر لینا میں منع نہیں کروں گی

میں نے کہا سدرہ جسم تو بازاروں میں بھی بکتے ہیں اگر مجھے تمہارے جسم کی طلب ہوتی تو

میں تمہاری منتیں نہ کرتا تمہارے چہرے تمہاری
آنکھوں سے پیار کرتا ہوں میں تمہارے جسم سے
پیار نہیں کرتا۔

سدرہ نے کہا حمزہ تمہاری مرضی پر تم آئندہ
مجھے کال میسج نہ کرنا مجھے بھول جاؤ کیونکہ میں عمران
کو چاہتی ہوں اور اس پر مجھے بہت امید ہے یہ کہہ
کر سدرہ نے کال بند کر دی اور پھر اس دن سے
لے کر آج تک میری سدرہ سے بات نہیں ہوئی
میں آج بھی سدرہ کو بہت یاد کرتا ہوں اور جب
جب سدرہ کو یاد کرتا ہوں تو دل کے زخموں کے
ٹانکے ادھڑنے لگتے ہیں میں سانس رکنے لگتی ہے

جب تم کو ہم سے پیار نہیں
دل دے بیٹھے تم اور نہیں
جدا تو ہمیں ہونا ہے
ہمیں تو اب رونا ہے
ہر لمحہ اک مجبوری ہے
قسمت میں اب دوری ہے
تم نے کیا ہے اتنا دھوکہ
تم سے کریں کیا باتیں
کٹ جائیں گے مر مر کے دن
کٹ جائیں گی راتیں
سن کے تمہارے باتیں دیکھو
بھر آئیں میری آنکھیں
لیکن وقت نے چھین کے سب کچھ
دے دیں ہم کو یادیں
جب وقت ہی اپنے ساتھ نہیں
جب اپنے دن اور رات نہیں
جدا تو ہمیں ہونا ہے
ہمیں تو اب رونا ہے
توڑ دیا ہے دل پیار سے تم نے
امیدیں سب توڑیں
رو رو کے میں جیتا رہوں
اتنی سانس باقی چھوڑی
کیا میں بتاؤں چلتے چلتے
کیوں میں راہیں موڑیں
رب کی ہی چلتی ہے اس دنیا میں
اپنی تو چلتی ہے تھوڑی
جب رب ہی اپنے ساتھ نہیں
اور بس میں جب حالات نہیں
جدا تو ہمیں ہونا ہے
ہمیں تو اب رونا ہے

قارئین محبت سے جینے کی امنگ پیدا ہوتی
اور زندگی کو روشنی ملتی ہے محبت ہے تو سب کچھ ہے
پہلی محبت کبھی فنا نہیں ہوتی وقت گزرنے کے
ساتھ ساتھ میں شدت آ جاتی ہوں محبت کے
بارے میں فلسفہ یہ ہے کہ اس میں کوئی درمیانی راہ
نہیں ہوتی محبت ہوتی ہے یا پھر نہیں ہوتی اگر کسی کو
کسی سے سچی محبت ہو جائے تو کوئی شے درمیان
میں حائل نہیں ہوتی محبت مشروط و پابند نہیں ہوتی
یہ ایک آزاد جذبہ ہے اور اپنی مرضی کا مالک ہے
محبت کا زیادہ ہونا یا کم ہونا یہ دوسرے کے رویے
پہ منحصر ہے لیکن محبت یکسر ختم نہیں ہوتی دوسرے کی
سرد مہری اور بے حسی حتیٰ کہ نفرت بھی محبت کے
جذبے کو ختم نہیں کر سکتی بھرم ٹوٹ جانے سے دکھ تو
ہوتا ہے مگر نفرت نہیں ہوتی محبت سر سبز و شاداب
ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک کسک بھی
ڈیرے ڈال دیتی ہے جو من کو ہر لمحہ بے قرار رکھتی
ہے ویسے جن لوگوں نے سچی محبت کی ہے وہ اچھی
طرح جانتے ہیں کہ محبت کرنے والوں کی خواہش
بھی بڑی عجیب ہوتی ہے وہ نہ صرف خود محبوب

کے نام کی تسبیح کرتے رہنا چاہتے ہیں بلکہ ان کی
کوشش ہوتی ہے کہ ہر دوسرے شخص کو بھی اسی تسبیح
پر لگا دے۔

قارئین میں بہت روتا ہوں بہت تڑپتا ہوں
اور بہت پریشان بھی ہوتا ہوں میں نے سنا ہے
سدرہ کی منگنی ہو گئی ہے اپنی غربت پہ بہت دکھ ہوتا
ہے میں آج ایک زندہ لاش بن گیا ہوں اکثر وہ
دن یاد کرتا رہتا ہوں جو سدرہ کے ساتھ بہت
زیادہ خوش ہے۔ بہت زیادہ وہ رات کو مجھے بہت یاد
آتی ہے وہ اپنی لائف میں بہت خوش ہے اور
میری دعا ہے کہ وہ خوش رہے لیکن کیا ملا سدرہ کو
میری زندگی اجاڑ کر میری زندگی کی وہ قاتل ہے
اس نے مجھے کسی کے قابل نہیں چھوڑا زندگی اب
زندگی نہیں رہی زندگی کا مزہ سب ختم ہو چکا ہے۔

قارئین انسان کچھ ایسی آرزوئیں بھی پال
لیتا ہے کہ ایک عمر تمام ہو جائے مگر اس خواہش نے
نہ پورا ہونا ہوتا ہے اور نہ ہی ہوتی ہے انسان ہلکان
ہوتا رہتا ہے اور یہ سوچے بغیر کہ وہ ایک محدود
مدت کے لیے آیا ہے جبکہ بعض خواہشوں کی تکمیل
کے لیے عمر خضر درکار ہوتی ہے اور آہنی حوصلے
چاہئے ہوتے ہیں پھر باتیں بنانے والوں کو کون
کب روک سکتا ہے وہ پھولوں کی صورت میں پتھر
برسانے سے ذرا نہیں ہچکچاتے اور بلا جھجک کہتے
پھرتے ہیں کہ ایسا طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے
کاموں میں طنز کے تیروں سے خود کو کرچی کرچی
ہونے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ بساط
سے زیادہ آرزوئیں نہ پالی جائیں دوسرے کے
محل کو دیکھ کر اپنا جھونپڑا گرانا عقلمندی نہیں ہے یہ
بھی ایدرکھو کہ روندے ہوئے پھولوں کو اٹھانے کا
تکلف دنیا نہیں کرتی عقلمند انسان وہ ہے جس نے
خواہشات کو محدود کر لیا کیونکہ خواہشات کا جنگل تو
وہ جنگل ہے جسم میں داخل ہونے والا بھٹکتا ہی رہتا
ہے یہ دنیا تو خواہشات کی تکمیل کے لیے بنی ہی
نہیں یہ تکمیل تو اگلے جہاں ہوگی اور اس کے لیے
ایک مختصر شرط یہ ہے کہ من چاہی زندگی چھوڑ کر
اب چاہی زندگی گزاری جائے۔

قارئین ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کی زندگی
میں کبھی غم نہ آئے اس لیے اسے چاہئے کہ ہمیشہ
خوش رہے ایسا کرنے کے لیے اسے اپنی زندگی
میں مثبت تبدیلیاں لانا ہوں گی سب سے پہلی
بات تو یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص رنجیدہ ہو تو وہ
کوئی نہ کوئی دلچسپ مشغلہ اختیار کرے اگر اس کو
مطالعہ کا شوق ہے تو وہ انوکھی آپ بیتیاں پڑھا
کرے امید ہے کہ اس کے بعد سارے دکھ انوکھی
آپ بیتیاں پڑھنے سے ختم ہو جائیں گے کیونکہ
یہ تنہائی کا ایک زبردست دوست ہے جسے پڑھنے
سے آپ کو خوشی محسوس ہوگی اور آپ کے غموں کا
کافی حد تک مداوہ بھی ہو جائے گا۔

قارئین یہ تھی حمزہ اقبال کی دل سوز داستاں
امید ہے آپ سب کو پسند آئی ہوگی اگلے ماہ میں
آپ کے لیے ایک نئی آپ بیتی سٹوری کے ساتھ
حاضر ہوں گا اپنی رائے ان نمبر پر دینا مت
بھولئے گا۔ اللہ حافظ۔

☆ ——— جواد احمد کاش-اٹک
میں کس طرح مٹا سکوں گا اس کا نام دل سے فراز
میرے لبوں پہ سجا ہے ایک دعا کی طرح

☆ ——— صبا-گوجرانوالہ
جب بھی لکھتا ہوں تیرے کی کہانی محسن
میرے آنسو میری تحریر مٹا دیتے ہیں

☆ ——— وجاہت-فیصل آباد
اتنے پیار سے نہ بلا ہم خانہ بدوشوں کو
اتنے سادہ ہیں کہ گھر بار اٹھا لائیں گے۔

میں نے مانا میں غلط تھا

--تحریر-راشد لطیف-صبرے والا ملتان-0304.7177039-
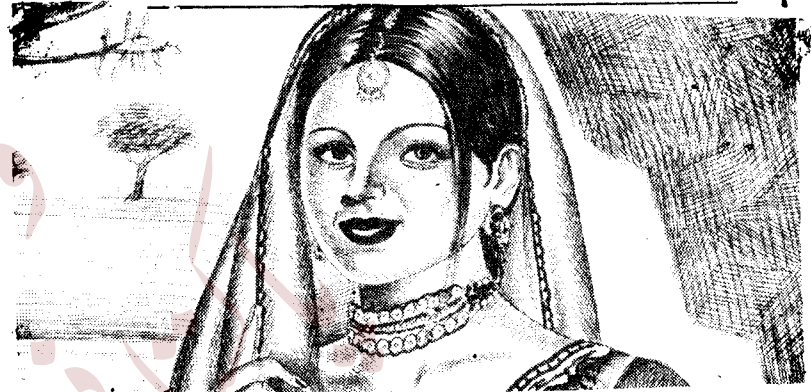
سب محبت ایک ایسی چیز ہے جو قسمت والوں و ملتی ہے جس نے محبت کی عزت رکھی اس کو ہمیشہ محبت اچھے لفظوں میں یاد رکھتی ہے جس نے محبت کی عزت نہیں کی اسکو محبت اپنی نظروں سے گرا دیتی ہے پیار کرو تو ہمیشہ صاف دل دے کرو چھوٹی سی زندگی نہ جانے کتنے غموں سے گزرتی ہے خوشی بہت کم ملتی ہے اور غم بہت زیادہ بہر حال یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہوتی ہے نصیب سے کسی کو کیا شکوہ ہے تو کسی کو نہیں میں کچھ دن پہلے ایک دوست کو ملنے کراچی گیا میرا بہت گرم جوشی سے اس نے استقبال کیا میری اس نے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کراچی شہر کے حالات بہت خراب تھے اس وقت میرا تین دنوں کے بعد ٹرین کا واپسی کا ٹکٹ تھا اس لیے مجھے اپنا کام جلدی ختم کرنا تھا میرا کام اس دوست کی کہانی لکھنا تھا میرے دوست نے مجھے اپنے دکھ یوں سنائے۔آیئے اسکی کہانی سنتے ہیں

میرا نام اعجاز ہے میں کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ ہوں مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہاں اگر کمی ہے تو صرف ایک پیار کی دولت سے سب کچھ مل سکتا ہے لیکن محبت نہیں میں وہ بدنصیب ہوں جس کے پاس دوست ہے مگر پیار نہیں ہے جس سے بہت پیار کرتا ہوں وہ مجھ سے بہت نفرت کرتی ہے آج میری حالت پاگلوں جیسی ہے واقعی لوگ ٹھیک کہتے ہیں عشق پاگل کر دیتا ہے عشق مارتا نہیں مرنے کے قابل کر دیتا ہے وہ زندگی کیا جس میں عشق نہیں وہ عشق ہی کیا جس میں یاد نہیں وہ یاد ہی کیا جس میں تم نہیں وہ تم ہی کیا جس میں ہم نہیں۔

میں اپنی جان نور سے بہت پیار کرتا ہوں وہ مانے یا نہ مانے مجھے اس اسے کوئی گلہ نہیں شاید

میری زندگی میں یہ غم لکھے تھے یا پھر میں نے غموں کو خود بلایا تھا کوئی ایسی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی جس سے میری زندگی میں غم آنا شروع ہو گئے پیار ایک پاکیزہ لفظ ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے لیکن ہم نہیں کرتے میں جسے بہت پیار کرتا ہوں وہ میری کزن نور ہے آئی لو یو نور میری اور نور کی بچپن کی منگنی کر دی گئی تھی ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے ہم روز ایک دوسرے سے ملتے تھے اور جی بھر کے باتیں کرتے تھے وقت کا کوئی پتہ نہیں چلا ہم جوان ہو گئے ہمارا پیار اور بھی زیادہ ہو گیا دل میں جو ارمان تھے وہ بھی جوان ہو گئے اب نور میری ملاقات کبھی کبھی ہوتی تھی اسے گھر والے زیادہ باہر نہیں آنے جانے دیتے تھے پھر بھی ہم بھی چھپ چھپا کر مل لیتے تھے اگر نور مجھے کہتی تھی اعجاز مجھے ڈر لگتا ہے کہیں کسی کی نظر ہمارے پیار کو نہ لگ جائے میں نور سے کہتا یہ تمہاری غلط سوچ ہے اور اب ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا ہاں اگر جدا کر سکتی ہے تو وہ موت ہے۔

موت کے سوا ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا نور سے جو چھپ چھپ کے ملنے کا مزہ تھا وہ بھی کسی نشے سے کم نہ تھا ہماری ملاقات کبھی دن کو تو کبھی رات کو جس دن نور سے نے ملتا میرے لیے وہ دن کسی عذاب سے کم نہیں ہوتا تھا نور کسی رشتہ دار کے ہاں شادی پر چلی گئی اسے کچھ دن وہاں رکنا پڑا میرا یہاں بہت برا حال تھا مجھ سے نور کی جدائی ایک پل کے لیے بھی برداشت نہیں ہو پا رہی تھی پھر پندرہ دن کے بعد میری نور سے ملاقات ہوئی میں ناراض تھا نور نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے معافی مانگی پھر میں نے اس کے ہاتھ پکڑ کر کہا۔

یار اب مجھ سے تیری جدائی برداشت نہیں ہوتی ہم کب ایک ہونگے اور کب ہماری شادی ہو گی مجھ سے اب اور اکیلے زندگی نہیں گزاری جاتی میرے بھی کچھ جذبات ہیں میرا بھی دل کچھ اس طرح چاہتا ہے

رکھ کر ہونٹوں پہ ہونٹ اپنی سانسیں
تیری سانسوں میں ڈال دوں
لپٹا رہوں تم سے رات بھر
تیری روح کو خود میں اتار لوں
سر سے پاؤں تک تجھ کو چوم چوم کر
تیرے تن بدن میں بجلی اتار دوں
چوس کر تیرے ہونٹوں کو
تیرے ہونٹوں کی رنگت نکھار دوں

اعجاز تم بہت زیادہ دیوانے ہو گئے اب میں چلتی ہوں نور اتنی جلدی بھی کیا ہے چلی جانا کتنے دنوں بعد ملی ہو تھوڑا اور ٹھہر جاؤ پلیز یار یہ تم مجنوں والا انداز ختم کرو گے تو میں بیٹھوں گی ورنہ میں چلتی ہوں۔

ٹھیک ہے میں اب منہ سے کوئی بات نہیں کہوں گا بس تمہیں دیکھتا رہوں گا اب تو بیٹھ جاؤ سرکار۔ یار لگتا ہے تم بہت مجبور ہو گئے میرے پیار میں۔

مت ملو مجھ سے تمہیں کوئی مجبوری تو نہیں
دنیا میں ہر چیز مل جائے یہ ضروری تو نہیں
کچھ لوگ ہوتے ہیں دنیا میں صرف غم کیلے
کوئی یہاں ہنسے یہ ضروری تو نہیں
نیند تو کانٹوں کے بستر پر بھی آ سکتی ہے
ان کے آغوش میں ہو سر یہ ضروری تو نہیں

اچھا جان اب جا کر تم سو جاؤ رات کافی ہو گئی ہے گڈ نائٹ۔

مجھے کہاں نیند آتی وہ رات یونہی بے قراری میں گزری یہ پیار بھی کم بخت عجیب ہوتا ہے پھر دن گزرنے لگے ایک دن ابو نے کہا اعجاز کی شادی ابھی پانچ سال تک نہیں کریں گے۔ میرا تو نور کے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا کانٹوں کی طرح تھا یہاں تو بات پانچ سال کی تھی اب میرا کیا ہوگا میری دیوانگی اور بھی زیادہ ہو گئی مجھے خود پہ اختیار نہ رہا پھر نور سے میری ملاقات ہوئی مجھے کیا پتہ تھا کہ ہماری آخری ملاقات ہو گی میں نے نور سے کہا یار میرے گھر والے کہتے ہیں اعجاز کی شادی پانچ سال بعد کریں گے یار اتنے سال میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا اب تو ہی بتا اب میں کیا کروں پھر تم پانچ سال انتظار کرو گی۔

میں بھاگی تھوڑی جا رہی ہوں میں ایک پل تیرے بغیر نہیں رہ سکتا ادھر تو بات پانچ سال کی ہے مجھے اپنی بانہوں میں لے لو میں نے اپنے ہاتھ نور کی ہاتھ میں پا لیے میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا نور میرے بہت قریب تھی نور اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں سے چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔

نہیں اعجاز تم اپنی حد میں رہو تو اچھا ہے یار ہم نے تو کبھی نہ کبھی ایک ہی ہونا ہے تو پھر اس میں کیا برا ہے صرف ایک بار مجھے اپنی حسرت مٹانے دو پلیز یار میرا خود پر کنٹرول نہیں ہے۔

میں کیا کروں مجھے اس وقت ہوس نے جکڑا ہوا تھا میں نے یہ سوچا میں کیا کر رہا ہوں اور کس سے کر رہا ہوں میں اپنی ہی محبت کر برباد کرنے چلا تھا۔ افسوس اعجاز میں تمہیں بہت اچھا سمجھتی تھی آج سے تم میری نظروں میں گر گئے ہو اب میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں آج سے نور تیرے لیے مر گئی ہے۔

مجھے افسوس ہے تم مجھے سمجھ نہیں سکے تم نے ایک آوارہ اور گری ہوئی لڑکی سمجھا۔

میں اب جا رہی ہوں پھر مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا نور کے جانے سے میری زندگی میں ہمیشہ کے لیے شام ہو گئی آج وہ میرا نام سننا گوارہ نہیں کرتی۔

کاش وہ گزری شام آ جائے
اس کے ہونٹوں پہ میرا نام آ جائے
میرا دل تڑپتا ہے اس سے ملنے کو
اس کے در سے کوئی پیغام آ جائے
بند آنکھوں میں اس کے سپنے دیکھ کر
کچھ نہیں تو دل کو آرام آ جائے

میں غلط تھا میں نے مانا نور خدا کے لیے مجھے معاف کر دو آج مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔

قارئین میں نے گناہ کا ارادہ کیا تھا اور مجھے اتنی بڑی سزا ملی میری محبت مجھ سے روٹھ کر چلی گئی جو میرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی تھی آج وہ اپنی زندگی خوشی سے گزار رہی ہے اور میں ایک ہنسی کے لیے بھی ترس رہا ہوں محبت کرو اور سچے دل سے کرو اور دل میں ہوس نہ رکھو خدا تعالیٰ آپ کو ہوس سے بچائے آمین۔

جفاؤں کی ہوا میں وفاؤں کا نام نہیں رہا۔ محبت کے طلاطم میں اب کوئی کام نہیں رہا
---بشیر احمد بھٹی بہاولپور

غم کی جاگیر ملی ہے وراثت میں مجھے۔ اپنی جاگیر میں رہتا ہوں خوابوں کی طرح
---مظہر حسین دین پور عبدالحکیم

نہ تو آیا نہ ہی تیرا ایس ایم ایس آیا نہائت ہی بے قراری ہے

میرے دل کے اسٹیشن پر غموں کی ریل جاری ہے
---طاہر اسلم مٹھو بلاچ سرگودھا

میرا بہترین شعر

اشکوں کے سمندر میں سکون پایا ہے میں نے
ہنستے ہوئے چہرے سے مجھے درد ملے ہیں
------------محمد سلیم منیو کوٹھا کلاں

لوگ کہتے ہیں سوچ لینا تھا محبت کرنے سے پہلے
لوگ کو کیا پتا کہ سوچ کر تو سازش کی جاتی ہے
------------یاسر ملک مکان جنڈ

مجھ پر ستم ڈھا گئے میری ہی غزل کے اشعار ہادی
وہ پڑھ پڑھ کے کھو گئے کسی اور کے خیال میں
------------حماد ظفر ہادی

دل کی لگی کیا ہے ذرا مسکرا کے دیکھ
آنسو بہا کے دیکھ کبھی دل ملا کے دیکھ
پروانہ جل رہا ہے مگر جل رہا ہے کیوں
یہ راز جاننا ہے تو خود کو جلا کے دیکھ
------------خلیل احمد ملک

ہم غلط تھے چلو اتنا تو مان لیتے ہیں روبی جی
کیا وہ شخص ٹھیک تھا جو بدل گیا اتنا قریب آ کے
------------وقاص انجم جڑانوالہ

یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی
کسی کے دور رہنے سے محبت کم نہیں ہوتی
------------محمد صفدر دکھی کراچی

میں تو سمجھتا تھا کہ لوگوں سے شناسائی بڑھی
رابطے جتنے بڑھے اتنی ہی تنہائی بڑھی
------------محمد آفتاب شاد ملک دو
کوٹہ محبت بندگی ہے اور اس میں تن کا قرب مت
مانگو
کنول کہ جس کو چھو لیا جائے اسے پوجا نہیں کرتے
------------کنول جی تنہا گگو منڈی

ہمارا اصول ہے خط پڑھ کر دکھایا نہیں کرتے
پانی میں بہا دیتے ہیں جلایا نہیں کرتے
------------ذوالفقار تبسم میاں چنوں

تم کو غرور ہے نہ کہ جی سکتی ہو میرے بنا
سنو جاناں ہم تمہارا غرور ٹوٹنے نہ دیں گے
------------محمد تقدین رحلہ منڈی

مت کر کسی سے پیار اتنا کہ وہ پیار تیری زندگی بن
جائے کنول جی
تو یہ کیسے بھول گیا کہ زندگی کبھی کسی سے وفا
نہیں کرتی
------------کنول جی تنہا

سنو کیسے پڑھتے ہیں جنازہ انکا
وہ خواب جو سینے میں مر جاتے ہیں
------------محمد عرفان آصف ملتان

یہ الگ بات ہے کہ تعمیر نہ ہونے پائے کبھی
ورنہ ہر دل میں کچھ نہ کچھ تاج محل ہوتے ہیں
------------اشفاق دکھی مرغی فارم

بن تیرے شہر کا شہر ویران رہتا ہے
بچھڑ کے تجھ سے ہر راستہ سنسان رہتا ہے
تہ تجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے
جو تیرے سامنے کثر نجان رہتا ہے

------------محمد صفدر کراچی

لوگ چہرہ تو صاف رکھتے ہیں جن پر لوگوں کی نظر
پڑتی ہے
مگر دل صاف نہیں رکھتے جن پر خدا کی نظر پڑتی
ہے
------------فرمان الٰہی رجانہ

اس کے ہر زخم پہ دل نثار ہوتا ہے
ظالم جتنا بھی ہو یار تو یار ہی ہوتا ہے
------------ایم ظہیر عباس

ہر لفظ کتابوں میں اس کا عکس لیے ہے
ہر پھول سا چہرہ مجھے پڑھنے نہیں دیتا
------------معراج محبوب ثمر۔ ہری پور

اندھیرا مانگنے آیا تھا روشنی کی بھیک
ہم اپنا گھر نہ جلاتے تو اور کیا کرتے
------------عمر دراز کھڈیاں خاص

اس قدر ظرف تو رکھتے ہیں زمانے والے
زندگی چھین کے جینے کی دعا دیتے ہیں
------------کوثر پروین روڑا لہ روڑ

میرے دل کو وہ لے گیا کان سے پکڑ کر
واہ کس انداز کس شان سے پکڑ کر
------------وسیم منیر ڈھلیان ڈنگہ

میں ڈوب کے ابھرا تو فقط اتنا دیکھا تبسم
وہ بھی کنارے پر کھڑا ہنس رہا تھا غیروں کے
ساتھ
------------راجہ بلال احمد تبسم۔ جھنگ

چاہا تھا تجھ کو دل کی گہرائیوں کے ساتھ
زندگی ہوں اپنی ذات میں تنہائیوں کے ساتھ
روکا نہیں تھا اس کو بچھڑنے کے وقت بھی
اپنی وفا پہ ناز تھا سچائیوں کے ساتھ
------------محمد آفتاب شاد

اس نجومی نے تو مجھے پریشانی میں ڈال دیا ایم
کہتا ہے مجھے موت نہیں کس کی یاد مارے گی
------------اشفاق دو کوٹہ

میں کمبخت اب بھی زندہ ہوں صرف انتظار میں ا
سکے
اور وہ کہتا ہے کہ مر گئی ہو تم میرے لیے
------------سجاد علی گلیلتی

تمہیں اب فرق پڑنے سے
مجھے اب فرق نہیں پڑتا
------------حماد ظفر ہادی

ٹوٹ جاتا ہے جو ذرا سی ہوا تیز چلے
تیرا وعدہ بھی تو خوشبو کا بدن ہوتا ہے
------------اسحاق انجم

ایک سنگدل کے پیار میں ہم تڑپتے رہے عمر بھر
اے زخمی روتا ہوا چھوڑ کر وہ کسی اور کا ہو گیا
------------عابد زخمی کراچی

تیرے شہر کے لوگوں نے کتنا ظلم کیا ہے
ہر بات پہ ڈانٹا ہے ہر لفظ پہ پیٹا ہے
------------یاسر وکی صالحوال دیپالپور

وہ آئے تو ہم سے ملنے تاروں کی چھاؤں میں
پر کچھ بھی ہو تم ان سے کہو یوں رات کو آنا ٹھیک
نہیں
------------آکاش این الہ آباد

کہیں کچھ اور بھی ہو جاؤں گا
ایسا ٹوٹا ہوں کے جڑتے ہوئے ڈر لگتا ہے
------------حسن شاہین روہڑی

رہے اس آس پہ زندہ کوئی آ کر کہے ہم سے
چلو اب مسکرا بھی دو ہمیں بھی پیار ہے تم سے
------------خلیل احمد ملک شیدائی شریف

دکھ سہنا اب تم سے کہا نہ جائے اب تم سے دوری کا

غم سہا نہ جائے
لبوں پہ ہر وقت ترانے ہیں
پوچھ رہا ہے دل تیرے بن اور اب رہا نہ جائے
------عابدہ رانی گوجرانوالہ

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں
------عبداللہ ساگر گگو منڈی

ہمیں خبر ہے کہ وہ آج رات روئے ہیں
کہ ان کے شہر سے جھونکے ہوا کے نم آئے
------سونو گوندل

مت بہا آنسو خاطر کسی بے وفا کے لیے
وہ جھونکا تھا ہوا کا آیا اور نکل گیا
------سید ہمراز مرز مظفر آباد

ہر اک شہر کا ماحول ایک جیسا ہے
تو اس دیار میں کتنے مکان بدلے ہیں
------نسیم اسحاق قصور

دوست بھی رہ کی دیوار سمجھتے ہیں مجھے
میں سمجھتا تھا میرے یار سمجھتے ہیں مجھے
ہیں مجھے یہ بدلے ہوئے حالات میں ڈھل جاتا
ہوں دیکھنے والے ادا سمجھتے ہیں مجھے
------ثوبیہ حسین کہوٹہ

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے تو کل دنیا سے نکل جائیں گے
------فرمان الٰہی رجانہ

چپکے سے لے کر نام تیرا گزار دیں گے زندگی
زمانے کو نہ بتائیں گے پیار ایسے بھی ہوتا ہے
------ماہ نور کنول

خود کو میرے ہی دل میں چھوڑ گئے ہو جانی

تم کو تو اچھی طرح بچھڑنا بھی نہیں آتا
------پرنس مظفر شاہ پشاور

خود کو مستوئی ایس جگر لا کے رکھا ہے
کوئی ڈھونڈے سے بھی نہیں ڈھونڈ سکے گا
------سردار اقبال سردار گڑھ

اے یاد جان جاں تجھے کیا کہوں چلی جا
تجھے خدا کا واسطہ مجھے سونے دے
------غلام مجتبیٰ غلام ڈنگہ

نہ وہ میری تقدیر میں نہ میں اس کی قسمت میں
پھر بھی نہ جانے کیوں دل اسے بنانے کی سوچ میں لگا ہے
------ایم عاصم بوٹا چوک متیلہ

محبت میں زبردستی اچھی نہیں ہوتی
جب تمہارا دل چاہے تب میرے ہو جانا
------پرنس مظفر شاہ

یہ جانتے ہوئے بھی کہ تو کسی اور کے چمن کا پھول ہے
میں نے زندگی کی ہر سانس کو تیرے نام کر دیا
------پرنس عبدالرحمن نین رانجھا

ہم چپ ہیں تو چپ ہی رہنے دو ہمیں
اگر ہم ضد پہ آئے تو زمانے سے چھین لیں گے تمہیں
------ایم ظہیر عباس جنڈ

یہ نہ کہہ کہ سب مقدر کی بات ہے جگر
میری بربادیوں میں تیرا ہاتھ شامل ہے
------عامر سہیل جگر

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے لغاوت نہیں کرتا
------نیرب اقبال کوٹ ادو

اس کی توجہ تیرے نصیب میں لکھی ہی نہیں

چھوڑ دے اسے یاد کرنا خود کو بے وفا سمجھ کر
------خضر حیات روڑ تھل

لوٹ آ تیرے جانے سے سب بہاریں لوٹ گئیں
اب تو پیار ہی بچا ہے تجھے یاد کرنے کے لیے ساقی
------میاں طارق محمود فیصل آباد

خوشی میری تلاش میں یوں ہی پھرتی رہی
کبھی اسے میرا گھر نہ ملا تو کبھی اسے گھر ہم نہ ملے
------سجاد علی سکردو

بناؤ اسے اپنا جو تمہیں چاہتا ہو ہادی
خدا کی قسم بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں چاہنے والے
------ملک نعمان نواز دیپالپور

دل میں ہوتا تو یہ ممکن تھا نکل بھی جاتا
اب وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ میں
------بشارت علی پھول باجوہ صفدر آباد

تیری بے وفائی نے میرا یہ حال کر دیا بے وفا
میں نہیں روتا مجھے دیکھ کر لوگ روتے ہیں
------نویدانجم ساغر میاں چنوں

یاد آتے ہو کچھ اور بھی شدت سے سانول
بھول جاتے ہو جب بھی ارادہ چاہا
------محمد ارشد ساقی ڈہرانوالہ

تم کو دیکھا تو اک خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایہ ہو
------عامر شہزاد شور کوٹ سٹی

میں ہر غم میں خوش ہوں اے دوست
شکر ہے محبت کا غم نہیں
------یاسر وکی صالحوال

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
------محمد سلیم

منیو مٹاؤں کس طرح ماضی کے اندھیروں کو
اجالا ہو نہ سکا خود کو بھی جلانے سے
------وقاص انجم جڑانوالہ

زندگی ملی تو کیا ملی مل کر بے وفا ملی
اتنے میرے جرم نہیں جتنی مجھے سزا ملی
------ذوالفقار ناڑیوکے

ہر دن اسی طرح گزر جاتا ہے اے یاسر
مجھ میں کون سی ایسی کمی تھی جو یہ میرا نہ ہو سکا
------محمد یاسر تنہا سلطان خیل

حال جو میرا ہے وہ تم سب جانتے ہو عاصم
پھر بتاؤ کیا ہو گا حال دل سنانے سے
------ایم عاصم بوٹا چوک متیلہ

ساقی آج آگیا ہے کیسا زمانہ جو
------محمد ساقی بھٹی جھنگ

زندگی اپنی سنجیدہ تھی سنجیدہ ہی رہی
کوئی اپنا نہ تھا سحر جو کہتا خوش رہا کرو
------عاشق حسین طاہر

تجھے بھلا دینا ہوتو تا کب کا بھلا دیا ہوتا
تم حسرت زندگی ہو مطلب زندگی نہیں
------سعدیہ رمضان سعدی صادق آباد

ڈوبی ہوئی ہیں میری انگلیاں اپنے ہی لہو میں
یہ کاغذ کے ٹکڑے پر بھروسے کی سزا ہے
------پرنس عبدالرحمن نین رانجھا

پھول چننا بھی اگر ظلم ہے اس گلشن میں
آپ کانٹوں ہی سے بھر دیجئے دامن میرا
------مس فوزیہ کنول کنگن پور

ہر لفظ میں محبت ہر لفظ میں دعا
مقروض کر دیا ہے ہمیں تیرے خلوص نے
------عامر شہزاد چوہدری شورکوٹ

تمہیں دیکھا تو محبت کی سمجھ آئی
ورنہ اس لفظ کی تعریف سنا کرتے تھے
--------------ملک عبدالرحمان ساحل خانپور

بڑی حسین تھی زندگی جب نہ کسی سے محبت تھی نہ
کسی سے نفرت تھی
زندگی میں ایک ایسا موڑ آیا محبت ایک سے ہوگئی
اور نفرت دنیا سے ہو گئی
--------------سجدہ صابر بوریوالہ

خوشبو کی طرح میری ہر سانس میں
پیار اپنا بسانے کا وعدہ کرو
--------------مس صبا کلر سیداں

برسی یہ آنکھیں جس کی یاد میں برسات کی طرح
ہائے وہ بھی چھوڑ گئے مجھے میرے حالات کی
طرح
--------------ایس علی خان عارفوالہ

رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
--------------فوجی شاہد احمد رسول نگر

اب تو دل میں ایک ہی آرزو ہے
جان نکل جائے تیرا چہرہ دیکھتے دیکھتے
--------------محمد احمد ساقی

جھنگ جی تو چاہتا ہے تجھے چیر کے رکھ دوں اے
دل
نہ وہ رہے تجھ میں نہ تو رہے مجھ میں
--------------ندا علی عباس سوہاوہ

چاہت کی طرح چاہا تھا وہ جس کو ٹوٹ کر
توڑا ہے اس نے آئینہ میرے دل کے قرار کا
--------------رانا بابر علی ناز لاہور

اگر ارادہ قتل کا تھا تو تلوار سے سر قلم کر دیتے
کیوں عشق میں ڈال کر ہر سانس پہ موت لکھ دی

--------------وقاص انجم جڑانوالہ

نہ تول میری محبت کو اپنے دل سے اے دوست
دیکھ کر میری محبت کو اکثر ترازو ٹوٹ جاتے ہیں
--------------پرنس مظفر شاہ پشاور

ہم سے کای پوچھتے ہو بے وفائی کی انتہا یارو
ہم سے پیار سیکھتا رہا وہ کسی اور کے لیے
--------------اظہر سیف دکھی مسجد بلال

آرزو میں ہی زندگی گزر جاتی ہے رومی
وجہ آرزو بھی سمجھ نہیں آتی
--------------عبدالجبار رومی

چوہنگ بہت تنگ ہوں تیری نوکری سے اے
زندگی
مناسب ہی ہے میرا حساب کر دے
--------------محمد زبیر شاہد ملتان

اس نے سوچ کر الوداع کر دیا اے سلیم
یہ غریب لوگ ہیں وفا کے سوا کیا دیں گے
--------------محمد سلیم منو ککن پور

اب تم سے دور رہ پاؤں یہ ممکن نہیں لیکن
ٹوٹ کر بکھر جاؤں ایسا نہ کوئی سوال لکھنا
--------------شہزاد سلطان کیف الکویت

میں نے اس سے پوچھا ایک پل میں جان کیسے نکلتی
ہے
اس نے چلتے چلتے میرا ہاتھ چھوڑ دیا عمران
--------------عمران علی شیر پھولنگر

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں
خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے
--------------اللہ دتہ مخلص راولپنڈی

جاؤ جا کر ڈھونڈ لو ہم سے زیادہ چاہنے والا
مل جائے تو خوش رہنا نہ ملے تو پھر ہم تیرے ہیں
--------------خرم شہزاد مغل

غزلیں نظمیں

غزل

ہوا جب سے تم سے پیار صنم میں
دنیا کے ہوش بھلا بیٹھا
ہے لب پہ نام صرف تیرا ہو سب
سے یاد جدا بیٹھا
واسطہ پیار ترے سے کئی آباد
حسرتیں دل میں ہوئی
میں پیار تیرے کی دنیا میں اک اپنا
شہر بسا بیٹھا
میں پیار تیرے کی مئے پی لے مد
ہوش مسلسل رہتا ہوں بندھن کے
میں اس کمرے میں یادوں کے
دیپ جلا بیٹھا
تم زندگی میری ہو منزل بن تیرے
جینا ہے مشکل
ہے مقدر پیار صرف تیرا تجھ دے
میں دل لگا بیٹھا
اب دو نہ اتھی رسوائی تم لوٹ کے
آجاؤ ناصر
ہے بے رونق یہ شہر اپنا میں یوں تو
خوب سجاتا بیٹھا

ایم ناصر جوئیہ چوک میتلا

غزل

روز روتے ہوئے کہتی ہے زندگی
مجھ سے
صرف ایک شخص کے لیے مجھے
برباد نہ کر
تفصیل سے کیسے سنائیں یہ قصہ
محبت کا

کہ مصروف ہوا ب تک ہمیں برباد
کرنے میں اس نے ہی لگا دیا
بیوفائی کا الزام عامر
میرے پاس تو میری وفاداری کا
گواہ بھی وہی تھا
تم لوٹ کے آنے کا تکلف مت
کرنا
ہم ایک شخص سے دوبارہ محبت نہیں
کرتے
سی قدر مشکل ہے یہ زندگی کا سفر
خدا نے جینا حرام کیا لوگوں نے
مرنا
ہم اتنے بھی نہیں بدلے کہ بھول
جائیں اپنوں کو
جب کوئی منتظر ہی نہ ہو تو رابطہ اچھا
نہیں لگتا
پانی سے بھری آنکھیں لے کر مجھے
گھورتا ہی رہا
وہ آئینے میں کھڑا شخص پریشان
بہت تھا

عامر جاوید ہاشمی

غزل

کوئی آنکھ کا تارا ہو گا
کوئی جان سے پیارا ہو گا

کوئی خوشیوں کا اشارہ ہو گا
کوئی دشمن ہو گا زندگی کا
کوئی جیون کا سہارا ہو گا
کوئی روز جلائے گا دل میرا
کوئی دل کو پیارا ہو گا
میں اتنا بتا دوں تجھ کو عاصم
جس نام سے خوش ہو گا یہ دل
وہی نام تمہارا ہو گا

مس فوزیہ کنول چوک میتلا

غزل

تجھ سے تیرا حجاب ہو گا
تیرا پردا جناب ہو گا
میں تو کہتا ہوں مجھ میں تو ہے بسا
بول تیرا کیا تیرا جواب ہو گا حشر کا
ردب مجھ کو دیتا ہے
آخر میرا کیا حساب ہو گا
مجھ میں رہ کر بھی بہت دور ہے
اس سے بڑھ کر کیا عذاب ہو گا
تیری پہچان میں ہی ہوں ساغر
اس سے بڑھ کر کیا خطاب ہو گا

ایم نذیر ساغر ٹبہ سلطان پور

غزل

تمہاری یاد کے منظر بھی کھونے
نہیں دیتے
تمہاری یاد کے سائے ہمیں سونے
نہیں دیتے
یہ بادل یہ خوشبو یہ پھول ہمیں بے
تاب کرتے ہیں
اگر رونا بھی چاہیں ہم کبھی رونے
نہیں دیتی ہم اپنی سانس دے کر
رو لینے جانے والوں کو
ہمارا بس اگر ہوتا جدا ہونے نہیں

دیتے
نظر میں دید کی حسرت لیے چپ بیٹھے ہیں دوست
آپ ہم سے دور رہیں کر بھی ہمیں سونے نہیں دیتے
خضر حیات روڈ اٹھل

غزل

اک خواب ہے اس خواب کو کھونا بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی نہیں ہے
لپٹا ہوا ہے دل سے کسی راز کی صورت
اک شخص کہ جس کو میرا ہونا بھی نہیں ہے
وابستہ ہے مجھ سے تو ہے بھی کہ نہیں ہے
جب میں نہیں تجھ میں تیرا ہونا بھی نہیں ہے
یہ عشق ومحبت کی روایت بھی عجب ہے
پایا نہیں جس کو اسے کھونا بھی نہیں ہے
جس شخص کی خاطر یہ حال ہے دوست
اس نے تیرے مر جانے پی رونا بھی نہیں ہے
ثوبیہ حسین کھوٹہ

غزل

محبت کو ہم بدنام نہیں کرنا چاہتے
تجھ سے اظہار ہم سرعام نہیں کرنا چاہتے
خوشیاں تیری ہیں میری جان تو لے لے سب
پر غم اپنے تیرے نام نہیں کرنا چاہتے
دنیا چاہے تجھے چھوڑ دو رقیبوں کے لیے
پر ہم یہ نیک کام نہیں کرنا چاہتے
ب صبح وشام تیری دید نہیں کرنا چاہتے
اپنے مرنے کا اور انتظا نہیں کرنا چاہتے
قصور اتنا بس بینا دغا باق نہیں بننا چاہتے
بے وفائی کو ہم اور عام نہیں کرنا چاہتے
بینا۔عبدالمجید۔کراچی

غزل

میری چاہتوں کا معمار تم ہی ہو
میرے سپنوں کا شہکار تم ہی ہو
ویران ہو جاتی ہے زندگی خزاں میں اکثر
میری زندگی کی بہار تم ہی ہو
نہیں جانتے ہو میری تنہائی کا عالم
مری سوچ و بچار تم ہی ہو
بن جائے زندگی نعمتوں سے جنت
زندگی کا اب دارومدار تم ہی ہو
ڈھونڈتے رہے وفا عشق کے بازار میں
حقیقت میں محبت کے خریدار تم ہی ہو
نہ دیکھیں تو سکون نہیں ملتا آنکھوں کو
ملے ٹھنڈک جس سے وہ دیدار تم ہی ہو
میری خوشیوں کا تو زمانہ ہی نہیں تھا
اب جینے کا انحصار تم ہی ہو
رک جاتی دھڑکن اگر تم نہ ہوتے
سب دل کا قرار تم ہی ہو
رکھتے ہیں ہم کسی کے دل میں جگہ
وہ سادگی کے سروکار تم ہی ہو
ہر سانس ہے ساتھ ہے تیری زندگی کی دعا
نہیں حسن کی پکار تم ہی ہو
حسن رضا رکن سٹی

نظم

جب تمہیں الوداع کہتا ہوں میرا ایک حصہ مر جاتا ہے
آہستہ خرام موت جو دھیرے
مسلسل اور یقین کے ساتھ میری طرف بڑھ رہی تھی
تا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں لے لے تب تک
مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اور کتنی بار مرنا ہے

غزل

میں اکثر خود سے کہتا ہوں
بہت بے تاب رہتا ہوں
کبھی تجھ سے ملوں گا تو کہوں گا
اے میرے ہمدم میں تجھ بن نہ رک سکوں گا
مگر یہ کہہ نہیں سکتا
تیرا جادو میرے سر چڑھ کر ایسے بولتا ہے کیوں
میرا من ڈولتا کیوں ہے کہ جب تو سامنے ہوتا ہے
تو دھڑکن رُک جاتی ہے
میں تیری آنکھوں کے گہرے ساغر میں ڈوب جاتا ہوں
میں ان جذبوں کو کوئی نام نہیں دے سکتا میں اکثر بھول جاتا ہوں
ساگر گلزار کنول

غزل

[illegible] بعد
دل ہوا اداس تیرے جانے کے بعد
روٹھ گئی تھی زندگی ہم سے شاید
زندگی پھر سے مسکرائی تیرے جانے کے بعد
اسے میں خیال سمجھوں کا کوئی خواب
کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے دل میرا تیرے جانے کے بعد
توڑ دیا تم نے دل میرا کسی اور کے لیے
پچھتاؤ گی تم اس کی ہو جانے کے بعد
اور کتنا تڑپاؤ گی ہمیں ایف
پیار کیا ہے تم جانو گی میرے مر جانے کے بعد
عامر علی خضرو

غزل

دوستوں نے روایت برقرار رکھی ہے
پھولوں کی تہہ میں تلوار رکھی ہے
خلوص کا میرے یہ ملا اجر کہ سر محفل عزت اتار رکھی ہے
جب تک ممکن رہا ہم نے تو محبت ہر کسی سے بے شمار رکھی ہے
گلوں کی بجائے شعلوں کا انتخاب
عشق نے عقل بشر کی مار رکھی ہے
دل کے نذرانے جان کی قربانی
دوستی میں ہر قیمت تیار رکھی ہے
وقت کے زخم کر دو وقت کے حوالے
[illegible] صورت [illegible] رکھی ہے
ہیں اور بھی ہر سو جہاں کے پتھر و
کہ یوسف کہ چوکھٹ ہی تاڑ رکھی ہے
یوسف دردی

غزل

جانے کیوں جان کر انجان بنا بیٹھا ہے وہ
جان کر بے جان بنا بیٹھا ہے وہ
کتنا معصوم تھا جب میں نے اسے دیکھا تھا
آج وہ وقت کا شیطان بنا بیٹھا ہے وہ
مجھ سے دور سہی پھر بھی قریب ہے کتنا
دل کے ایوان میں مہمان بنا بیٹھا ہے وہ
اسکو فرصت ہی کہاں حال دل پوچھے میرا
رفتہ رفتہ میرے جان بنا بیٹھا ہے وہ
بھول جاؤں اسے یہ ممکن کہاں
ہے میرے درد کی پہچان بنا بیٹھا ہے وہ
محمد عباس جانی

غزل

بہا کہ آنسو اس نے مجھ سے وال کیا
یوں آخر تم نے مجھ سے اس قدر پیار کیا
کچھ ایسے اس کے سوال نے مجھ کو تڑپایا
[illegible]
آنسوؤں کو چھپایا
اس نے اپنی قسم دے کر اس وقت
کہا میری شادی میں ضرور آنا
میں نے ہنس کر اس وقت ہاں میں سر ہلا دیا
میری ہنسی نے اسے کچھ ایسے تڑپا دیا
اس نے روتے ہوئے پھر سے وہی سوال کیا
میں نے اس کو آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے یہ جواب دیا
نہیں کرتا میں تم سے پیار جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا
اس کے جانے کے بعد خود میں نے یہ اعتراف کیا
میں انے اپنے ہاتھوں سے خود کو برباد کیا

غزل

تجھکو میری قسم ہے میرے محبوب
یہ وعدہ نہ لو ہم نبھا نہ پائیں گے
وہی بتا تیرا شہر چھوڑ کر یہ دیوانے کہاں جائیں گے

شرابی کر گئے توبہ جو شراب سے
بنا پھر تیری نظر کے مۓ خانے کہاں جائیں گے
عمر کی گھڑی سے نکال دیں اگر تجھ
کو پھر محبت کے زمانے کہاں جائیں گے
مت لبوں پر چپ کے تالے ڈالو
تم نے لب سی لیے تو محبت کے ترانے کہاں جائیں گے
میں نے تیرے نام سے اک شہر سجا رکھا ہے
تیرے بنا محبت کے گھرانے کہاں جائیں گے
تجھکو بنا لیا ہے اپنا عباس تم چاہتوں میں ہو
بڑے بن میرے افسانے کہاں جائیں گے
ماریہ عباس تنہا میرپور خاص

غزل

اپنے ہاتھوں سے یوں چہرے کو چھپاتے کیوں ہو
مجھ سے شرماتے ہو تو سامنے آتے کیوں ہو
تم بھی میری طرح کر بھی لو اقرار وفا
پیار کرتے ہو تو پھر پیار چھپاتے کیوں ہو
اشک آنکھوں کے میری دیکھ کہ روتے کیوں ہو
دل بھر آتا ہے تو پھر دل کو دکھاتے کیوں ہو
سے وابستہ ہے جب میرا مقدر پھر تم
میرے شانوں سے یہ زلف اپنی ہٹاتے کیوں ہو
روز مر مر کے مجھے جینے کو کہتے ہو
ملنے آتے ہو تو پھر لوٹ کے جاتے کیوں ہو
ذیشان ریاض فیصل آباد

غزل

نہیں منظور دل کو یہ عذاب مسلسل
بے رنگ ہو گئے آنکھوں کے خواب مسلسل
غزل لکھ رہی ہوں میں حرف حرف
تیری وفائیں تیری جفائیں بے حساب مسلسل
تیری بے رخی پہ بھی نہ بدلی روش اپنی
بھیج رہی ہوں تیرے واسطے وفائیں کے گلاب مسلسل
لفظ لفظ عیاں ہیں میری بابِ ہستی کا
اور اک تو ہے بند کتاب مسلسل
ابھی تن نشے میں ہوں حرا
اک دفعہ پی تیری آنکھوں سے شراب مسلسل
حرا رمضان اختر آباد

غزل

آنکھ رونے کی شدت سے لال تھوڑی ہے
ملال ہے مگر اتنا ملال تھوڑی ہے
س اپنے واسطے ہی فکر مند ہیں بھی لوگ
یہاں کسی کو کسی کا خیال تھوڑی ہے
پروں کر کاٹ دیا ہے اڑان سے پہلے
یہ خوف ہجر ہے شوق وصال تھوڑی ہے
مزہ تو تب ہے کہ ہار کے بھی ہنستے رہو
ہمیشہ جیت ہی جانا کمال تھوڑی ہے
لگانی پڑی ہے ڈبکی ابھرنے سے پہلے
غریب ہونے کا مطلب زوال تھوڑی ہے
ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ گوٹھ

غزل

میں پا سکا نہ بھلا سکا
نہ دل کی بات بتا سکا
وہ ہنسی ہنسی میں ہی چل دیا
کہ میں ہاتھ تک بھی نہ ہلا سکا
یونہی میں سوچتا رہا دیر تک
مگر اس کو کچھ بھی نہ بتا سکا
یہ مقام ہی تھا عجیب سا محسن
کہ میں خود کو بھی نہ بچا سکا
وہ جدا ہوا تو اس طرح ناصر
کہ میں الوداع بھی نہ کہہ سکا
نوید خان ڈاھا عارفوالہ

غزل

مجھے اپنی محبت کی خوشبو سے نور کر دو
میں تم سے جدا نہ ہوں سکوں اتنا مجبور کر دو
میری نس نس میں بس جاؤ کچھ اس طرح

میں کسی اور کی طرف نہ دیکھوں اتنا مغرور کر دو
میری یادوں کے آسماں پر گھٹا بن کا چھا جاؤ
میں کسی اور کو نہ سوچوں اتنا مصروف کر دو
شاہد رفیق سہو کبیر اوالا

غزل

تم سے کتنی محبت ہے یہ میں بتا نہیں سکتی
اپنی زندگی میں تمہیں اہمیت جتا نہیں سکتی
مری زندگی کا ہر لمحہ تمہیں سے شروع ہوتا ہے
تم سے دور رہ کر ایک پل بھی اکیلے بتا نہیں سکتی
ممکن ہے میں خود کو بھول جاؤں
پر تجھے بھولنے کی خطا میں کر نہیں سکتی
تم میرے دل میں ہی نہیں میری نس نس میں بسے ہو
تم سے بچھڑ کر میں یہ زندگی جی نہیں سکتی
یقین نہیں ہوتا کہ تم چاہتے نہیں ہو ہمیں
اپنے درد کو اپنی زبان سے بیان کر نہیں سکتی
آج وعدہ ہے یہ دل سے او
میرے صنم تمہارے سوا میں کسی اور کو چاہ نہیں سکتی
دین محمد جتوئی بولان

غزل

ہم روز صبح کو ملتے تھے
نئے پھول بھی اس دن کھلتے تھے
تم روز مجھے یہ کہتی تھی
میں خوشی سے ہنس دیتا تھا
تو آہستہ سے رو دیتی تھی
تو سکول میں جب بھی آتی تھی
تو دیکھ کر مسکراتی تھی
میری روح بھی خوش ہو جاتی تھی
سکول کے دفتر میں ہم ملتے تھے
تو پانی پینے آتی تھی
میں بہانہ بنا کر آتا تھا
ہم دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے
میں بازو تیرا پکڑتا تھا
تو شرما کر مجھ سے جاتی تھی
وہ گزرے دن بھی یاد آئے
وہ بیتے لمحے یاد آئے
آج دیکھنے کو ترستے ہیں
آنسو آنکھوں سے برستے ہیں
کبھی ملیں گے ہم اس طرح
جیسے ماضی میں ملتے تھے
یہ خواب ہی رہ جائے گا
تب وکی پگلہ مر جائے گا
پھر لوٹ کے تم بھی آؤ گی
حد سے زیادہ پچھتاؤ گی
یاسر وکی صالحوال

غزل

کبھی ہمارا بھی محبت کا نعرہ ہوا کرتا تھا
ہمیں بھی ایک شخص جان سے پیارا ہوا کرتا تھا
ایسی محبت کہ لوگ دیکھ کر رشک کریں
وہ میرا ماہتاب میں اس کا تارہ ہوا کرتا تھا
پھر حالات نے پلٹا کھایا ہم بچھڑ گئے
بس یادوں پر دونوں کا گزارہ ہوا کرتا تھا
نا جانے کیوں اس نے پلٹ کر میرا حال تک نہ پوچھا
جو زندگی کے ہر موڑ پر میرا سہارا ہوا کرتا تھا
جس کے ڈھلتے حسن پر شاعر غزل آج لکھ رہے ہیں فیصل
کبھی اس کے لبوں پر اشعار ہمارا ہوا کرتا تھا
فیصل شہزاد وہاڑی

غزل

گل نایاب سے فرشتوں نے سجایا ہوگا
کتنی فرصت سے تجھے رب نے بنایا ہوگا
کتنی چاہت سے بنائی ہوگی تیری آنکھیں
کتنے پھولوں سے تیری پلکوں کو سجایا ہوگا
تراش کر اس سنگ نایاب کو
تیرا مجسمہ کتنی محنت سے بنایا ہوگا ملا
کر تیری سانسوں سے مشک ختن
تیرے ہونٹوں کو کسی ریشم سے بنایا ہوگا
مصوری کی تو حد ہی کر دی میرے مولا نے

تیرے رخسار پہ جب تل سجایا ہوگا
بنائے ہونگے جب قدرت نے مخمل
ہاتھ
ان لکیروں میں پھر جان جگر کا
چھپایا ہوگا
سجا کر ہلکی سی مسکان تیرے
چہرے پہ کے سبحان اللہ
سب سے اچھا سب سے پیارا
تجھے تب نے بنایا ہوگا
عامر سہیل جگر سمندری

غزل

اک دن میں نے اس سے کہا
کہ میں کہاں ہوں
وہ مسکرا کر بولا
میرے دل میں
میری جان میں
میری ہر سانس میں
میری ہر آس میں
میری ہر آواز میں
میری روح میں
میری امید میں
میری پہچان میں
میرے خیالوں میں
میری زندگی کی جستجو میں
یہ سب سن کر میں نے خوشی سے
پوچھا
کہ کہاں نہیں ہوں
اس کی آنکھوں سے آنسو نکل
پڑے اور تڑپ کر بولی بس میری
قسمت میں نہیں ہو تم
محمد آصف دکھی شجاع آباد

غزل

سفر وفا کی راہ میں منزل جفا کی تھی
کاغذ کا گھر بنا کے بھی تو خواہش ہوا
کی تھی
تھی جگنوؤں کے شہر میں تاروں
سے دشمنی
محبوب چاند تھا اور تمنا صبح کی تھی
اس نے تو عبادت کا تماشہ بنا دیا
چاہت نماز کی تھی پر عادت قضاء
کی تھی
میں نے تو زندگی کو اس کے نام لکھا
تھا
شاید مگر کچھ اور ہی مرضی خدا کی تھی
درد ہی دینا تھا تو پہلے بتا دیتے
ہم کو بھی ازل سے تمنا سزا کی تھی

غزل۔ مزاحیہ

آج اپنی محبت کو نیا موڑ دیا اس
نے
چھت سے دھکا دے کے ہاتھ توڑ
دیا اس نے
پہلے ہنستا تھا میں اب مسکراتا ہوں
مار کے مکا آگے کا دانت تور دیا
اس نے
اس نے اشارہ کیا کہ کچھ کہنا ہے تم
سے
کان پاس کیا تو مروڑ دیا اس نے
سردیاں آئیں تو لایا مالٹے اس
بے وفا کے لیے
مالٹا کھا کے چھلکا آنکھ میں نچور دیا
اس نے
شاہد اقبال پتوکی

میری میں نہیں آؤں گا

میری ماں تجھے وہ میرا مسکرانا یاد
آئے گا
وہ اتنے پیار سے مجھ سے جگانا یاد
آئے گا
میں ناداں ہوں جو روتا ہوں کہ
تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
ماں تجھے وہ پیار سے مجھ کو کھلانا یاد
آئے گا
میری ضد تھی کہ اب میں لنچ بھی
تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
میرے بستے میں تیرا وہ لنچ چھپانا
یاد آئے گا
لگا کر اپنے سینے سے مجھے رخصت
تو کرتی تھی
مڑ مڑ کر تجھے میرا وہ ہاتھ ہلانا یاد
آئے گا
امیدیں اب نہیں رکھنا میری ماں
واپس آنے گی
تجھے اب عمر بھر میرا وہ جانا یاد آئے
گا
------ کشور کرن پتوکی
ان بچوں کے لیے دعا گوں ہوں
کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس
میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان
کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے
آمین۔ اور جو ان کے چھوٹے
بہن بھائی ننھے مصوم کلیاں ہیں ان
کو بھی ہر قدم پر کامیابی نصیب
فرمائے اور۔ ان کا حوصلہ بلند
رکھے اور ان کے خوابوں کو پورا
فرمائے آمین۔
کشور کرن پتوکی

میری زندگی کی ڈائری

ہما کی ڈائری ایم اے کے نام

دل کا رشتہ بڑا ہی پیارا ہے......
کتنا پاگل یہ دل ہمارا ہے...... کتنا
خوبصورت رشتہ ہوتا ہے...... یہ دل
جب کسی دل کے ساتھ مل جاتا ہے
......تو پھر دل پر......عجیب قسم کا سرور
ملتا ہے...... ان دونوں دلوں پر
بہار یں اتر آتی ہیں...... جو دو دل مل
جائیں...... دل کیسے کام کروا...... لیتا
ہے...... دل ایک طرف سے تو کتنا
پاگل لگتا ہے...... لیکن ایک طرف
سے کتنا خوبصورت لگتا ہے...... ایسے
لگتا ہے اگر دل جو دل سے نہ...... ملا
تو کیا ہوگا...... اگر مل گئے دو دل تو
کیسا مزہ آئے گا...... لیکن جب ان
دو دلوں پر خزاں آجاتی ہے...... تو پھر
جیسے...... جی وہ دونوں دل مرجاتے
ہیں...... ہاں مرجاتے ہیں...... وہ
کتنا پیارا موسم ہوتا ہے جب......
شاخوں پہ پھول کھلتے ہیں...... وہ کیسا
خوبصورت موسم ہوتا ہے جب
پھولوں...... پہ بہار آتی ہے...... وہ
کیسا پیارا موسم ہے...... جب پھول
اپنی مست دھند میں ہوتے ہیں......
لیکن جب خزاں آتی ہے...... تو
پھول مرجھا جاتے ہیں...... وہ بھی
...... شاخوں سے ناراض ہو جاتے
ہیں...... اس طرح دو دل ہیں......
دل پر خزاں بھی آتی ہے اور بہار بھی
آتی ہے...... لیکن بہار کم وقت......
اور...... خزاں زیادہ وقت...... کیوں
کہ یہ انسان کی...... قسمت ہوتی ہے
...... اے کاش! یہ سب کچھ میری
جان M تو جان جائے...... ان دلوں
کو...... کہ ان کی خوشی کے لئے......
کیا کرنا چاہئے!
☆ ...... حسن رضا۔ رکن سٹی

جانی کی ڈائری سے پسندیدہ غزل

مجھے اپنی زندگی کی ڈائری میں یہ
غزل بہت پسند ہے:
زندگی رخ بدل گئی ہوتی
کاش تو مجھ کو مل گئی ہوتی
زندگی کو گلے لگا لیتا
یہ تمنا نکل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
خواب پلکوں پہ میں سجا لیتا
تجھ کو سینے سے میں لگا لیتا
اپنے دل کے اندر بسا لیتا
میری قسمت بدل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
بے وفا تو نے دل کو توڑ دیا
دو قدم چل کے ساتھ چھوڑ دیا
اپنی منزل کا رخ ہی موڑ دیا
دو قدم ساتھ چل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
آہ نکلے گی ہونٹ سی لوں گا
جس طرح ہو سکے جی لوں گا
زہر بھی ہنستے ہنستے پی لوں گا
غم کی ہر دھوپ ڈھل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
اب تیرے غم کو دل میں پا لوں گا
ہاں جدائی کا زخم کھا لوں گا
موت کو بھی گلے لگا لوں گا
موت بھی آ کے ٹل گئی ہوتی
کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
☆ ...... محمد جنید جانی۔ پشاور

امداد علی کی ڈائری اپنے ہمدرد کے نام

امداد علی کی برباد زندگی میں جہاں
مجھے تین لڑکیوں نے برباد کیا تو ایک
اچھا دوست بھی ملا جو کہ میرے ساتھ
ہی رہتا ہے، فیضان احمد ہری پور
والا۔ اپنے پیارے دوست کے لئے
یہ احمد فراز صاحب کے چند اشعار
امید ہے کہ ضرور پسند آئیں گے۔
مجھ سے گریز چاہے تو ہر راستہ بدل
میں سنگ راہ ہوں تو سبھی راستوں میں ہوں
مجھ سے بچھڑ کے تو بھی تو روئے گا عمر بھر

ابرار بلوچ کی ڈائری کا صفحہ

میری زندگی کی ڈائری ہر مہینے
کے رسالے میں آپ قارئین کی نظر

ہوتی آ رہی اور ان شاء اللہ جب تک زندگی رہی میں اپنی زندگی کے ہر بدلتے ہوئے اوقات اپنے ڈائری میں اور جواب عرض کے ذریعے آپ پیارے قارئین کی نظر کرتا رہوں گا۔ بظاہر تو میں اپنی زندگی میں بے حد خوش ہوں اپنے ماحول اپنے علاقے کی آب و ہوا اور اپنے اچھے اچھے دوستوں کے ساتھ کبھی بھی اداسی محسوس نہ ہوا اور میں اللہ کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے ایسی انمول زندگی عطا فرمائی۔ باقی دکھ درد، خوشی غمی وہ تو ہر ایک کی زندگی میں آتے جاتے ہیں۔ کسی کا نصیب دکھوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے اور کسی کا خوشیوں میں اور اسی طرح ہمیں بھی ہر طرح کی حالت کو سمیٹ کر چلنا ہو گا کیونکہ ہم انسان ہیں ہمارے ساتھ ہر طرح کے واقعات پیش آ سکتے ہیں۔

☆ عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران

ضیافت علی کی بھیجی گئی ڈائری

کیا کروں اس دل میں ارمان تو بہت ہیں پر اتنے وسائل نہیں ہیں جتنی اس دل کی خواہش ہے۔ ایک غریب ہونے کی وجہ سے کٹھن سی زندگی گزار رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں میرا ساتھ سب چھوڑ دیتے ہیں جس کو اپنا سمجھتا ہوں جس کو اپنا دوست بناتا ہوں وہی میرے ساتھ دغا کرتا ہے، وہی میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آج تک کسی سے سچا پیار نہیں ملا۔ جس کی میرے دل میں خواہش تھی آج تک کسی اپنے نے ساتھ نہیں دیا تو غیروں سے کیا گلا کروں، شاید قسمت میں کچھ ایسا لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ سب پسند ہے۔

☆ ...... ضیافت علی۔ کوٹلی آزاد کشمیر

کالا باغ سے جواد کی ڈائری

ماہ اگست کے رسالے میں بھی میری ڈائری شائع ہوئی اس کے بعد میں یہ ڈائری قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ جب سے جواب عرض میں لکھنا شروع کیا تب سے کچھ سکون میں رہتا ہوں۔ جو بھی بات مجھے دکھ دے تو شاعری کے ذریعے دل سے نکال دیتا ہوں اس سے میرے غم میں کچھ کمی آ جاتی ہے۔ دوست کوئی وفادار نہیں ملا، ہر دوست دکھ سن کر منہ موڑ جاتا ہے۔ جس سے دل کو اور بھی دکھ مل جاتے ہیں زندگی میں جو بھی خوشی کی گھڑی آتی ہے تو دل کو خوشی پھر بھی نہیں ملتی۔

☆ .... محمد افضل جواد۔ کالا باغ

فیض کی ارسال کردہ ڈائری

میری جان تم سدا خوش و خرم رہا کرو۔ خدا کریں کہ تم تا قیامت سدا خوش و خرم اور سلامت رہو۔ جان تم میری قسمت میں ہی نہ تھی۔ جان میں تم سے گلے شکوے کیسے کروں اور کیوں کروں؟ کیونکہ جان تم بے وفا تو نہیں تھی، تم تو وفا کی مثال تھیں، تم نے مجھ جیسے ادنیٰ انسان کو جینے کا راستہ دکھایا، مجھے منزل بہ منزل پہنچایا۔ جان جب تک تیرا ساتھ رہا اس وقت تک میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے اعلیٰ اور خوش قسمت انسان تصور کرتا رہا مگر جب سے جان تم نے وہ تعلق، وہی ساتھ ہی توڑ ڈالا تو میں اعلیٰ سے ایک کمتر، وانی انسان بن گیا ہوں۔

☆ . فیض اللہ خٹک۔ واکی محبت خیل

خلیل ملک کی اداس ڈائری

اپنی سانسوں کا تسلسل آنسوؤں کی جھڑیاں، یہ رنگین موسم، ادھورے خواب، بہانے پل ٹوٹے سپن، بے بھیگی راتیں ...... یہ سب میں نے ساحل تمہارے نام لکھ دیئے ہیں۔ تمہیں دیکھنے کی تمنا، تمہیں چھونے کی خواہش میں میں نے اپنی ہستی کو کھو دیا ہے۔ تمہیں پانے کی امنگ نجانے مجھے کن انجان راستوں میں چھوڑ گئی کہ شاید اب تم کبھی بھی میری صدا نہیں سن پاؤ گی۔ جانتی ہو میری زندگی میں اب صرف تلخیاں ہی کیوں جم گئی ہیں کیونکہ میری آنکھیں پل پل تمہارا راستہ دیکھتی ہیں۔ میں نے تمہیں بڑی آرزو سے چاہا ہے، میری شاعری کا ہر حرف تمہاری ذات سے جا ملتا ہے اور میری ڈائری کا ہر ورق تم پر ہی ختم ہوتا ہے۔ تم مجھ سے اور کیا چاہتی ہو؟ میں تم کو کیسے بتاؤں کہ سو قسم کے وسوسے میرے دل کو لاحق رہتے ہیں۔

گلدستہ

دکھ

دکھ بھی ہمیشہ ساتھ ساتھ لگ کے پھرتے رہتے ہیں ذرا ان کا ذکر چھیڑو، ان کی بات کرو، ان کا نام لو تو آ موجود ہوتے ہیں۔ ان کے قریب بھی کوئی اور کب ہوتا ہے جو بہت پاس ہوتے ہیں۔ وہ بھی اکثر کھو جاتے ہیں، روٹھ جاتے ہیں اور پیچھے یہی دکھ رہ جاتے ہیں محبتوں، رفاقتوں کا حاصل، ان کی اخیر یہ دکھ ہی تو ہوتے ہیں۔ شاید اس دنیا کا سب سے پکا، سب سے مضبوط، سب سے جاندار رشتہ انہی دکھوں سے ہوتا ہے۔ پھر جن کے دکھوں کا پتہ نہ ہو ان کو دلاسہ دینا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی اگر دکھ پہ رو پڑے تو اسے بندہ آسرا دے لیتا ہے اور جو صرف دکھ کی بات کریں اداس ہو جائیں، ان کو بندہ کیسے تسلی دے۔

☆ ...... عابد محمود۔ ملکہ ہانس

مہکتے پھول

○ گناہوں کی عادت چھڑوانے کے لئے "یَامُؤْمِنُ" ایک سو گیارہ مرتبہ روزانہ پابندی کے ساتھ سوتے ہوئے پڑھے۔ ان شاء اللہ گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی۔

○ دنیا کی محبت سے نجات کے لئے "اَلْقَهَّارُ" کو 313 مرتبہ پڑھے دنیا کی محبت دور ہو جائے گی۔

○ ڈراؤنے خواب سے بچنے کے لئے "یَامُتَکَبِّرُ" کا ورد کرے ڈراؤنے خوابوں سے نجات مل جائے گی۔

○ اگر عبادت میں دل نہ لگتا ہو تو "یَااَللّٰہُ یَاغَفَّارُ یَا قَادِرُ" کو 121 مرتبہ پڑھے اول و آخر گیارہ مرتبہ درود پاک کے ساتھ۔ ان شاء اللہ عبادت میں دل لگ جائے گا۔

○ دوزخ سے حفاظت کے لئے جو شخص فجر و عصر کے بعد سات سات مرتبہ اس دعا کو پڑھ لے تو دوزخ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ مجھے اس شخص سے بچا "اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّار"۔

☆ ...... عصمت۔ بھلوال

دلچسپ ایس ایم ایس

○ "ہم دوستی میں صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے ہیں فراز" ...... تبھی تو میرے سارے دوست ڈینگے چپے سے ہیں۔

○ "کچھ اس لئے بھی دوستوں سے رابطہ کم رکھتا ہوں فراز" ...... جو ملتا ہے کہتا ہے یار گرمی بہت ہے بوتل تو پلاؤ۔ او دسو سورج نوں اگ میں لائی اے۔

○ میری شادی میں تم ضرور آنا، تیار ہو کے نہ آنا اور پلیٹیں صاف کرنے بیٹھ جانا، اے جانِ جاناں میری شادی میں تم ضرور آنا۔

○ نئے نئے کاری نے مرغابی کو نشانہ بنایا ہر بار ہی نشانہ چوک جاتا۔ چار پانچ بار ایسا ہوا تو مرغابی خود اڑ کر شکاری کے پاس آئی اور اپنے پروں میں سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا: "برخوردار! یہ لو پچاس روپے بازار سے کچھ لے کر کھا لینا"۔

☆ ...... پرنس افضل شاہین۔ بہاولنگر

محتاجی اور غربت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ محتاجی اور غربت سات چیزوں سے آتی ہے۔

○ جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔
○ کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔
○ منہ سے چراغ بجھانے سے۔
○ آستین یا دامن سے منہ صاف کرنے سے۔
○ عصر کے بعد گھر میں جھاڑو دینے سے۔
○ دانتوں سے ناخن توڑنے سے۔
○ فجر کی نماز کے بعد فوراً سونے

ہے۔

☆......نثار احمد حسرت-نور جمال

ذرا سا مسکرائیے

○ خواجہ حسن نظامی کی پھبتی: ایک انگریز نے حضرت حسن نظامی سے پوچھا۔ سارے انگریزوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں ہمارے ہندوستانیوں کا رنگ ایک سا نہیں ہوتا۔ خواجہ حسن نظامی نے جواب دیا۔ گھوڑے کے رنگ مختلف ہوتے ہیں لیکن سارے گدھوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے۔

○ تمہارا چہرہ چھوٹا دکھائی دے رہا ہے۔ شاعر اشرف بخاری سے ایک دوست نے کہا۔ چہرہ اتنا ہی ہے حجامت کرائی تھی سر چھوٹی بحر میں آ گیا ہے۔ اشرف نے جواب دیا۔

○ مشہور شاعر اختر شیرانی ایک جوتوں کی دُکان میں جوتا خریدنے پہنچے۔ دکاندار نے ان کے سامنے جوتوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اختر شیرانی نے ایک ایک جوڑا دیکھا مگر کوئی جوڑا پسند نہیں آیا، قیمتوں پر بھی انہیں اعتراض تھا۔ دکاندار طنزیہ لہجے میں بولا۔ اتنے جوتے پڑے ہیں آپ اب بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اختر شیرانی ایک جوڑا پہنتے ہوئے بولے۔ ''بارہ روپے لیتے ہو یا اتاروں جوتا''۔

☆......محمد آفتاب شاد-میلسی

دست مبارک کی خوشبو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخص سے بھی مصافحہ فرماتے اُس شخص کے ہاتھ سے سارا دن خوشبو آتی رہتی تھی اور جس بچے کے سر پر آپ دست مبارک رکھ دیتے تو وہ بچہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ اسی حوالے سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ اپنے اہل خانہ کی طرف نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو اپنے دست مبارک سے مس فرمانے لگے۔ میرے رخسار کو بھی آپ نے مس فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا دست مبارک اقدس عطار کے صندوقچے سے نکالا تھا۔

☆......مقبول احمد ساغر-چک 14/66

چاہت

چاہت کا صرف ایک اصول ہے انسان یا تو ٹوٹ کر چاہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ٹوٹ کے چاہے تو دنیا سمیٹ لیتا ہے اور جب چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے تو بکھر جاتا ہے۔ ٹوٹ کے چاہے تو موت کو ہرا دیتا ہے اور چاہت میں ٹوٹ جائے تو زندگی سے ہار جاتا ہے۔

☆......جنید اقبال-اٹک

صفدری گلدستہ

صدقہ

○ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب طلوع آفتاب ہوتا ہے تو آدمی کے ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو یہ صدقہ ہے۔ کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے پر مدد کر دو یہ بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے وہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ (جامع الصغیر)

○ ایک اور حدیث میں ہے کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

باتیں یاد رکھنے کی

○ داعی اگر خود یقین سے محروم ہو تو دعوت میں تاثیر نہیں رہتی۔

○ بالکل غلط سے تقریباً درست ہونا بہتر ہے۔

○ دنیا و آخرت دو سگی بہنیں ہیں جن سے بیک وقت نکاح جائز نہیں۔

○ بہترین شکر یہ ہے کہ انسان خود کو ادائیگی شکر سے عاجز تصور کرے۔

○ آگے بڑھنے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ ہے چلنا۔

☆......محمد صفدر دکھی-کراچی

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان جھوم جاتا ہے لیکن جو لوگ غم دینے والے ہوتے ہیں جب خوشی ملتی ہے تو غم دینے والے خدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ (محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دودکوٹہ)

میری رائے میں کوئی ہے ایسا بندہ ہے جہڑا سانوں ہاسیاں دا پتہ دیوے جدوں خوشی لبدی ای نئیں خیر بھاویں غم خوشی تو پہلے آون بھاویں بعد وچ کی فرق پیندا اے سجنوں۔ (محمد خاں انجم-لدھے والا)

میری رائے میں میری رائے میں خوشی ساتھ نچانے والی ہوں عارض ہوں تو پھر مزہ آتا ہے۔ (زاہدہ کاظمی-مری)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے جب انسان کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو غم بھول جاتے ہیں غم غم نہیں رہتا بہت خوشی ہوتی ہے۔ (عابد شاہ-چک نمبر 26 گ-ب رسالہ)

میری رائے میں بہت اچھا محسوس ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خوشی زیادہ دیر کسی کو راس نہیں آتی جیسے میرا خوشیوں کا وقت جلدی گزر جاتا ہے پھر بھی اللہ کا شکر ہے ملتا تو ہے۔ (عابد رشید-ڈھوک مغل)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل یہی دعا کرتا ہے کہ خدا دوبارہ غم نہ دینا انسان اپنے غموں کو بھول جاتا ہے اور اک خوشی کے احساس میں سارے غم بھول جاتے۔ (چوہدری الطاف حسین دکھی)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے جیسے زندگی میں رونق آ گئی ہو دنیا بہت حسین لگنے لگتی ہے جیسے خزاں سے بہار کا سفر ہو۔ (نامعلوم)

میری رائے میں انسان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے سابقہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے، آئندہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے۔ (ظفر اقبال جوئیہ-چشتیاں شریف)

میری رائے میں انسان کو ہر حال میں خوش ہونا چاہئے کیونکہ انسان خوشی اور غم کا ذمے دار خود ہوتا ہے جب کوئی غم ملتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں نے مجھے غم دیا ہے یہ نہیں سوچتا کہ غم پانے میں اس کی کتنی غلطی ہے۔ (الطاف حسین ناز-جھڈیر شاخ محمود شاہ)

میری رائے میں زندگی غم ہی ہے خوشی نہیں ہے۔ (عمران-چشتیاں)

میری رائے میں دکھ بہت بڑی چیز ہے لیکن دکھ نہ ہو تو خوشی کہاں سے آئے اس لئے ہر وقت خوشی غمی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں خدا سب کو غموں سے بچائے۔ (ایم وانی سجا-جدہ)

میری رائے میں بھیا مجھے زندگی میں غم زیادہ ملے ہیں خوشی کم ملی ہے لیکن خوشیاں ملیں تو ہر اک کو اچھا لگتا ہے غم کے بعد خوشی ملے تو روتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ (عابد علی آرزو-سانگلہ ہل)

میری رائے میں بہت خوب اچھا لگتا ہے خوشی ایک ایسی چیز ہے جیسے شبنم بنا بادل میں گرے۔ (عبدالصمد SK گبول-کراچی)

میری رائے میں خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں غم بھی ہوتے ہیں۔ (خالد فاروق آسی-فیصل آباد)

میری رائے میں اچھا تو لگتا ہے مگر میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں غم ہی غم ہیں۔ (مس صبا-کلر سیداں)

محفل نہ سہی تنہائی تو ملتی ہے۔
ملن نہ سہی جدائی تو ملتی ہے
کون کہتا ہے عشق میں کچھ نہیں ملتا اظہر
وفا نہ سہی بے وفائی تو ملتی ہے

☆......اظہر زخمی

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ میرے دوست میرے ساتھ ہیں میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سب اچھے ہیں اللہ میاں میرے دوستوں کو سلامت رکھے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا ہوں یا برا یہ مجھے نہیں پتہ، یہ بات میرے دوست مجھے بتا سکتے ہیں لیکن میں دن رات اچھا بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ (محمد عباس جانی اے ایس- چیک نمبر 75/12L)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مجھے اپنے رب اور اپنے آپ پر فخر ہے کہ مجھے اچھے اچھے دوستوں سے نوازا اور ان کی محفل میں بیٹھ کر مجھے اچھا بننے کا موقع دیا اور اس طرح میں اپنے آپ کو اچھا دوست کہلوانے کا حقدار بنا۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن ان کے لئے جو میرے اچھے دوست ہیں کیونکہ میں نے ان کو پرکھ لیا ہے کہ وہ میرے کتنے مخلص ہیں میں ان کے لئے اور وہ میرے لئے اچھے دوست ہیں۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اس لئے کہ میں جواب عرض کے ذریعے اکثر دوستوں کو یاد کرتا ہوں اور قدر بھی کرتا ہوں۔ (فنکار شیر زمان پشاوری-پشاور شہر)

میں واقعی ایک اچھا دوست اگر کوئی اچھا دوست مل جائے تو انسان اچھا بن جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اور نرس اچھے ہوتے ہیں اپنے مریضوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (محمد اشرف-بچیکی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں ان کے لئے جو مخلص اور پاکیزہ جذبے اور خوش اخلاق کے اوزار سے مسلح ہوں جن کے دل میں لالچ نہ ہو۔ (خان افسر خاکسار-دنیاپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اس کا ثبوت میرے دوست ندیم مرزا اور شاہد ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ کتنا مخلص ہوں۔ (عامر امتیاز نازی-کلر سیداں)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھی دوست ہوں یا نہیں یہ تو کوئی مجھ سے دوستی کرے آزمائے گا تو پتہ چلے گا۔ (ایس جان-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں میں کیسے اپنے منہ سے اپنی تعریف کروں مجھے آزما کر دیکھ لیں۔ (مہر ریاض احمد زیڈ لُڈکا-جڑانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست کیونکہ میری دوستی سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ میں ہر دوست کو خوشیاں دیتا ہوں چاہے خود کو غم ملیں۔ (ارمان سنگم-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں نہیں مانتا ہوں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے تمام دوست ہی آپ کو بتائیں گے۔ (محمد محسن ساغر-عارف والہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں، قول مشہور ہے کہ دوستی کرنی آسان مرنبھانی بہت مشکل ہے۔ آج کل لوگ ایک دوسرے سے دوستی محض لالچ کی خاطر کرتے ہیں، ٹھوکریں کھا کھا کر میں بھی ایسا ہی ہوگیا ہوں۔ (سید مبارک علی شمسی-قائم پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں یہ میں نہیں بتا کستا ہوں یہ میرے دوست میرے رشتے دار اور جواب عرض کے قارئین بہتر بتا سکتے ہیں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرا دوست طاہر محمود طاہری اور ارسلان علی بھٹی اور عامر جی کہتے ہیں کہ میں بہت اچھا دوست ہوں

ماں سے پیار کا اظہار

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہر بیٹے کے دل میں ماں کا پیار پیدا کر دے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں بہت اچھی ہے، میرا دعا ہے کہ ماں خوش رہے۔ (علی نواز مزاری-گھوٹکی)

✽......قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان تو ماں باپ کی خدمت کر تو میں تجھے جنت عطا کر دوں گا اور ساتھ میری عباوت بھی کر۔ (ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ میری ماں کی دعائیں ہی ہیں کہ میں ابھی تک زندہ ہوں ورنہ...... (عامر سہیل بھٹی-سمندری)

✽......میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں اتنا اتنا کہ شاید اسے آپ سے بھی آپ سے بھی نہیں۔ اللہ میری ماں کو لمبی زندگی دے۔ (رئیس صدام ساحل-خان بیلہ)

✽......میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (نثار احمد حسرت-نور جمال شمالی)

✽......ماں کے قدموں تلے جنت ہے، ماں کی خدمت کرنی چاہئے، ماں کے بغیر گھر قبرستان کی مانند ہے، وہ لفظ نہیں جس میں ماں کی تعریف ہو، ماں عظیم تحفہ ہے۔ (قمر ممریز بشیر گوندل-گوجرہ)

✽......میں اپنی ماں سے کتنا پیار کرتا ہوں یہ میں بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا

✽......میں اپنی ماں سے بے پناہ محبت کرتا تھا مگر اب اس دنیا میں نہیں ہے اور ماں کے بغیر میں آدھا ہوں۔ (سردار اقبال-سردار گڑھ)

✽......اے میری پیاری ماں آج میں جو کچھ بھی ہوں تیری وجہ سے ہوں۔ اے میری ماں میرے لئے دعا کرنا۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں یہ زندگی تو ماں کی دی ہوئی ہے۔ (عبدالصمد SK-کراچی)

✽......ماں ایک خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہک جاتا ہے۔ ماں کی ممتا پتھر دل کو بھی موم بنا دیتی ہے۔ ماں دنیا کی سب سے حسین ہستی ہے۔ (حماد ظفر بادی-گوجرہ)

✽......میری ماں عظیم ہستی ہے، اللہ اس کا سایہ مجھ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (خضر حیات بلوچ-میاں چنوں)

✽......ماں جی آپ صدا خوش رہیں اللہ پاک آپ کو ہماری زندگی دے اور آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پہ قائم رکھے۔ (ضیافت علی-کوٹلی)

✽......ماں کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ دو لیکن ساری دنیا کے لئے ماں کو مت چھوڑنا۔ (سیّد اظہر حسین-چنیر)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (سفیر اداس موہری-مظفر آباد)

✽......ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے، اسی کی جتنی تعریف کرو وہ بہت کم ہے، ماں کی خدا کرو اور اس کی دن رات خدمت کرو کیونکہ یہی ہماری جنت ہے۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ (عمران رمضان-ٹھینگ موڑ))

✽......ماں ڈانٹتی ہے تو لگتا ہے کہ پیار ہے ماں کی مار میں بھی پیار ہوتا ہے۔ (راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی)

✽......میرے لئے ماں ہی سب کچھ ہے۔ (جنید اقبال-اٹک)

دُکھ درد ہمارے

قارئین کرام۔ میں اپنا مسئلہ لے کر آپ لوگوں کے سامنے آیا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میرے پیغام کو پڑھنے کے بعد میری کچھ مدد کریں گے میں شادی شدہ ہوں۔ میرے پاس ایسی نوکری نہیں ہے جس سے میں اپنے گھر والوں کا پیٹ پال سکوں آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری کچھ مدد کریں تا کہ میں اپنے گھر والوں کا بہتر طریقے سے پیٹ پال سکوں۔ یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں بہت ہی مجبور ہوکر یہ پیغام دے رہا ہوں امید ہے کہ میری مدد کریں گے اور مجھے کوئی بھی بھائی میری مدد کرے میں اس کی ایک ایک پائی ادا کروں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی ضرور میرے اشتہار پر غور فرمائیں گے اگر کوئی صاحب حیثیت انسان مجھے یہاں ہی کسی اچھی نوکری پر لگوا دیں تو میں اس کا احسان بھی زندگی پر یاد رکھوں گا میری اور میرے بیوی گھر والوں کی دعائیں آپ کے لیے ہی ہوں گی مجھے آپ کی مدد کا انتظار رہے گا میں شدت سے منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی میرا یہ مسئلہ ضرور حل کردیں گے کیونکہ جواب عرض کے قارئین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے۔ میں معذور انسان ہوں۔ آپ کی مدد کا مستحق ہوں آپ کی وجہ سے مجھے روزگار مل گیا تو میری زندگی میں بھی سکون آسکتا ہے

ایم بوٹا دکھی۔

قارئین کے نام

ایک سال قبل میری شادی ہوئی لیکن خدا نے مجھے ایک آزمائش میں ڈال دیا کام کرتے ہوئے میرے خاوند گر کر بری طرح زخمی ہوگئے اور ان کی ریڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی اب وہ بستر پر پڑے رہتے ہیں گھر کا خرچہ چلانے والا کوئی نہیں ہے کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا ہے آپ لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ اگر آپ لوگ ہماری مدد کرسکیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم دیگا۔ اور ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ آپ کی ایک دکھی بہن

قارئین کرام آج پھر اپنا مسئلہ لے کر حاضر ہوئی ہوں پچھلے دو ماہ میں نے اشتہار دیا لیکن کسی بھی صاحب نے میری ذرا بھی مدد نہ کی میں تو بہت آس لے کر آپ قارئین کے سامنے آئی تھی لیکن آپ کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی بھی مدد نہ پا کر شدید دکھ ہوا۔ مجھے تو کسی نے بتایا تھا کہ جواب عرض پڑھنے والے دکھی لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں ان کا خیال رکھتے ہیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے کیا کسی کی مدد کرنا آپ لوگوں کے نزدیک کوئی گناہ ہے اگر نہیں تو پھر میری اپیل پر عمل کریں اور میرے لیے کچھ نہ کچھ کریں میں بہت ہی مجبور ہوں خدا ایسی مجبوری کسی بھی انسان پر نہ لائے جو مجھ پر بیت رہی ہے ایک ایک لمحہ جی جی کر مرتی ہوں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں خدا تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کا اجر دے گا۔ کسی دکھی انسان کے کام آنا سب سے بڑی نیکی ہے میں کہاں جاؤں کوئی بھی راستہ مجھے دکھائی نہیں دے رہا ہے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا ہے رات ہوتی تو آنکھیں بہنے لگتی ہیں اکیلی ہی روتی رہتی ہوں کس کو

اپنے آنسو دکھاؤں کس کو کہوں کہ میں جینا چاہتی ہوں میرا بھی زندگی پر حق ہے لیکن نجانے آپ لوگوں کی وجہ سے مجھے اتنی مایوسی کیوں ہوئی ہے۔ کاش آپ میری جگہ ہوتے اور پھر میری نظروں سے دیکھتے کہ زندہ رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے لیکن خدا کسی پر بھی براوقت نہ لائے سب کو خوشیاں دے آمین میں اپنا پیغام جوں کا توں شائع کروا رہی ہوں تا کہ آپ لوگ سمجھ جائیں کہ میرا یہ پیغام پہلے بھی شائع ہوا تھا اور کسی بھی میری مدد نہ کی تھی لیکن اب کی بار ایسا نہ کریں اور خدا کے لیے میرے حال پر رحم کھائیں ایک دو قارئین نے رابطہ کیا تھا لیکن وہ شاید مدد نہیں کرنا چاہتے صرف لارے لگانا چاہتے تھے۔ اگر کسی کی مدد کرنا ہو تو پھر لارے نہیں لگائے جاتے کیونکہ یہ میں جانتی ہوں کہ میں ان کی مدد کے لیے کس قدر تڑپی ہوں یہ میں یہ جانتی ہوں اب کی بار اپنا نمبر شائع کررہی ہوں امید ہے کہ اب کی بار مجھے مایوس نہیں کریں گے اور مجھ سے رابطہ کریں گے میرا پیغام دہی ہے جو دو بار شائع ہوا ہے اب پھر شائع کروا رہی ہوں۔ کبھی کبھی وقت انسان پر ایسا آجاتا ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

میرے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا ہے ہم لوگ گھر میں اچھے بھلے رہا کرتے تھے لیکن قسمت نے ایسا زخم دیا کہ ہم نے کبھی سوچا بھی تھا۔ میرے شوہر کام پر گئے کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ چوٹ اس قدر زور کی تھی کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اب وہ کئی سالوں سے چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں میں ہی لوگوں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا بلکہ شوہر کا بھی پیٹ پال رہی ہوں گھر بھی اپنا نہیں ہے اور پھر آپکو تو معلوم ہے کہ جس انسان کا کوئی بھی کمانے والا نہ ہو اور مکان بھی اپنا نہ ہو اس پر زندگی کس قدر اذیت بن جاتی ہے مجھے نہ دن کو سکون ملتا ہے اور نہ ہی رات کو نیند آتی ہے سوچ سوچ کر پاگل ہوئی جا رہی ہوں اب لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ خدا کے لیے ان نازک حالات میں میری کچھ مدد کریں ہوسکتا ہے کہ آپ لوگوں قارئین کرام میری زندگی دکھوں میں ہی بیتی جا رہی ہے میں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں میری عمر بائیس سال ہے لیکن دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں نہ چل سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام کرسکتی ہوں بس سارا دن چارپائی پر اپنی قسمت کو روتی رہتی ہوں ڈاکٹروں نے اس کا بہت مہنگا علاج بتایا ہے جو ہمارے بس سے باہر ہے اور پھر ہمارا کوئی کمانے والا بھی نہیں ہے امی ہی ہیں جو سارا دن کام کرتی رہتی ہیں۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن نجانے کیوں ایسا نہیں کر پاتی ہوں۔ مجھے آپ بہن بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی چلو کام کروں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاؤں لیکن شاید میری یہ سوچ کبھی بھی پوری نہ ہو مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے مدد کی اپیل کروں سو آگئی ہوں برائے مہربانی میری مدد کریں تا کہ میں اپنا علاج کراسکوں اور گھر کے سلسلہ کو چلاسکوں امید ہے کہ آپ میری ضرور مدد کریں گے۔ خدا آپ کو اس نیک کام کا اجر دیں گے ہم گھر والے آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کوئی بھی نازک وقت میں ساتھ نہیں دیتا ہے۔ میں پہلے ٹھیک تھی لیکن یکدم اسو بیماری کا مجھ پر حملہ ہوا اور میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوگئی ہوں۔ میں کسی بھی قسم کا جھوٹ نہیں بول رہی ہوں

صدف۔ جہلم

رشتے ناطے

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر پینتیس سال ہے تعلیم مڈل تک ہے اور اپنا کاروبار کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ میرا سلسلہ اچھے انداز میں چل رہا ہے ماہانہ آمدن تیس سے چالیس ہزار تک بن جاتی ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے ایک میں ہوں اور ایک میری بہن ہے جو کہ شادی شدہ ہے بس مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ اس کو تمام خوشیاں دونگا۔ یہ میرا وعدہ ہے رابطہ کریں کبھی بھی اس کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ لڑکی زیادہ پڑھی نہ بھی ہو تب بھی قبول ہے لیکن شریف فیملی سے ہو وہ خود رابطہ کرنا چاہے یا پھر والدین رابطہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مجھ پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں نہ تو میں دھوکہ باز ہوں اور نہ ہی آوارہ گردی کرتا ہوں بس اپنے کاروبار میں دلچسپی رکھتا ہوں لڑکی کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو جہیز کی ضرورت نہیں ہے بس شرافت چاہیے مکمل تفصیل کے ساتھ رابطہ کریں اگر میرے اپنے شہر کی ہو تو سب سے بہتر ہوگا ورنہ کسی بھی علاقے کو ہو قابل قبول ہے

اے۔ گل مانسہرہ

میں شادی کی خواہش مند ہوں میری عمر چالیس سال ہے تعلیم میٹرک ہے ایک بار شادی ہوئی تھی جو ناکام ہوگئی۔ میں اب ایسے انسان سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو دل کی سچی ہو جو پیار کرنا جانتی ہو جس کے دل میں دھوکہ فریب نہ ہو۔ خدا نے مجھے شکل وصورت بھی اچھی دی ہوئی ہے لیکن شاید قسمت اچھی نہیں ہے۔ جس وجہ سے میرا گھر نہ بس سکا۔ ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں نے میری زندگی اجیرن بنادی ہوئی ہے دل کو ایک لمحہ بھی سکون نہیں ہے اپنے سکون کی خاطر میں یہ شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں میری شریک سفر نہایت ہی شریف ہو میں خود خوبصورت ہوں کلین شیو ہوں پتلون شرٹ پہنتا ہوں اور ملنسار ہوں۔ وہ لڑکی ہو یا کوئی عورت بس جو دکھی ہو جو ایک اچھے ہمسفر کی تلاش میں ہو جس کو ایک حقیقی پیار کرنے والے اور چاہنے والے شوہر کی تلاش ہو وہ جلد رابطہ قائم کریں میں اس کو بھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا میں اپنا کاروبار کرتا ہوں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے سادگی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور تین کپڑوں میں بیاہ کر لانا چاہتا ہوں عمر کی کوئی بھی قید نہیں ہے اور نہ ہی ذات پات کی قید ہے جس بھی برادری سے ہو قابل قبول ہے

مسٹر کاشف۔ لاہور۔۔۔۔

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر تیس سال ہے تعلیم بی اے ہے اور ایک مل میں جاب کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ گھر کا نظام اچھے انداز میں چل رہا ہے مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو۔ پیار ومحبت کرنے والی ہو۔ اور زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ مکمل تفصیل کے ساتھ مجھ سے رابطہ کریں۔ شکریہ

عمر فاروق۔ اسلام آباد۔۔۔۔

زبیدہ بیوٹی ٹپس

۔۔انتخاب۔ کشور کرن پتوکی۔۔۔

جلد

خوبصورت جلد شخصیت کو بدل دیتی ہے سب سے اہم چیز جلد ہے اگر جلد اچھی ہو تو میک اپ بھی اچھا ہوگا جلد تین قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) نارمل جلد (۲) چکنی جلد (۳) خشک جلد۔۔

۱) خشک جلد کے لیے آسان ٹوٹکا یہ ہے کہ کولڈ کریم استعمال کریں۔

۲) تھوڑا سا روغن بادام ملا کر جلد کی مالش کریں۔

۳) جلد کو ٹھیک رکھنے کے لیے خوب پانی پیا کریں اپنی غذا میں تازہ سبزیاں اور پھلوں کا استعمال کریں۔

۴) رات کو سونے سے پہلے چہرے پر لیموں کا عرق اور گلاب کا عرق اور گلیسرین کا محلول لگائیں خشک جلد ہو تو بالائی کا لیپ کریں۔

۵) گاجر۔ ٹماٹر۔ آلو۔ کھیرا۔ سیب کینوں کے چھلکے کا پیسٹ ماسک کے طور پر ہفتے میں دو بار استعمال کریں۔

۶) دودھ بھی ایک ہلکا بلیچ ہے یہ خشک جلد کے لیے اچھا ہے یہ بھی لگا کر رات صبح اٹھ کر منہ دھونے سے جلد نرم رہتی ہے۔

چکنی جلد

۱) اسکن ٹانک استعمال کریں۔

۲) رات کو کلینزنگ سے چہرہ صاف کریں

۳) چکنی جلد کے لیے فیس پیک کا استعمال کریں۔

۴) چکنی جلد کے لیے آئل کنٹرول فانڈیشن کا انتخاب کریں۔

۵) سبزی سلاد اور جوس کا استعمال کریں۔

۶) بڑے بڑے مسامات کے لیے چھ عدد یا آٹھ عدد بادام پیس کر دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

۷) چکنی جلد اور کیل مہاسوں کے لیے باداموں کی لئی بنا کر لگایا کریں۔

۸) سیب چکنی جلد کے لیے مفید ہے۔

۹) کھیرے کا رس لیموں کا رس ملا کر لگانے سے چکناہٹ دور ہو جاتی ہے۔

نارمل جلد کے لیے۔

نارمل جلد ایک بہت بڑی نعمت ہے ایسی جلد کے لیے اچھا سا موسچرائزر استعمال کریں۔

۱) اعصابی کھنچاؤ کے لیے مساج ضروری ہے

۲) تیل کی مدد سے مساج نہ صرف اعصابی تھکاوٹ کو دور کرتا ہے بلکہ جسم کو تازگی دیتا ہے۔

۴) فیشل کے لیے چہرے کو ۹ چھوٹے

حصوں میں تقسیم کر کے چہرے کے ۹ حصوں کو پندرہ بار مساج کریں۔

۴) چہرے کی رعنائی کے لیے تولیہ اوڑھ کر بھاپ لیں اس طرح چہرے کے مسام کھل جائیں گے۔

۵) دو کھانے کے چمچ پٹرولیم جیلی ایک شیشی گلیسرین اور ایک چمچ عرق گلاب ملا کر پھٹی ہوئی جلد پر لگائیں ٹھیک ہو جائے گی۔

۶) ایک پٹرولیم جیلی میں آدھا چمچ زیتون کا تیل ملا لیں اور اس طرح ایک پتلی کریم بن جائے گی رات کو اچھی طرح مساج کریں صبح نیم گرم پانی سے منہ دھولیں۔

۷) کولڈ کریم میں لیموں ملا کر لگانے سے چہرے کا رنگ نکھرتا ہے۔

۸) ابٹن میں تھوڑا سا چنبیلی کا تیل ملا کر چہرے پر لگائیں اس سے جلد شاداب ہو جائے گی۔

۹) انڈے کی سفیدی میں ایک چمچ شہد ملا کر چہرے پر لگائیں اس سے جلد شاداب ہو جائے گی

۱۰) تھوڑا سا دہی چہرے پر لگائیں دس منٹ بعد منہ دھولیں آپ خود کو فریش محسوس کریں گے۔

۱۱) مسور کی دال گائے کے دودھ اور کیلے کے گودے کے ساتھ پیس کر ابٹن کی طرح بنا لیں روز دو تین بار لگانے سے مہاسے دور ہو جاتے ہیں

۱۲) آدھا لیموں بالائی میں نچوڑ کر رات کو سونے سے پہلے چہرے پر ملیں۔

۱۳) چہرے کی چھائیوں کے لیے آدھا لیموں ہلدی ایک چمچ اور بیسن دو چمچ ملا کر پیسٹ بنا لیں اور اس کا ماسک چہرے پر لگائیں۔

خشک جلد کے لیے

۱) جن کی جلد خشک ہو اور وہ جو کا ماسک استعمال کرنا چاہتے ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ جو کے ساتھ مکھن کا پانی استعمال کریں۔

۲) چائے کے دو چمچ اورنج جوس چائے کے دو چمچ تربوز کا جوس چائے کے دو چمچ سیب کا پیسٹ چائے کے دو چمچ آٹے کی بھوسی۔ جو کا پاؤڈر ملا کر لگائیں۔

۳) ایک گاجر۔ کھیرا یا سیب کو چھیل کر اسکا ماسک بنا کر چہرے پر لگائیں۔

۴) چکنی جلد کے لیے انڈے کی سفیدی شہد مالٹوں اور لیموں اور پپیتہ کا گودا لگانے سے بہتر نتائج ہوں گے۔

۵) خشک جلد کے لیے ماسک تیار کرنے کی خاطر ان میں روغن بادام اور بالائی مزید شامل کر دیں۔

۶) پرابلم والی جلد کے خوبانی اور شہد پر مبنی پیل آف پیک سمندری گھاس پھوس کے ماسک پروٹین پیک اینٹی پیک ماسک ہیں۔

۷) چاکلیٹ ماسک کھانے کے تین چمچ کریم چائے کے دو چمچ پنیر کھانے کے تین چمچ کوکو چائے کی تین چمچ جو کا آٹا کھانے کے دو چمچ اور شہد ملا کر تمام کو مکس کر کے پیسٹ بنا کر اپنے چہرے پر لگائیں بیس منٹ تک لگا رہنے دیں پھر نیم گرم پانی سے منہ دھولیں۔

۸) ہنی اینڈ ایگ فیشل۔ یہ آسان ماسک ہے ہر قسم کی جلد کے لیے موزوں ہے شہد بہترین کلینزر اور موئسچرائزر ہے یہ جلد کو صاف بناتا ہے انڈے کی سفیدی میں اینٹی آکسیڈنٹس پائے

جاتے ہیں۔

۹) ایک انڈے کی سفید کو زردی سے اعلیحدہ کر لیں ہلکے ہاتھوں سے اسے پھینٹیں پھر چہرے پر مل کر پندرہ منٹ کے لیے چھوڑ دیں اس کے بعد نیم گرم پانی سے چہرہ دھولیں۔

۱۰) فروٹ ماسک جلد کو تازگی بخشتا ہے ایک کپ مکسڈ فروٹ خربوزہ۔ آڑو۔ اسٹرابیریز اور کیلا کھانے کے دو سے تین چمچ کریم چائے کے تین چمچ پنیر چائے کا ایک چمچ دیسی شکر چائے کے چار چمچ جئی کا آٹا ان سب کو بلینڈر سے مکس کر کے پیسٹ بنا لیں اور اس پیسٹ کو چہرے پر مل لیں دس منٹ تک لگا رہنے دیں پھر نیم گرم پانی سے دھولیں۔

۱۱) وجیٹیبل ماسک چکنی جلد کے لیے موزوں ہے ٹماٹر کا گودا لے کر مسل لیں چائے کے دو چمچ دہی چائے کا ایک چمچ کچلا ہوا کھیرا چائے کے تین سے چار چمچ جو کا آٹا پودینہ کی تین پتیاں بلینڈر کر کے مس کر لیں اور اس پیسٹ کو چہرے پر دس منٹ تک انتظار کرنے کے بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔

انڈے اور بادام کا ماسک۔

انڈے کی زردی میں چند قطرے بادام کا تیل شامل کر کے انہیں آپس میں ملائیں اور پھر اس آمیزے کو چہرے پر پندرہ منٹ کے لیے لگا رہنے دیں اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھو لیں یہ ماسک خشک جلد میں چمک اور نئی جان ڈال دیتا ہے۔

دودھ اور بادام کا ماسک

اچھی قسم کے چند بادام لے کر باریک پیس لیں پھر ان پسے ہوئے باداموں میں تھوڑا سا دودھ شامل کر کے آمیزہ بنا لیں پندرہ منٹ کے لیے اس آمیزے کو چہرے اور گردن پر لگا رہنے دیں اس کے بعد نرم ہاتھوں سے چہرے کو دھولیں

چھائیوں کے لیے۔

پسی ہوئی سیب ایک چھوٹا چمچ لیموں کا رس 1/4 چمچ گلاب کا عرق ایک چھوٹا چمچ اس آمیزے کے چہرے پر رات کے وقت لگائیں دس منٹ کے بعد چہرہ دھولیں اس کے استعمال سے چہرے کے داغ دھبے دور ہو جائیں گے اور رنگت صاف ہو جائے گی۔

نارنگی اور دودھ کا ماسک

نارنگی کے خشک چھلکے سو گرام دودھ حسب ضرورت نارنگی کے صاف ستھرے چھلکے سو گرام دودھ میں بھگو لیں جب نرم ہو کر قدرے پھول جائیں تو انہیں پیس کر رات کو سونے سے پہلے چہرے پر لگائیں چہرہ خشک ہونے تک ماسک لگا رہنے دیں اور پھر صبح ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھو کر کریم لگائیں رنگت نکھری نکھری محسوس ہو گی۔

سرسو اور دودھ کا ماسک

سرسو اور دودھ دونوں کو مکس کر کے چہرے پر لیپ کریں اس سے چہرے پر ہلکی سے چبھن کا احساس ہو گا یہ تشویش والی بات نہیں بیس منٹ بعد چہرے دھولیں جلد کے نکھار کے لیے مفید ہے

کشور کرن چتوکی۔

ساجد عباس اعوان، حافظ آباد کے نام

الوداع اے دوست الوداع
زندگی میں پھر ملیں گے اگر موقع ملا

محمد ہارون قمر اعوان۔ تیج پور ہزارہ

FK اسلام کے نام

میرے جذبوں کی سچائی بھی ویسی ہے
تیرے بن میری تنہائی اب بھی ویسی ہے
اب کیا احساس دلاؤں تجھ کو اپنے درد کا
سنا ہے تیری لاپرواہی اب بھی ویسی ہے

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

R جان کے نام

کچھ لوگ آنکھوں میں بس جاتے ہیں
آنکھوں سے دل میں اتر جاتے ہیں
ہم چاہیں تو مٹا نہیں سکتے اس ہستی کا نام
کچھ لوگ یوں ہاتھوں کی لکیریں بن جاتے ہیں

ایم اشفاق بٹ۔ لالہ موسیٰ

NS بریڈ فورڈ کے نام

میں تم کو بھول جاؤں یہ میرے اختیار میں نہیں
صورت تو خوبصورت ہے نام بھی پیارا لگتا ہے

ذوالفقار حسین ناڑ۔ بریڈ فورڈ

میری جان کے نام

کبھی فرصت ملے تو یاد کر لینا اے دوست
کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بن جینے کی عادت پڑ جائے

مطلوب حسین پردیسی۔ لاہور

A راولپنڈی کے نام

میری عبادت کو ایسے کر قبول یارب!
کہ سجدے میں جھکوں تو مجھ سے جڑے

ہر رشتے کی زندگی سنور جائے

عمران فنا۔ بلوچستان

FM کراچی کے نام

مدتوں بعد اس کو کسی کے ساتھ خوش دیکھا تو یہ احساس ہوا
کاش کہ ہم نے اس کو بہت پہلے چھوڑ دیا ہوتا

آمنہ۔ راولپنڈی

این پھول نگر کے نام

کشتی بھی نہیں بدلی دریا بھی نہیں بدلہ
ہم ڈوبنے والوں کا جذبہ بھی نہیں بدلہ
ہے شوق سفر اتنا کہ اک عمر سے ہم نے
منزل بھی نہیں پائی اور راستہ بھی نہیں بدلہ

عثمان غنی۔ قبولہ شریف

SHA شیخوپورہ کے نام

اے صنم تیرے عشق میں مجھے اس قدر برباد کیا
کہ سجدے کی حالت میں دل نے تجھے یاد کیا

محمد اشرف زخمی دل۔ بچیکی

YA میانوالی کے نام

اس کو تعریف کر کے دیکھا ہے
کچھ بھی میزان میں نہیں رہتا

نرگس ناز۔ سکھر

اے اعوان کراچی کے نام

وفا میری ہو یقین آپ ہو
رات میری ہو خواب آپ ہو
پر میرے دوست دعا کرنا کبھی ایسا نہ ہو کہ
آنسو میرے ہوں اور وجہ آپ ہو

ماجد علی اعوان کھیری۔ کراچی

Z جان گوجرہ کے نام

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا
اس کا رونا نہیں کہ تم نے کیا دل برباد کیا
اس کا رونا ہے بہت دیر میں برباد کیا

محمد افضل اعوان۔ گوجرہ

شہزادہ عالمگیر (مرحوم) کے نام

بے سبب نہیں ان سونے گھروں کے سناٹے
مکاں بھی روتے ہیں مکینوں کو یاد کر کے

حماد ظفر بادی۔ منڈی بہاؤالدین

K ماں جی ٹھٹھہ قریشی کے نام

دل نے چاہا آپ کو کوئی تحفہ دوں
مگر میرے پاس وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
عمر بھر نہ پڑے غم کا سایہ آپ پر
میرے پاس دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

ممریز بشیر گوندل۔ گوجرہ

این کے نام

کیا رکھا ہے اپنی زندگی کے افسانے میں
کچھ گزری ہے اسے چاہنے میں
کچھ گزری جائے گی بھلانے میں

سفیر اداس موہری۔ پجاوٹ

AZ عبدالحکیم کے نام

تو اس شہر کے لوگوں کے حسن سلوک سے
واقف نہیں اے فراز
یہ تو اپنے محسن کو بھی سر عام سزا دیتے ہیں

محمد اعجاز احمد۔ عبدالحکیم

آئینہ روبرو

کشور کرن پتوکی سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم۔ میں ادارہ جواب عرض کی بے حد مشکور ہوں کہ وہ میری تحریروں وجگہ دے کر میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مجھے مزید لکھنے کا موقع ملتا ہے اور میں اپنے ان بہن بھائیوں مین شامل ہو جاتی ہو جنہوں نے میرے ساتھ اپنے تمام ریڈز اور رائٹروں کے ساتھ مل کر اس رسالے کے لیے محنت کر کے نا صرف اپنی ایک پہچان بنائی ہوئی ہے بلکہ ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں قارئین سسٹرز اینڈ برادرز۔ میں بھی آپ سب کے ساتھ ہیں ہوں اگر ایک دو شمارے میں میری تحریر نہ لگے تو اس میں میرا کیا قصور وہ تو ادارے والوں کا کام ہے ہمارا کام بھیجنا ہے اور امید لگا کر بیٹھا ہے ہر ماہ شمارے کو بے چینی سے دیکھنا ہے اگر کچھ شائع ہوا ہے تو دل میں لڈو پھوٹے اگر نہیں تو اپنے دوستوں کی باتیں سن کر ہی بہت خوشی ہوتی ہے میں سب ہی کہانیاں پڑھ چکی ہوں ہمارا پیارا دوست جواب عرض ہم سب کو ساتھ لے کر چل رہا ہے تو قارئین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مجھے یاد کرنے کا یا میری تحریروں کو پسند کرنے کا بہت شکر یہ خط پہلے ہی بہت بڑا ہو گیا ہے مزید نام لکھنے سے اور بھی بڑا ہو جائے گا پھر کیا ہوگا پتہ نہیں۔ میں نے سب کے خط پڑھے ہیں سب کے دلوں میں عزت اور خلوص دیکھ بہت خوشی ہوتی ہے۔ اور ایک بات کی خوشی ہوئی کہ ادارے نے جواب عرض کے قارئین کو جواب دینے شروع تو کر دیئے ہیں لیکن ہمیشہ یہی سلسلہ چلتا رہے تو کیا ہی بات ہے مزید لکھنے والوں کا حوصلہ بڑھتا رہے گا پچھلے خط میں بھی میں نے ادارہ میں لیٹر لکھا تھا کہ میری دوستی کہانی دوبارہ شائع کر دیں یا پھر اگر وہ رسالہ کسی قارئین کے پاس ہے تو پلیز مجھے بھیج دیں میں اس کے پرائز فورا ادا کر دوں گی مگر مجھے اس کا جواب نہیں ملا شہزادہ صاحب میری بات پر غور کریں مہربانی ہوگی۔ باقی مجھے ایک اور بات کا دکھ ہوا ہے کہ جب رائٹر بالکل لکھنے کے قابل نہیں ہوتا تو جواب عرض اس کو اتنی عزت دیتا ہے اور ہم لوگ جواب عرض کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتے ہیں اور اس سے آگے بڑھنا سیکھتے ہیں یہ ہمیں۔ عزت۔ ایک مقام۔ ایک پہچان دیتا ہے اور پھر جب ہم لکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو جواب عرض کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہم اپنی تحریروں کا انتظار نہیں کر سکتے کیوں ہم ایسا سوچیں ہمارا دماغ خراب ہے کہ جواب عرض کو چھوڑ کر جائیں یہ الفاظ میں اپنے لیے نہیں ان کے لیے بول رہی ہوں جو ایسا سوچ رہے ہیں اور جو کر چکے ہیں پھر بہانہ ہوتا ہے کہ آج بھیجی ہے اور کل لگی کیوں نہیں ہم تو کسی اور میں لکھیں گے۔ یہ سوچ رکھنے والے رائٹروں سے ریکویسٹ ہے کہ اگر ان کے ذہن میں یہ ہی خیال ہے کہ جواب عرض میں تو لگی نہیں ہم کسی اور میں بھیج دیتے ہیں تو وہ لوگ رسالے کی ہمارے ساتھی جواب عرض کی یوں توہین نہ کریں مہربانی کیونکہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی ہمارے پیارے رسالے کو چھوڑ کر جائے۔۔۔ اور ایک اور سٹوری محبت کے لالچ پڑھ کر بہت دکھ ہوا ہے پلیز بھائی اگر آپ کا ذہن ایسا تھا تو ہر کسی کا ایسا نہیں ہوتا اگر وہ لڑکی پاگل تھی تو آپ تو سمجھدار تھے ایسی سٹوری لکھنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا اسی عورت ذات سے آپ کا بھی کوئی رشتہ ہے پھر اپنے اس رشتے کو سامنے کیوں نہیں رکھا پلیز ایسی کہانیوں سے اپنا کردار خراب نہ کریں

ہمیشہ ایسی کہانی لکھو کہ پڑھنے والا بھی خوشی سے پڑھے اب مرد لوگ تو یہ کہانی پڑھ کر شاید کچھ نہ سوچیں مگر لیڈیز کے لیے ایسی بات کوئی عام بات نہیں ہے کہانی سوچ کر لکھا کریں مہربانی۔ اگر کسی کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو سوری مگر سب سچ لکھا ہے آخر میں جواب عرض کے لیے دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی کی گامزن رکھے آمین۔

گڑیا چوہدری۔ سیہ پور سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم۔ جواب عرض کے سٹاف اور سب قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو جواب عرض ہر گزرتے ہوئے لمحوں کے ساتھ ترقی کی طرف گامزن ہے اس میں شائع ہونے والی ہر تحریر میرے خیال میں خودشناسی کا بہترین ذریعہ ہے باقی لوگ کیا سوچتے ہیں مجھے یہ علم نہیں دیر سے آنے کی وجہ اور لکھنا شروع کیا کیوں کہ بے یقینی تھی۔ ہاہاہاہا۔ صرف یہ کہ پرہ نہیں جگہ ملے یا نہ ملے پر بہت زیادہ شکریہ ادا کرتی ہوں بھائی ریاض احمد کا جنہوں نے مجھے جواب عرض میں لکھنے کی جگہ دی اور میری ہمت بندھائی تھینکس بھائی ریاض احمد اللہ آپ کو لمبی عمر حیات دے۔ ارے عائشہ نور عاشا آف شادیوال یار آپ تو اپنے ہی علاقے کی ہو جلدی کہانی لکھا کرو نا میں بہت بے صبری سے انتظار کرتی ہوں انشاء اللہ وقت اور سانس نے اجازت سی تو پھر حاضر ہونگی تمام سٹاف اور قارئین کو سلام اللہ حافظ۔

امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میر پور سے لکھتے ہیں ماہنامہ جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام قبول عرض یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب میری غزلیں اور کہانیوں کو بھی جگہ دیں مجھے امید ہے کہ اس بات میری کوئی کہانی ضرور منظر عام تک پہنچے گی شکریہ اب آتے ہیں شمارے کی طرف تو جنوری کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔۔۔ آپی کشور کرن ہر بار ہی اپنی قلم کا جادو دکھاتی ہیں خشک گلاب بھی ان کی اچھی کاوش تھی۔۔۔رفعت محمود۔۔۔ سیف زخمی۔۔۔ رابعہ ذوالفقار۔۔۔ مجید احمد جائی۔۔۔ نے بھی اچھا لکھا ہے۔۔۔ مس فوزیہ کی کہانی بھی تعریف کے قابل ہے۔۔۔ باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا ہے کوشش کریں کہ جواب عرض کے باقی سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھے ہوں۔۔۔ علی رضا۔۔۔ رمضان آرئیں۔۔۔ مسکان علی پور۔ ماریہ مانا گا منڈی۔۔۔ غزالہ مری۔۔۔ آفتاب احمد بھکر۔۔۔ عثمان گشکوری ٹالی۔۔۔ محمد وکیل ٹھٹھہ۔۔۔ شوکت علی کراچی۔۔۔ عبدالستار۔ ٹھٹھہ۔ باقی جن دوستوں کے میں نام نہیں لکھ پایا ان سب نے مجھے یاد رکھا آپ نے میری تعریف کی یا تنقید کی آپ سب کس بہت بہت شکریہ۔۔۔ اور زین میر پور خاص اس کے علاوہ۔۔۔ ماریہ عباس۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ میرے پیارے بھائی۔۔۔ ندیم اقبال قریشی صاحب آپ کا بھی شکریہ پوری ٹیم کو سلام۔

پرنس مظفر شاہ پشاور سے لکھتے ہیں۔ سال 2015 کا خشک گلاب نمبر ملا ملنے کے بعد پورا پڑھ چکا ہوں اور انصاف کے ساتھ اس تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں آغاز میں خلیل احمد ملک کا اسلامی صفحہ اور عثمان غنی کا ماں کی یاد میں زبردست تھا آئینہ روبرو سے ہوتا ہوا کہانیوں کے گلشن میں قدم رکھا سب سے پہلے۔۔۔ ثنا اجالا کی کہانی پڑھی لیکن مزہ نہیں آیا پھر۔۔۔ دین محمد بلوچ کی کہانی محبت کے عجیب منظر پڑھی کچھ بہتر تھی۔۔۔ انتظار حسین ساقی صاحب کی کہانی ربا عشق نہ ہوئے پا کر خوشی ہوئی۔۔۔ رفعت محمود کی آئیڈیل کی موت بھی اچھی کہانی تھی ویری گڈ۔۔۔ مس فوزیہ کنول کی اب نشانہ کون نے بھی شمارے کی اچھی کہانیوں میں اضافہ کیا۔۔۔ یاسر وکی کی کہانی کوئی ہے میرا پردیس میں بھی ایک اچھی کاوش تھی۔۔۔ محمد سلیم اختر نے دوستی امتحان لیتی ہے کھ کر شمارے کو چار چاند لگا دیئے ویری گڈ بھیا۔۔۔ آصف دکھی شجاع آباد کی سٹوری امتحان ہے زندگی بھی

خوبصورت تھی۔۔۔ یعقوب صاحب بھنور لکھنے پر مبارک باد قبول کریں۔۔۔ عابد شاہ کی سٹوری کون بے وفا بھی ایک منفرد کہانی تھی۔۔۔ سراج اللہ خٹک کی کہانی نے متاثر نہیں کیا البتہ۔۔۔ شہزادہ سلطان کی بلاعنوان نے خوب رنگ جمایا گڈ شہزادہ صاحب۔۔۔ عمر حیات شاکر کی کہانی محبت مر نہیں سکتی شمارے کی ٹاپ سٹوری تھی مبارک باد ہو اور۔۔۔ محمد یونس صاحب نے مکافات عمل تحریر کر کے شاہد افریدی کا چھکا لگا دیا جو کہ گرگراؤنڈ سے باہر گرا نا بھائی کیا بات ہے تیری سٹوری کی آپ کے لیے مبارک باد کی جگہ کشمیر بنے کا پاکستان اور آپ کشمیری بنے پاکستانی ہونگے۔۔۔ آخر پر مجید احمد جائی صاحب کی مٹی کے انسان خوبصورت انداز میں ایک کرب مسلسل کے رائٹر۔۔۔ عرفان ملک آف راولپنڈی کی کا بات ہے آپ نے پنڈی فوڈ سٹور میں ڈنر دیا اور میرے دل مین اپنے لیے جگہ پکی کر لی اب تم آسانی سے اس میں ڈیرہ جما سکتے ہو باقی تمام ددستوں کا شکریہ جو مجھے یاد کرتے ہیں۔

ایم عمر دراز آ کاش۔ فیصل آباد سے لکھتے ہیں اسلام علیکم جنوری کا شمارہ ملا نئے سال کی طرح خشک گلاب بھی نیا اور زبردست تھا جس کے بارے میں میرے پیارے دوست۔۔۔ جبرآئیل آفریدی میانوالی سے ایڈوانس میں ہی بتا دیا تھا کہ شمارہ زبردست ہے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اس بار کہانیوں میں۔۔۔ شہزادہ سلطان کیف کویت۔۔۔ مجید احمد جائی۔۔۔ انتظار حسین ساقی۔۔۔ ریاض تبسم۔۔۔ محمد عرفان ملک۔۔۔ رفعت محمود۔۔۔ اور سیف الرحمٰن بھائی کے ساتھ ساتھ۔۔۔ ایم یعقوب نے زبردست قلم کاری کی ہے ان کے علاوہ باقیوں نے بھی اچھا لکھا ہے مبارکباد ہو۔۔۔ آصف سانول آپ کیسے ہیں اور کہاں ہیں پلیز جلدی واپس آجائیں۔۔۔ منظور اکبر آپ نے تو نمبر ہی بند کر دیا ہے خیر تو ہے۔۔۔ جبرآئیل آفریدی صاحب آپ بھی کوئی اچھی سی سٹوری کے ساتھ انٹری ماریں باقی ادارے سے گزارش ہے کہ آپ کے پاس میری چار کہانیاں ہیں مہربانی فرما کر انہیں بھی جگہ دے کر حوصلہ افزائی فراہم کریں شکریہ آخر میں ادارے کے لیے دعا گو۔

افسانہ کنول کھوئی رتہ سے لکھتی ہیں میں بڑی امید کے ساتھ ایک کہانی لے کر زندگی اور شاعری بھیجی ہے پلیز ریاض بھائی جان میری کہانی اور شاعری جلدی شائع کریں جواب عرض واحد وہ رسالہ ہے جو میں شوق سے پڑھتی ہوں اور آپ میری کہانی اور شاعری کو شائع کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کریں گے کیوں کہ جواب عرض میں کوئی مایوس نہیں کیا جاتا پلیز جلدی شائع کریں اور میرا خط آئینہ روبرو میں شائع کرنا اس کے علاوہ جواب عرض کے لیے ڈھیروں دعائیں اور تمام پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام قبول ہو۔

ثوبیہ حسین۔ کہوٹہ سے لکھتی ہیں جواب عرض کی سب کہانیاں بہت اچھی ہیں غزلیں بھی اچھی تھیں جن میں۔۔۔ شہزادی کرن۔ زاہد۔۔۔ آپی کشور کرن۔ کی غزلیں اچھی تھیں شاعری میں آمنہ شہزادی۔۔۔ یونس۔۔۔ مظفر۔۔۔ محمد عرفان۔۔۔ اسحاق انجم کی شاعری اچھی تھی اور سب بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھئے آخر میں سب پڑھنے لکھنے اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام دعا۔

اظہر سیف تبسم سکھیکی منڈی سے لکھتے ہیں۔ پیارے قارئین سے میری ریکویسٹ ہے کہ آج کے بعد مجھے اظہر سیف تبسم سکھیکی منڈی سے یاد کیا جائے گا میں نے اپنا نام بدل لیا ہے میری پیاری بیوی میری جان کی کی فرمائش پر میں نے اپنا نام بدلا ہے آخر میں اپنی جان سے پیار و سلام جان آپ کے لیے تو میں یہ دنیا بھی چھوڑ سکتا ہوں پیارے قارئین کو محبتوں بھرا اسلام سب خوش رہو سٹاف والے بھی رسالے والے بھی۔۔

سیف الرحمن زخمی۔ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں۔ ماہ جنوری کا شمارہ خشک گلاب دو جنوری کو مجھے ملا

دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے۔۔۔اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد۔۔۔ماں کی یاد میں پڑھ کر دل کو خوش کیا پھر میں کہانیوں کی طرف گیا تو پہلے نمبر پر۔۔۔ثنا اجالا کہ کہانی محبت تھی میری طرف سے مبارک باد قبول ہو میری ہر دعا ان کے ساتھ ہے۔۔۔مس فوزیہ کنول کہ کہانی اب نشانہ کون اپنی مثال آپ تھی میری طرف سے مس فوزیہ کنول کو مبارکباد۔۔۔عمر حیات شاکر کی کہانی۔محبت مر نہیں سکتی۔۔۔یونس ناز کی کہانی۔مکافات عمل۔۔۔مجید احمد جائی کی کہانی۔مٹی کے انسان۔ہم سب کے لیے ایک سبق اموز کہانی تھی۔۔۔یعقوب کی کہانی بھنور بہت پیاری کہانی تھی میری ہر دعا ان کے ساتھ ہے آخر میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری کہانیوں کو پسند کرتے ہیں میں جو بھی ہوں آپ سب کی دعاوں سے ہوں۔۔۔امجد علی۔۔۔رمضان پریمی۔۔۔مدد حسین بلوچ۔۔۔اللہ دتہ۔۔۔عامر۔۔۔غلام حیدر۔۔۔سید ذیشان حیدر۔۔۔سید مدثر۔۔۔عمران ساحل ان سب دوستوں کو سلام قبول ہو آخر میں۔۔۔فنکار شیر زمان۔۔۔مبشر علی کھوکر میں آپ کی وفا کو سلام پیش کرتا ہوں۔

محمد بلال عباسی۔بستی خمیسہ۔۔سے لکھتے ہیں ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے جواب عرض کے سب سٹاف کو اور پڑھنے والوں کو چاہتوں بھرا اسلام ماہنامہ جواب عرض کی محفل سجاتے رہو میں نے پہلا خط لکھا ہے اور غزل تو آپ نے شائع کی مجھے بہت خوشی ہوئی دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ اسی جواب عرض کی محفل میں شریک ہوتا رہوں جواب عرض میں سب دوستوں کی کہانی اچھی ہوتی ہیں ہر کسی کی کہانی کا اپنا منفرد کردار ہوتا ہے جن کی تحریر مجھے اچھی لگتی ہے ان کے نام یہ ہیں۔۔۔آپی کشور کرن پتوکی۔۔۔دین محمد بلوچ۔۔۔انتظار حسین ساقی۔۔۔رفعت محمود۔۔۔محمد عرفان ملک۔۔۔مس فوزیہ۔۔۔ثنا اجالا۔۔۔عافیہ گوندل۔۔۔سیف الرحمٰن زخمی۔۔۔سلیم اختر۔۔۔یاسر وکی۔۔۔آصف دکھی۔۔۔ایم یعقوب۔۔۔رابعہ ذوالفقار۔۔۔عابد شاہ۔۔۔سراج اللہ خٹک۔۔۔شہزاد کیف۔۔۔عمر حیات شاکر۔۔۔یونس ناز۔۔۔مجید احمد جائی۔۔۔اور آخر میں۔۔۔عبدالجبار رومی انصاری کو سلام پیش قبول کرنا۔

سیدہ امامہ۔راولپنڈی سے لکھتی ہیں۔ تمام سٹاف کو ممبران قارئین کو سیدہ امامہ کا سلام جنوری کا تازہ ترین شمارہ آخر مل ہی گیا بڑی بے مشکل سے ہر ماہ اسی مسئلے سے گزرنا پڑتا ہے کبھی ہاتھ آتا ہے تو کبھی نہیں اس مسئلے کے بارے میں۔۔۔انکل ریاض احمد کو بھی میں نے آگاہ کیا تھا اور انہوں نے مسئلے کے حل کی یقین دہانی بھی کروائی تھی بہر حال میں شکر گزار ہوں۔۔۔ریاض بھائی کی کہ وہ اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر ہمارے مسائل پر توجہ تو دیتے ہیں اور ہماری رہنمائی کرتے ہیں بے شک یہ رسالہ نئے لوگوں کے ہی مشکل راہ ثابت ہوتا ہے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی سب کو موقع ملتا ہے اپنا ٹیلنٹ دکھانے کا بھی کانٹوں کی صورت میں تو کبھی شاعری کی صورت میں ہر ایک کا بہترین کا سفر لا جواب ہے ویلڈن ان تمام کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں خاص طور پر سینئر لکھنے والے اجب تعریف وتنقید کرتے ہیں تو ان کی عزت میرے دل میں مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ بھی ہمیں پڑھتے ہیں اور تبصرے کرتے ہیں سب ایک سے بڑھ کر ایک لکھتے ہیں اسی طرح جواب عرض کی موتیوں کی مالا کو پروتے رہیں اور شان سے شاندار بناتے رہیں پرانا سال بیت گیا اور نیا سال نئی امیدیں لے کر چڑھ گیا ہے۔۔۔ثوبیہ حسین کہوٹہ سے میں پوچھنا چاہوں گی کہ آپ کہوٹہ کہاں پہ رہتی ہیں میں بھی آپ کے شہر میں رہتی ہوں ضرور بتایئے گا اس کے ساتھ۔۔۔ملک علی رضا صاحب۔۔۔اور آپی کشور کرن۔۔۔ذیشان علی صاحب۔۔۔طاہر حسین

۔۔۔صدیق صاحب۔۔۔الطاف حسین دکھی صاحب۔۔۔شاہد رفیق سہو صاحب۔۔۔فنکار شیر زمان صاحب۔میری طرف سے بہت بہت سلام اور دعائیں آپ سب بہت اچھا لکھتے ہیں میری دعا ہے کہ جواب عرض اسی طرح ہی ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور کامیابیاں سمیٹتا رہے آمین۔۔۔مس فوزیہ۔۔۔پریا دعا۔۔۔یونس ناز۔۔۔عابدہ رانی۔۔۔حماد ظرف ہادی۔۔۔آپ بھی سیدہ امامہ کا سلام سب بہتر اچھا لکھتے ہیں اگر سانسوں نے وفا کی تو انشاءاللہ آئندہ نئے تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اجازت دیں اللہ نگہبان۔

عثمان غنی پشاور۔سے لکھتے۔ اسلام علیکم۔پیارے اور اچھے ریاض احمد بھائی یقیناً آپ خیریت سے ہوں گے اور ٹھیک ٹھاک ہوں گے ریاض احمد بھائی جان ڈائجسٹ پشاور جیسے معروف ترین شہر میں اکثر لیٹ مل جاتا ہے اور کبھی کبھی مارکیٹ کے دس پندرہ چکر لگانے کے بعد بھی نہیں ملتا آپ سے گزارش ہے کہ جب آپ میری کہانی شائع کریں تو مجھے ڈائجسٹ کی ایک کاپی اعزازی درج ذیل پتہ پر ارسال کر دیا کریں شکریہ۔

ملک علی رضا۔فیصل آباد۔سے لکھتے ہیں۔ محترم برادران اینڈ جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام جواب عرض ہر ماہ ٹائم کے ساتھ فیصل آباد گھنٹہ گھر سے موصول ہو رہا ہے جس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دل ودماغ میں شادابی آجاتی ہے جواب عرض میں تمام تحریریں عمدہ سے عمدہ ہیں ان تمام لکھاریوں کی خدمت اقدس میں سلام ودعائیں۔۔۔جناب منیر رضا کے سسر کی وفات پر میری جانب سے اظہار افسوس تعزیت اور دعا مغفرت اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔اس بار تحریر تو سب کی ہی لاجواب تھی مگر محترم۔۔۔حکیم جاوید نسیم۔۔۔ملک علی عاشق حسین ساجد کے قلم سے لکھے ہوئے الفاظ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔غزلوں میں۔۔۔حافظ شفیق عاجز۔۔۔شہزاد سلطان کیف۔۔۔عبدالرشید صارم۔۔۔دوست محمد وٹو۔۔۔مس فوزیہ کنول۔۔۔فاطمہ لاہور۔۔۔افضل آزاد۔۔۔اشریف شریف دل۔۔۔بوٹا عاصم۔۔۔جاوید رنگ والا۔۔۔شازیہ وقاص شازی۔۔۔گڑیا چوہدری۔۔۔رینا محمود۔۔۔کوثر پرین جڑانوالہ۔۔۔ریاض اوچوہان۔کی غزلیں زبردست تھیں دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین

شاعر یوسف دردی۔نارووال سے لکھتے ہیں۔ ریاض صاحب اسلام علیکم۔امید برقرار ہے آپ کی زندگی کا چمن مہکتا رہو گا اور آپ کے لبوں پر تبسم قائم دائم ہو گا حضور آپ کے ہم بے حد مشکور ہیں ہ آپ نے ہم حقیر اور ادنیٰ سے انسان کو جواب عرض کی عدالت میں پیش قدمی کا شرف بخشا اور ساتھ ہی ساتھ ہماری کمزور سی شاعری کو جواب عرض کے دل میں جگہ عطا فرمائی یہ آپ کا حسن اخلاق ہے کہ آپ ہر آنے والے نئے مہمان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور کسی کی دل شکنی نہیں کرتے ہاں انتظار ذرا طویل ہوتا ہے مگر مایوسی کسی کے حصے میں نہیں آئی بھائی جی اگر یونہی آپ کے خلوص کا سلسلہ قائم رہا تو ہم ہر ماہ جواب عرض کے لیے اپنے خون جگر سے لکھے ہوئے الفاظ شاعری میں سجا کر آپ تک پہنچاتے رہیں گے اور امید ہے کہ آپ بھی ہماری محنت اور کوشش کو ممکن بنائیں گے اور مختصر یہ ہے کہ آپ کے پاس میری شاعری کے بقیہ حصے کو بھی انصاف کے ترازو میں تولا جائے اگر ممکن نہیں تو ہم ماہ جنوری میں لکھے گئے تازہ کلام کا کچھ حصہ آپ کے سپرد کرتے ہیں گزارش ہے کہ کسی نزدیکی شمارے میں جگہ دے کر دوبارہ سلامی کا موقع دیں گے باقی جواب عرض کا ہر فرد محنت سے لکھ رہا ہے اور چھاپنے والے بھی کوئی کمی نہیں رکھتے فن کے استاد ہیں لیکن کچھ نام قابل ذکر ہیں جو میرے پسندیدہ ہیں۔۔۔انتظار

ین ساقی ۔۔۔۔سین کاظمی ۔۔۔۔مس فوزیہ کنول تلن پور۔یہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ انسان کو اپنی طرف متوجہ راغب کرتے ہیں اور ایک عجیب سا کھنچاؤ پیدا کرتے ہیں اور میری پیاری آپی شازیہ کو بھی میرا اسلام آخر میں ایک خاص بات ہ ہے کہ ریاض بھائی ہم ہر بار آپ کو نئے نئے پتے بھیجتے ہیں اس کی وجہ یہ کہ ہم آرمی میں ہیں اور ہمارا ایک ٹھکانہ نہیں ہے اس لیے جگہ و مقام بدلتے رہتے ہیں۔

محمد حسن بلوچ کچلی جوہر کراچی سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم۔عرض یہ ہے کہ۔۔۔۔انتظار حسین ساقی کی کہانی۔ربا عشق نہ ہوئے شائع ہوئی اس قسم کی کہانی کا مجھے پہلی بار پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے میں رائٹر کو دل کی گہرائیوں میں داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتا بلا تبصرہ کہانی۔حسن رضا اور مقدر کے گرد گھومتی ہے جو کہانی کے دو بڑے مرکز کردار ہیں مقدس کی نیت سچی محبت میں خلوص کی جذبات چھلکتی بھری زندگی کے نشیب و فراز میں سر گردان رہتی ہے اپنوں سے دکھ بے رخی اور پریشانی کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جب سنبھل جاتی ہے تو بے قراری کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرتی ہے اللہ کا فرمان ہے جب بندہ ایک قدم میری طرف بڑھاتا ہے تو وہ دس قدم بندے کی طرف بڑھ جاتا ہے جب مقدس کے خانہ دل سے حسن رضا نکل جاتا ہے تو اللہ واحد نیت مقدس کی زخمی دل میں مالا مال کرتا ہے ادھر حسن رضا اپنے برے اعمال کے شکنجے ں کس کر کتے کی موت مرتا ہے میری دل کی صدا ہے اللہ کے نیک و صالح لڑکے لڑکیاں والدین کے فرمان برداری کے ساتھ جب اپنے آپ کو اللہ اور اس کے قرآن کے سپرد کر دیا کرتے ہیں تو ان کا مستقبل چوہدویں کے چاند کی طرح درخشاں رہے گا کامیابی ان کے قدم چومے گی امید قوی ہے یہ خط فروری میں یا مارچ میں جواب عرض میں شائع فرمائیں گے تا کہ انتظار حسین ساقی کی قلم کو خراج تحسین کے الفاظوں سے یاد کیا جا سکے۔

محمد حسن شیخ لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم بھائی جان سب سے پہلے میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ اتنا اچھا رسالہ نکالتے ہیں اور ہر نئے لکھنے والے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں بھائی میں جواب عرض بہت شوق سے پڑتا ہوں پہلے مجھے کسی بھی رسالے سے دلچسپی نہ تھی مگر ایک دن اپنے کزن سے جواب عرض کا پرانا شمارہ جو ماہ جون کا دوستی نمبر تھا لیکر آیا تو پڑھا کافی اچھا لگا تمام کہانیاں پسند آئیں خاص طور پر شاعری تو بہت ہی اچھی لگی اور آپ کا ذاتی صفحہ پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ آپ کتنے عظیم انسان ہیں کیونکہ آپ ہر قارئین کو ماں کی خدمت کا کا ورس دیتے ہیں اور جو بھی ماں کی خدمت کرتا ہے مجھے وہ اچھا لگتا ہے اور میں اس کی دل و جان سے عزت کرتا ہوں بھائی باتیں بہت کر لی اب یہ بھی عرض کر دوں کہ میں جواب عرض میں لکھنا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے بھائی آپ بتا دیں کہ میں کہانی مختصر بھیجوں یا طویل جیسے آپ کہیں گے ویسی ہی بھیج دوں گا بھائی جان ایک پرابلم ہے کہ میری عمر سترہ سال ہے اس لیے شناختی کارڈ نہیں بنا ہوا آپ کہتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ این آئی سی کی کاپی کہانی کے ساتھ بھیجیں۔تو ضرور بتایئے گا انتظار رہے گا۔

محمد ابو ہریرہ بہاولنگر سے لکھتے ہیں۔ اسلام وعلیکم امید کرتا ہوں آپ کا سٹاف۔قارئین اور رائٹرز حضرات خیریت سے ہوں گے فروری 2015 پندرہ کا شماہ اس دفع لیٹ ملا کافی انتظار کروایا تقریبا تین چار چکر ضرور لگائے ہوں گے آخر دو فروری کو ملا دھڑکتے دل سے رسالہ کھولا تو فہرست میں اپنی کہانی دیکھ کر پہلے پہل تو یقین ہی نہ آیا لیکن جب آنکھوں کو دو تین بار مل کر دیکھا تو حقیقت کو ماننا پڑا بہت انتظار کروایا انکل جی تاہم پھر بھی شکریہ ادا کرتے ہیں مہربانی نوازش جی کہ آپ نے میری سٹوری کو شائع کیا یقین جانیں بہت خوش ہوئی آپ کے پاس میری ایک اور کہانی پیار کی جیت محفوظ پڑی ہے امید ہے کہ کسی نزدیکی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا

موقع دیں گے تو دوستو جن دوستوں نے مجھے میری کہانی کی تعریف کی ہے ان میں پہلے۔۔۔۔ندیم عباس میواتی ۔۔۔۔عمر فاروق ۔۔۔۔عثمان یونس ۔۔۔۔آفتاب رائے ۔۔۔۔ابوزر غفاری ۔۔۔۔ابو طلحہ ۔۔۔۔عبدالرشید بلوچ برادر اینڈ سسٹرز ۔۔۔۔پروفیسر صاحب اور ان کے علاوہ اور بہت سے دوست جن کے میں نام نہیں لکھ سکا سب کا مشکور ہوں ندیم عباس میواتی اینڈ مصباح میواتی ۔۔۔۔ایم نادر شاہ۔میں آپ کے شاہین گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے گروپ کے تمام اصول وضوابط پر پورا اتروں گا اور مخلص دوست بن کر رہوں گا آپ کے جواب عرض کا انتظار رہے گا کہانیوں پر تفصیلی تبصرہ اگلے ماہ ہوگا انشاءاللہ بہاولنگر والوں کو سلام آپ سب کو رسالے میں دیکھ کر خوشی ہوئی ہم سب ایک ہی خاندان کے فرد لگتے ہیں اپنے شہر کا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی بالخصوص جبیں راؤ صاحبہ آپ کو سٹوری لکھنے پر بہت بہت مبارک ہو خوش ہو جایئے کہ آپ سٹوری لکھوانے کے لیے کسی کی منت سماجت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ آپ خود اس میدان میں اتر چکی ہیں گڈ ویری گڈ اسی طرح لکھتے رہنا۔۔۔بھائی سلمان بشیر صاحب آپ کی سٹوری کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔۔۔۔پرنس افضل شاہین آپ کی غزلیں اور اشعار پسند آئے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین

مس ماریہ شمائل پنڈی سے لکھتی ہیں۔ نیا سال میرے لیے بہت سی خوشیاں لایا سب سے پہلے تو میں نے نئے سال کا جواب عرض خرید اپڑھا تو بہت خوشی ہوئی بہت ہی اچھا لگا کیونکہ اس میں میرے پسندیدہ رائٹر۔۔شاعر۔۔اور ادیب۔۔صحافی۔۔کالم نگار۔۔۔انتظار حسین ساقی ۔کی سٹوری۔۔ربا عشق نہ ہوئے ۔۔پڑھی بہت اچھی لگی انتظار حسین ساقی کی سٹوری بہت پیاری ہوتی ہے بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔انتظار حسین ساقی کی سٹوری ایک سبق اموز کہانی ہوتی ہے سٹوری اتنی مزے دار ہوتی ہے دل کرتا ہے کہ ان کی سٹوری کو بار بار پڑھوں مجھے سب سے اچھے سب سے پیارے رائٹر انتظار حسین ساقی لگتے ہیں دعا کرتی ہوں وہ ہمیشہ لکھتے رہیں میری ڈھیروں دعائیں انتظار حسین ساقی کے لیے ہیں۔

یاسر وکی دیپالپور سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم سب قارئین کو سلام جنوری میں میری سٹوری لگی ۔۔کوئی ہے میرا پردیس میں۔۔کافی لوگوں نے اسے پسند کیا میرے ایگزام اس ماہ کی انیس تاریخ کو ہو رہے ہیں دعا کیجئے گا قارئین آپ دعا کیجئے گا کہ میرے پیپر اچھے ہو جائیں اور میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں اگر میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا تو میرا جواب عرض کے سب قارئین سے وعدہ ہے کہ آپ سب کے لیے ایک دعوت کا انتظام کروں گا سب کو اکھٹا کروں گا سب لوگ دعا کیجئے گا۔وقاص انجم صاحب آپ کا بہت شکریہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی ہے اس کے علاوہ جن کا میں نام نہ لے سکا سب کی مہربانی اور۔۔سلیم منو صاحب کہا ہو واپس آ جاؤ اور فون آن کرو آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں مرضی ہے میواتی لوگو آپ کی۔۔۔محمد اسحاق انجم صاحب آپ بہت مہمان نواز ہو یار کبھی میرے پاس بھی چکر لگا ؤ آخر میں۔فخر حیات بھٹی۔۔۔۔فیضان۔۔۔۔آصف۔۔۔۔نذر۔۔۔۔ارسلان ۔۔۔۔رضوان ۔۔۔۔ظفر۔۔۔۔انسر بٹ۔۔۔ایم یعقوب ۔۔۔۔محمد حسین وٹو۔۔۔۔عمران شاہ۔۔۔۔آپی کشور کرن۔ ان سب کو سلام۔۔۔۔غلام فرید جاوید آپ سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔

مس سمیرا شہزادی۔حویلی لکھاں سے لکھتی ہیں۔ اسلام وعلیکم سب قارئین کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو قارئین میں دو سال سے جواب عرض پڑھ رہی ہوں یہ رسالہ بہت کمال کا ہے مجھے بھی یاد ہے کہ جب میں شہر

سے عید کی شاپنگ کرنے گئی واپس آ رہی تھی تو بازار میں میں ایک جنسی کے قریب ایک برگر والی دکان پر ہم برگر لینے کے لیے کھڑے ہو گئے تو اس اجنسی والے کے پاس دو لڑکے کھڑے تھے اور بات کر رہے تھے کہ بھائی اگر کوئی جواب عرض خریدنے آتا ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہو تو آپ اسے جواب عرض دیجئے گا میں آپ کو بل دے دوں گا یہ کہہ کر وہ لڑکے موٹر سائیکل پر بیٹھے اور چلے گئے یہ لڑکے دونوں ہی اچھے خاندان کے نظر آ رہے تھے میں فوراً اجنسی والے کے پاس گئی اور کہا کہ جواب عرض چاہیے میں پکڑ کر کھڑی ہو گئی اور اس کو دیکھنے لگی اس آدمی نے کہا اگر آپ نے لے جانا ہے تو لے جا سکتی ہیں وہ بھی فری میں میں نے پوچھا کہ یہ دونوں لڑکے کون تھے اس نے بتایا کہ ایک کا نام یاسر وکی ہے اور دوسرے کا۔۔نام نعمان ہے تب سے آج تک۔۔یاسر وکی صاحب ہی رسالہ لے کر بھیجتے ہیں تھینکس یاسر وکی اینڈ ملک نعمان صاحب۔۔۔۔آپی کشور آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اور۔۔۔سلیم مئیو آپ بھی کمال کا لکھتے ہیں۔۔۔۔یاسر وکی کی بہت تعریف کی ہے ہر کوئی اس کی باتیں کرتا ہے مس فوزیہ آپ کی کہانی پڑھ کر مجھے بخار ہو گیا اتنی پریشان ہوئی کہ کیا بتاؤں گریٹ آپی ہو آپ آخر میں یاسر وکی اور فخر حیات بھٹی اور ملک نعمان نواز کو میرا سلام۔

محمد ندیم میوانی پتوکی سے لکھتے ہیں۔ جواب عرض کے چمکتے مہکتے پھولو سلام۔فروری کا شمارہ خوبصورت حسینہ ٹائٹل کے ساتھ ہاتھوں کی زینت بنا آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی رونق بڑھا رہا ہے مگر یہ اپنے چاہنے والوں کو انتظار کی سولی پر لٹکا کر لطف اندوز بہت ہوتا ہے۔قارئین مظلوم ہیں پاکستانی ہونے کی وجہ سے سہہ لیتے ہیں۔۔۔۔سوہنی آپی کشور کرن جی سلام اینڈ پھولوں کا تازہ گلدستہ جلدی سے برائے کرم قبول فرما لیجئے ورنہ مصباح کریم چھیننے کی تیاری میں ہے آپی جی کا یاد کرنا میرے لیے حکم سو حاضر خدمت ہوں آپی جی میں دو طرح کی سٹڈی کر رہا ہوں اسی لیے ہر ماہ جواب عرض میں حاضری مشکل ہوتی ہے مگر اب آپ اور کچھ دوستوں کے اصرار پر انشاءاللہ ضرور بضرور ہر ماہ خطوط کی محفل میں حاضری ممکن بناؤں گا آپی جی آپ کے ادارے کو نیو خط شائع کرنے کی اپیل حق پر مبنی ہے مگر آپی جب فروری کا شمارہ ہی دس فروری کے بعد پانچ سات چکر لگا کر ملے تو وہ کس طرح خط لکھیں تھوڑی سی توجہ دیں اور خوفناک میں قسط وار کہانی لکھنے کا اپنا وعدہ پورا کریں۔۔۔۔تقدیر کے کھیل۔۔۔۔ابو ہریرہ بلوچ ویری گڈ میرے خیال میں آپ کی فرسٹ کہانی ہے شائع ہوئی ہے بہت بہت مبارک ہو آپ کی سٹوری شائع ہوئی یہ بھی تقدیر کے کھیل ہیں۔ہاہاہا۔پلیز نو مائنڈ۔بہت اچھی تحریر تھی اب اگلی سٹوری بھی لے کر آئیگا ورنہ تقدیر کھیل قارئین بھول بھی سکتے ہیں۔۔۔ارے بھائی سلیم مئیو جی سلام میں نے لاسٹ ٹائم مئی میں جواب عرض پڑھا تو آپ کی سٹوری سچا پیار پڑھی اس کے بعد اب فروری کا شمارہ بلا ارادے خریدا اور ورق گردانی کی تو آپ کی کہانی موجود پائی لگتا ہے یہ بھی آپ کی محبت کی نشانی ہے کیونکہ آپ ہمارے میواتی بھائی ہو دوسرے جواب عرض کے لکھاری ہو پر ان سب باتوں سے الگ اور ورطہء حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ آپ کا گاؤں کوٹھا میری جائے پیدائش ہے رابطے میں رہا کریں ہمیں بلا کر غائب ہو جاتے ہو سٹوری ویری گڈ۔۔۔۔میرا تو یہ معلوم ہی ہے کہ خوفناک کا لکھاری ہوں تو فروری کے شمارے میں میری سٹوری خونی صحرا شائع ہوئی مجھے آپ کی تنقید کا بے چینی سے انتظار رہیگا اب یہ بہانہ نہ کرنا میں صرف جواب عرض کا عاشق ہوں عارف شہزاد صادق آباد گڈ سٹوری ویلڈن محنت کریں ایک دن اچھا لکھاری بنو گے۔۔۔مصباح کریم اینڈ انعم شہزادی بھی جلد از جلد حاضری دیں جواب عرض کی محفل منتظر ہے۔۔۔انکل ریاض جان ہمیں دھرنا دینے پر آپ مجبور نہ کر رہے ہیں اچھے انکل بن کر پہلے کی طرح تمام خطوط کا جواب دیں ورنہ مجبور لوگ کچھ بھی کر جائیں گے

میری طرف سے ان تمام دوستوں کو سلام جنہوں نے مجھے یاد رکھا۔

محمد امین ملتان سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم جناب ریاض بھائی مجھے شاہد رفیق سہو نے کال کر کے بتایا کہ جواب عرض آ گیا ہے اور آپ کا خط بھی شائع ہوا ہے میری خوشی کی انتہا نہ رہی آفس سے سیدھا آ کر چشتی بک سینٹر پہ گیا جواب عرض لیا اور بے وفائی نمبر میں ٹائٹل خوبصورت تھا۔اپنا خط پڑھ دیکھا بہت خوشی ہوئی۔۔۔بھائی شاہد رفیق کی کہانی پڑھی تو نہ جانے آنکھوں میں آنسو آ گئے بہت اچھی تھی جواب عرض اب کمزوری بن گیا ہے آخر میں شاہد رفیق سہو کو سلام دعا ہے کہ جواب عرض کا کارواں چلتا رہے۔

ملک کاشف اعوان۔عبدالحکیم لکھتے ہیں اسلام علیکم۔بھائی شاہد رفیق نے کال کر کے بتایا کہ آپ کا خط شائع ہو گیا ہے میں سکول سے سیدھا بک سینٹر پر گیا اور جواب عرض لیا اور خوشی سے گھر آ کر پڑھنے لگا اپنا خط دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی اور ناچنے لگا بہت شکر گزار ہوں جواب عرض کا جنہوں نے مجھے جگہ دی اور ابھی تک تین کہانیاں پڑھی ہیں ماں کہاں ہے تو۔شاہد رفیق سہو کی دل خون کے آنسو روتا ہے عورت کی شان بہت اچھی سٹوریاں تھیں۔

راشد لطیف صبرے والا سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم ریاض بھائی صاحب فروری کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے بہت اچھا ٹائٹل ہے کہانیوں میں۔۔۔۔بے وفائی۔زین نصیر لاہور کی۔۔۔۔چوہدری شاہد رفیق سہو ماں کہاں ہے تو۔۔۔۔وہ شخص تو شہر ہی چھوڑ گیا حسین راؤ۔۔۔۔عورت کی شان چوہدری پرویز سہو۔۔۔دل کون کے آنسو روتا ہے انتظار حسین ساقی۔۔۔۔بہت اچھی سٹوریاں ہیں اور خط بھی سب کے اچھے تھے آپی کشور کرن صاحبہ تو جواب عرض میں سب سے آگے ہیں ان کی کیا تعریف کریں فقیر کی طرف سے ان کو بہت بہت مبارک آخر میں۔۔۔ساجد حسین ڈھکو کہاں ہو تم۔۔۔۔ریاض صاحب۔۔۔۔شاہد رفیق سہو کو سلام

چوہدری شاہد رفیق سہو کبیر والا سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم ماہ فروری کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے بہت خوشی ہوئی شہزادہ عالمگیر کا خواب پورا ہوا ہے اس کام کے لیے سب سے پہلے مدد کروں گا کہانیوں میں کاش تو بیٹی نہ ہوتی عافیہ گوندل بہت اچھا لکھا۔۔۔پیار کا سراب ملک زاہد ویلڈن بہت اچھا لکھا۔۔۔آخر کب تک راشد لطیف صبرے والا۔۔۔غلطی ہو گئی عائشہ نور گجرات۔۔۔پچھتاوا عائشہ علی چکوال۔۔۔۔بے وفائی زین نصیر۔۔۔۔یکطرفہ عشق۔عارش شہزاد۔۔۔محبت کے لالچ ان سب کی سٹوریاں اچھی تھی آئندہ بھی لکھتے رہو گھبرانہ نہیں میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔۔پرنس مظفر شاہ پشاور صاحب فروری کا خط آپ کا اچھا تھا اسی طرح تبصرے کرتے رہا کریں آپ کی کہانی افغانی محبت پر بھی تنقید ہو سکتی تھی لیکن ہر کوئی آپ کی طرح نہیں آپ کے کہنے پہ نا کسی کی کہانی بے کار ہوتی ہے نا اس نے لکھنا چھوڑنا ہے کسی کو فرق نہیں پڑتا ہماری سویٹ سی رائٹر اور بہن عائشہ سحران کا آپریشن ہوا ہے سب بہن بھائی ان کے لیے دعا کریں۔۔۔گڑیا چوہدری آپ کی کال کی بہت شکریہ۔۔۔۔عامر وکیل جٹ بہت جلد آپ کا دیدار ہو گا۔۔۔ثنا اجالا آپ نے یاد کیا بہت شکریہ اور بھی مجھے سب رابطہ کرتے ہیں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

صدام۔دین پور سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم۔ماہ فروری کا شمارہ ملا بہت اچھا تھا کہانیوں بھی سب کی اچھی تھیں سب سے زیادہ خوشی ہوئی میرا خط لگا ہوا تھا۔۔۔۔ماں تو کہاں ہے شاہد رفیق سہو کہ کہانی پڑھ کر روتا رہا میری بھی ماں نہیں ہے شاہد رفیق سہو کا شکریہ ادا کرتا ہوں جواب عرض سے تعارف کروایا۔

رابعہ کنول مانسہرہ سے لکھتی ہیں۔ محترم ریاض انکل جی اسلام علیکم کیسے ہیں آپ اس شمارے میں

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جواب عرض

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام و مقام

نام .... شہر ....

پیغام (شعری شکل میں)

....

....

....

....

بھیجنے والے کا نام و مقام

نام ....

شہر ....

کوپن

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

"کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟" اس عنوان کے تحت آپ اپنی دوستی کے بارے میں لکھیں کہ آپ واقعی ایک اچھے دوست ہیں کہ نہیں۔ مرد حضرات صرف اپنے لڑکوں سے دوستی کے بارے میں لکھیں۔ مرد لڑکیوں کے بارے میں نہ لکھیں اور لڑکیاں صرف اپنی سہیلیوں کے بارے میں لکھ سکتی ہیں۔

میں واقعی ایک اچھا دوست ....

....

....

....

....

نام: .... شہر: ....

میری پہلی کوشش ہے مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور لکھتی بھی رہی ہوں مگر شائع نہیں کرانے کے بارے میں سوچا اب سوچا ہے یہ میری پہلی کوشش ہے ماہ فروری کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا اپنی اپنی جگہ پر سب کی کوششیں بہت اچھی ہیں۔۔۔۔ملک عاشق حسین ساجد۔ جلتے خوابوں کی راکھ آخری قسط بہت اچھی تھی۔۔۔۔فلک زاہد لاہور پیار کا سراب پہلی قسط پڑھی بہت اچھی لگی۔۔۔۔ندیم امانت صنم تیری بے وفائی۔۔۔۔ڈریم گرل جہلم کیسی ہے یہ زندگی۔۔۔۔شاہد رضا کیا یہی پیار ہے۔۔۔۔ماہ نور کنول برباد محبت کی داستان۔۔۔۔راشد لطیف آخر کب تک۔۔۔۔عافیہ گوندل کاش تو بھی نہ ہوتی۔۔۔۔عذاب محبت۔ عائشہ علی پچھتاوا۔۔۔۔شاہد رفیق ہو ماں کہاں ہے تو۔۔۔۔اے آر راتی ریشم۔۔۔۔عورت کی پہچان چوہدری پرویز سہو۔۔۔۔غم عاشقی تیرا شکریہ۔ ثنا اجالا۔۔۔۔سب کی کہانیاں سب کی اچھی تھیں۔ سب کو پیار بھرا اسلام خرم شہزاد مغل بھی ایک اچھے رائٹر ہیں دسمبر میں ان کی کہانی لازوال محبت بہت اچھی تھی اگلی کہانی کا انتظار رہے گا خرم بھائی آپ کی اگلی کہانی کا انتظار رہے گا اچھا اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر اگلے ماہ آئینہ رو برو میں حاضری دوں گی جہاں رہیں سب خوش رہیں آمین۔

علی اکبر زیب بلوچ۔ کوئٹہ پنجپائی سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ میری طرف سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام یہ میرا پہلا خط ہے اور امید کرتا ہوں ریاض بھائی ضرور اس کو شائع کریں گے ماہ جنوری کا جواب عرض خشک گلاب بہت اچھا تھا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپی کشور کرن کی کہانی خشک گلاب پڑھی تو دل چاہا آپی کی تعریف میں کیوں نہ دو لفظ لکھا جائے آپی آپ کی سٹوری بہت اچھی تھی میری طرف سے مبارکباد قبول کریں باقی رائٹر بھی کمال کا لکھ رہے ہیں اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام۔

محمد افضل انصاری ال۔۔۔۔ سے لکھتے ہیں اسلام علیکم جواب عرض فروری کا شمارہ بہت پیارا تھا ٹائٹل کے ساتھ مل سب حد خوشی ہوئی بہت اچھا۔۔۔ جلتے خوابوں کی راکھ کی آخری قسط پڑھی اس کے بعد۔۔۔۔پیار کا سراب کی پہلی قسط ۔۔۔ کیونکہ ابھی ایک ناول ختم ہوا اور دوسرا پڑھنے کے لیے مل گیا پہلی قسط بہت دل کو چھو گئی۔۔۔۔ یہ زندگی واقعی میں کیسی ہے کبھی خوشی ہوتی ہے تو کبھی غم سی طرح یہ گزر جاتی ہے پتہ بھی نہیں چلتا۔۔۔۔ ایک بہت اچھا رابطہ مجھے بہت پسند آئی یقیناً سب قارئین کو بھی بہت پسند آئی ہوگی۔۔۔۔ماں تو کہاں ہے۔۔۔۔ بہت دکھی تحریر تھی۔۔۔۔وہ شخص تو شہر ہی چھوڑ گیا۔۔۔۔بے وفائی نمبر کے لحاظ سے ایک دم زبردست تھا۔۔۔۔آئینہ رو برو میں سب نے بہت خوب لکھا جن میں۔۔۔۔آپی کشور کرن۔۔۔۔عبدالجبار رومی۔۔۔۔ایمان۔ میں بھی پہلی دفعہ جواب عرض کی محفل میں شریک ہوا ہوں گلدستہ میں ہر ایک کی تحریر۔۔۔ قابل۔۔۔ غزلیں کچھ خاص نہ تھیں اور آخر میں سب کو سلام

ادارہ جواب عرض۔ قارئین ہم اپنے نئے و رائٹرز حضرات کو ایک اطلاع شاید پہلے بھی دے چکے ہیں اور اب پھر کہنا پڑ رہا ہے کہ جو کہانی یا تحریر بھیجیں ان کے ساتھ اپنی آئی ڈی کاپی ضرور ارسال کریں جو کہ ہمارے پاس ریکارڈ کے ساتھ ہونا لازمی ہے اور اگر کسی کا آئی ڈی کارڈ نہیں بنا ہوا تو اپنے والد یا کسی بڑے کی کاپی لازمی بھیجا کریں ورنہ وہ کہانی شائع نہیں کی جائے گی۔ پرانے رائٹرز حضرات کی تو ہمارے پاس موجود ہیں مگر جو نئے لکھنے والے ہیں یہ پیغام ان کے لیے ہے ادارہ جواب عرض کسی شناخت کے بغیر کوئی کہانی شائع نہیں کرے گا بے شک ایک بار بھیجنا لازمی ہے بار بار نہیں تو اس درخواست پر عمل کریں مہربانی۔

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپکے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہیے
اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ ایڈیٹر

....

....

....

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

جواب عرض

یہ کوپن نہیں کالم
''ملاقات''
کیلئے کاٹ کر ارسال
کریں

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں'
کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

شناختی کارڈ نمبر

اس کوپن کے ہمراہ
اپنی ایک عدد تصویر
ارسال کریں ہم شائع
کریں گے۔ ایڈیٹر